فرقہ مماتیت کا
تحقیقی جائزہ

متکلم اسلام
مولانا **محمد الیاس گھمن** حفظہ اللہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودہا
0321-6353540

فرقہ مماتیت

کا تحقیقی جائزہ

متکلم اسلام
مولانا **محمد الیاس گھمن** حفظہ اللہ

ناشر: مکتبۃ اھل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب — فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ

افادات — مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

باراشاعت اول — مئی 2014ء

تعداد — 1100

باہتمام — احناف میڈیا سروس

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

For Download

فہرست

عرضِ مرتب 31

وجہ تالیف 32

﴿بابِ اول﴾

بانی فرقہ مماتیت......ایک تعارف 33

نام: 34

والد کا نام: 34

تاریخ پیدائش: 34

تعلیم وتربیت: 34

شاہ صاحب کا مسجد میں سونا : 35

سکول کی تعلیم : 35

فارسی ادب اور صرف نحو کی تعلیم : 36

عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آنا: 36

مفتی اعظم آزاد کشمیر سے تلمذ کی داستان : 36

بابا اُٹھی والوں سے استفادہ : 37

مولانا شیخ محمد عبداللہ ملکے والوں سے اکتساب فیض : 37

مشکوٰۃ والا سال : 38

مفتی اعظم ہند سے ترمذی شریف پڑھنا: 38

مولانا شیر محمد شرقپوری سے بیعت ہونا: 39

قراءت و تجوید کا علم : 43

علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی خدمت میں : 43
علم تفسیر: 44
تعلیم سے فراغت کے بعد: 44
حوالہ نمبر1: 45
حوالہ نمبر 2: 45
حوالہ نمبر3: 45
حوالہ نمبر4: 46
ایک دلچسپ عنوان: 46
سیاسی خدمات میں حصہ: 47
شاہ صاحب اور پگڑی : 47
طرزِ تحریر: 47
شاہ صاحب نے کوئی کتاب نہیں لکھی: 47
ضروری نوٹ: 48
شاہ صاحب کے مرید کی تہذیب : 49
الہام پر عمل کرنا: 50
شاہ صاحب کی انفرادی رائے : 50
فرق باطلہ سے مناظرے: 50
شاہ صاحب کی مسلک بریلویت سے صلح: 51
اشتہار "اعلان حق" کی تحریر 64
شاہ صاحب کے واقعات : 75
اہل حدیث کذاب ہیں! 75

اہل حدیث "اہل حق" ہیں: 78
تبصرہ: 79
رسم قل میں شرکت: 79
شیعوں کے جلسے یوم علی رضی اللہ عنہ میں شرکت: 80
پانچواں واقعہ: 80
شاہ صاحب اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار: 81
شاہ صاحب کی وفات: 82
شاہ صاحب کے جنازہ میں: 83
شاہ صاحب اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ: 83
جمعیت کا دستور بنانی والی کمیٹی: 86
مولانا محمد طاہر پنج پیری نے جمعیت کیوں چھوڑی ؟: 88
جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ 93
(1) شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی: 93
(2) مولانا ولی اللہ انّہی والے: 94
(3) مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ: 94
(4) مولانا محمد طاہر پنج پیری: 95
(5) مولانا قاضی شمس الدین: 96
(6) مولانا غلام اللہ خان: 97
(7) سید احمد حسین شاہ سجاد بخاری: 98
(8) سید محمد حسین شاہ نیلوی: 99
(9) مولوی محمد امیر بندیالوی: 101

(10) احمد سعید ملتانی چتروڑ گڑھی (گکڑھٹہ): 102
احمد سعید ملتانی ؛دارالعلوم دیوبند کی نظر میں : 103
دارالافتاء والارشاد کراچی کا فتویٰ ۔۔۔ اقتباسات: 104
جامعہ دارالعلوم کبیر والا کا فتویٰ ۔۔۔ اقتباسات: 105
جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ ۔۔۔ اقتباس: 105

سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عقائد و نظریات 108

شاہ صاحب کے کارنامے : 108
شاہ صاحب کا پہلا کارنامہ : 109
شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ : 109
پہلے کارنامے کی کچھ تفصیل : 109
مماتی اور قرآن : 111

﴿باب دوم﴾

تاریخ فرقہ مماتیت 114

نزاع کی ابتداء : 115
نزاع ختم کرنے کی کوشش: 116
تحفظ ختم نبوت کا شکریہ: 116
معاہدہ سکھر: 117

ثالث نامہ 117

ثالث حضرات کا مکتوب گرامی : 118
فریقین کا رد عمل: 119

تبصرہ : 121

مکتوب گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی : 122

ثالث حضرات کا مقصد : 122

با مقصد مناظرے سے گریز : 124

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب کی کوشش 125

فریقین کی مسلمہ تحریر : 125

مسلمہ تحریر سے انکار : 126

سمجھوتہ راولپنڈی کی تفصیل: 126

مجلس اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق: 129

اقتباس از مکتوب قاضی شمس الدین بنام مولانا محمد علی جالندھری:.... 131

اقتباس مکتوب ثانی مولانا قاضی صاحب موصوف : 132

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرار داد پر تبصرہ: 133

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلح کی تکمیل : 135

گرامی نامہ مولانا قاری محمد طیب: 135

حیات النبی ﷺ سے متعلق ایک تحقیقی علمی تحریر 139

از:حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ 139

موضوع 144

حیات برزخی : 145

ہمارا عقیدہ : 146

ہمارا دعویٰ : 146

تنقیحات خمسہ :............................ 147

﴿باب سوم﴾

مسئلہ عذاب قبر............................ 150

قبر کا مفہوم؛اہل لغت سے: 152

قرآن پاک سے زمینی قبر کا ثبوت............................ 154

آیت نمبر 1: 154

آیت نمبر2: 154

آیت نمبر 3:............................ 155

آیت نمبر 4:............................ 155

آیت نمبر 5:............................ 155

آیت نمبر 6:............................ 155

آیت نمبر 7:............................ 155

آیت نمبر 8:............................ 156

احادیث مبارکہ سے زمینی قبر کا ثبوت 157

صحیح البخاری کے چند ابواب کا ذکر : 157

صحیح مسلم کے چند ابواب کا ذکر : 158

سنن ابی داؤد کے چند ابواب کا ذکر : 159

جامع الترمذی کے چند ابواب کا ذکر : 160

سنن النسائی کے چند ابواب کا ذکر : 160

سنن ابن ماجہ کے چند ابواب: 160

قبر کے متعلق چند احادیث مبارکہ: 161
حدیث نمبر 1: 161
حدیث نمبر2: 161
حدیث نمبر 3: 162
حدیث نمبر 4: 162
حدیث نمبر 5: 162
حدیث نمبر 6: 163
حدیث نمبر 7: 163
حدیث نمبر 8: 163
حدیث نمبر 9: 163
حدیث نمبر 10: 164
ایک شبہ کا ازالہ: 164

﴿باب چہارم﴾

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم 166
عقیدہ نمبر(1): 167
عقیدہ نمبر(2): 168
عقیدہ نمبر(3): 168
عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم......چند تنقیحات 170
عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پاک سے ثبوت 172
پہلی آیت: 172

امام بیہقی کا حوالہ : 172
ابن حجر عسقلانی کا حوالہ : 172
علامہ سمہودی کا حوالہ : 173
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ : 173
قاضی شوکانی کا حوالہ : 174
علامہ آلوسی کا حوالہ : 174
حضرت تھانوی کا حوالہ : 175
شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب کا حوالہ : 175
علامہ ظفر احمد عثمانی کا حوالہ : 176
دوسری آیت : 176
علامہ سخاوی کا حوالہ : 176
تیسری آیت: 177
امام قتادہ کا حوالہ : 177
امام رازی کا حوالہ : 178
قاضی شوکانی کا حوالہ : 178
علامہ آلوسی کا حوالہ : 179
علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 179
چوتھی آیت: 181
امام قرطبی کا حوالہ : 181
علامہ ابن کثیر کا حوالہ : 182
علامہ ابن حجر عسقلانی پہلا حوالہ : 182

امام ابن حجر کا دوسرا حوالہ : 182

ملا علی قاری کا حوالہ : 183

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ : 184

قاضی شوکانی کا حوالہ : 184

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ : 185

پانچویں آیت : 185

علامہ رحمت اللہ سندھی کا حوالہ : 186

حضرت گنگوہی کا حوالہ : 187

حضرت سہارنپوری کا حوالہ : 187

علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 188

مولانا محمد مالک کاندھلوی کا حوالہ : 188

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا احادیث مبارکہ سے ثبوت 189

حدیث نمبر1: 189

تصحیح حدیث: 189

(1): علامہ ہیثمی کا حوالہ : 189

(2): حافظ ابن حجر کا حوالہ : 190

(3): علامہ سمہودی کا حوالہ : 190

(4): ملا علی قاری کا حوالہ : 190

(5): علامہ مناوی کا حوالہ : 190

(6): شیخ عبدالحق دہلوی کا حوالہ : 191

(7): علامہ عزیزی کا حوالہ : 191

(8): قاضی شوکانی کا حوالہ : 191
(9): قاضی شوکانی کا دوسرا حوالہ : 192
(10):علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ : 192
(11):علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 192
(12): شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کا حوالہ: 192
(13):امام اہل السنت کا حوالہ: 193
حدیث نمبر2: 193
تصحیح حدیث: 193
(1) :علامہ ابن تیمیہ کا حوالہ : 194
(2): علامہ سبکی کا حوالہ : 194
(3):حافظ ابن کثیر کا حوالہ : 194
(4): حافظ ابن حجر کا حوالہ : 194
(5):علامہ سمہودی کا حوالہ : 195
(6):علامہ زرقانی کا حوالہ : 195
(7):علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ : 195
(8):علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ: 195
”ردِ روح “کا مطلب: 196
(1):علامہ عزیزی کا حوالہ : 196
(2):حضرت نانوتوی کا حوالہ : 196
(3):حضرت تھانوی کا حوالہ : 197
(4):حضرت مدنی کا حوالہ : 197

(5):مولانا نعمانی کا حوالہ : 198

حدیث نمبر3: 200

فائدہ: 201

تصحیح حدیث: 201

(1):امام حاکم کا حوالہ : 201

(2) : امام نووی کا حوالہ : 201

(3):ابن عبدالہادی کا حوالہ : 202

(5) :علامہ ابن قیم کا حوالہ : 202

(6) : حافظ ابن کثیر کا حوالہ : 203

(7) : حافظ ابن حجر کا حوالہ : 203

(8) : شیخ عبدالحق دہلوی کا حوالہ : 204

(9) :علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 204

(10):امام اہل السنت کاحوالہ : 204

حدیث نمبر4: 205

تصحیح حدیث: 205

(1): علامہ منذری کا حوالہ : 205

(2): علامہ ابن الملقن کا حوالہ : 206

(3) :حافظ ابن حجر کا حوالہ : 206

(4) :علامہ سمہودی کا حوالہ : 206

(5): ملا علی قاری کا حوالہ : 206

(6):علامہ عزیزی کا حوالہ : 207

(7): قاضی شوکانی کا حوالہ : 207
(8): علامہ زرقانی کا حوالہ: 207
(9):علامہ سندھی کا حوالہ : 207
(10):شمس الحق عظیم آبادی کا حوالہ : 208
(11):امام اہل السنت کا حوالہ : 208
حدیث نمبر5: 208
تصحیح حدیث: 209
(1): امام حاکم کا حوالہ : 209
(2) :علامہ ابن عبد الہادی کا حوالہ : 209
(3): امام ذہبی کا حوالہ : 210
(4):علامہ ہیثمی کا حوالہ : 210
(5):علامہ سخاوی کا حوالہ : 210
(6): علامہ عزیزی کا حوالہ : 210
(7): شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا حوالہ : 211
تشریح حدیث: 211
حدیث نمبر6: 213
تصحیح حدیث: 214
(1): حافظ ابن حجر کا حوالہ : 214
(2): امام سخاوی کا حوالہ : 214
(3): ملا علی قاری کا حوالہ : 214
(4): علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 214

(5) :نواب صدیق حسن خان کا حوالہ : 215
(6): مولانا غلام اللہ خان کا حوالہ : 215
(7) :امام اہل السنت کا حوالہ : 215
حدیث نمبر7: 215
فائدہ: 216
تصحیح حدیث: 216
(1):امام حاکم کا حوالہ : 216
(2): علامہ ذہبی کا حوالہ : 217
(3): علامہ ہیثمی کا حوالہ : 217
(4):علامہ سیوطی کا حوالہ : 217
حدیث نمبر8: 217
حدیث مذکور کے مستدلین: 218
(1)امام بیہقی کا حوالہ : 218
(2): حافظ ابن حجر کا حوالہ : 219
(3):علامہ سخاوی کا حوالہ : 219
(4):علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ : 220

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آثار صحابہ و تابعین سے ثبوت 221

1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: 221
2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: 223
3حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ : 224
4: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ: 224

5: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت: 224

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمائے امت سے ثبوت 225

1: علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ : 225

2:علامہ ابن قیم رحمہ اللہ : 225

3: علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ : 226

4: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ : 226

5: علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ : 226

6: علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ : 227

7:علامہ سخاوی رحمہ اللہ : 227

8: علامہ سمہودی رحمہ اللہ : 228

9:امام سیوطی رحمہ اللہ : 228

10: امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ : 229

11: ملا علی قاری رحمہ اللہ : 229

12: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ : 229

13: علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ : 230

14: علامہ خفاجی رحمہ اللہ : 230

15: علامہ طحطاوی رحمہ اللہ : 230

16: قاضی محمد بن علی شوکانی: 231

17:علامہ شامی رحمہ اللہ : 231

18: علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ : 231

19: نواب قطب الدین رحمہ اللہ : 232

20:مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ : 232
21: سلطان اورنگ زیب عالمگیر : 232
22: علامہ بغدادی رحمہ اللہ : 233

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علماء دیوبند سے ثبوت 234

المہند علی المفند: 234
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی(م 1297ھ) 237
پہلا حوالہ : 237
دوسرا حوالہ: 238
تیسرا حوالہ : 238
چوتھا حوالہ: 238
نوٹ: 238
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م 1322ھ) 238
پہلا حوالہ: 238
دوسرا حوالہ: 239
تیسرا حوالہ: 239
حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری (م 1337ھ) 239
شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م 1339ھ) 240
پہلا حوالہ : 240
دوسرا حوالہ : 240
تیسرا حوالہ : 240
مولانا خلیل احمد سہارنپوری(م 1346ھ) 241

پہلا حوالہ :.. 241

دوسرا حوالہ : 242

تیسرا حوالہ : 243

علامہ محمد انور شاہ کشمیری (م 1352ھ)........................ 243

پہلا حوالہ :.. 243

دوسرا حوالہ : 244

مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ)........................ 245

پہلا حوالہ :.. 245

دوسرا حوالہ : 245

تیسرا حوالہ : 245

چوتھا حوالہ : 246

علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1369ھ)........................ 247

مفتی کفایت اللہ دہلوی (م1372 ھ): 247

پہلا حوالہ :.. 247

دوسرا حوالہ : 248

مولانا سید حسین احمد مدنی (م 1377ھ):........................ 248

پہلا حوالہ :.. 248

دوسرا حوالہ : 249

تیسرا حوالہ : 249

مولانا احمد علی لاہوری (م 1383ھ) 250

پہلا حوالہ :.. 250

دوسرا حوالہ : 250

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م 1394ھ)......................... 251

مولانا ظفر احمد عثمانی (م 1394ھ) 252

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (م1396ھ) 252

مولانا محمد عبداللہ بہلوی (م1398ھ)............................. 252

حضرت مولانا مفتی محمود (م1400 ھ) 252

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (م 1402ھ)................ 253

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی (م1403ھ) 254

پہلا حوالہ :.. 254

دوسرا حوالہ : 254

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید (م1413ھ) 255

مولانا منظور احمد نعمانی (م1417ھ) 255

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر (م 1430ھ): 255

اکابر علماء دیوبند کا مسلک: 256

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکابر دیوبند کا مسلک 258

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان 258

﴿باب پنجم﴾

مسئلہ سماع موتیٰ 260

چند تمہیدی باتیں 261

مسئلہ سماع موتیٰ کے دلائل.. 263

دلیل نمبر 1: 263
مستدلین: 264
(1)حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی(م 852ھ): 264
(2) علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (م 855ھ): 264
(3)سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی (م1014 ھ): 265
دلیل نمبر2: 266
دلیل نمبر3: 266
دلیل نمبر4: 267
مستدلین: 268
(1)امام ابو زکریا یحی بن شرف النووی(م 676ھ): 268
(2) حافظ ابن تیمیہ (م 728ھ): 269
دلیل نمبر5: 269
علامہ یحیٰ بن شرف النووی (م 676ھ):........................ 270
نواب وحید الزمان (م 1338ھ): 271
دلیل نمبر6: 271
دلیل نمبر 7: 272
مستدلین: 272
(1) علامہ ابن عبد البر (م 463ھ): 272
(2) علامہ ابن تیمیہ (م 728ھ): 272
(3) حافظ ابن القیم (م751 ھ): 273
دلیل نمبر 8: 273

دلیل نمبر9: 274
دلیل نمبر 10: 274
مستدلین اور مصححین : 275
(1)امام محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م 671ھ) : 275
(2) حافظ ابن تیمیہ الحنبلی (م 728ھ): 275
(3) ابن عبد الہادی الحنبلی(م 744ھ): 275
(4) حافظ ابن القیم الحنبلی (م 751ھ): 276
(5) علامہ تقی الدین السبکی (م 756ھ): 276
(6) حافظ ابن کثیر دمشقی (م 774ھ): 276
(7) علامہ سمہودی (م911ھ): 277
(8)علامہ طحطاوی الحنفی(م 1231ھ): 277
(9) علامہ سید محمود آلوسی الحنفی(م 1270ھ): 277
دلیل نمبر11: 278
اشکال : 279
جواب : 279
دلیل نمبر12: 281
دلیل نمبر13: 282
دلیل نمبر14: 283

﴿باب ششم﴾

مسئلہ توسل 285

تمہید: 286
لغوی معنیٰ: 286
شرعی معنیٰ: 286
توسل بالدعاء: 286
توسل بالاعمال: 287
توسل بالذات: 287
فائدہ: 288
مذہب اہل السنت والجماعت: 288
مذہب اہل بدعت: 290
منکرین حیات کی چند عبارات: 290
توسل بالذات کا ثبوت: 291
عقلاً ثبوت: 291
اول کی دلیل: 292
ثانی کی دلیل: 293

کتاب اللہ سے توسل کا ثبوت 294

پہلی آیت: 294
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م 1239ھ): 294
علامہ محمود آلوسی بغدادی [م1270ھ]: 295
شیخ عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ(م1336 ھ): 295
شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م1394 ھ): 295
اعتراض: 296

جواب:.. 296
دوسری آیت: 297
آیت کا مفہوم : 297
امام مالک بن انس المدنی (م179ھ): 298
علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م756ھ):............ 299
تیسری آیت: 299
امام ابو عبد اللہ الحاکم (م405ھ) :.................... 299
علامہ زاہد بن الحسن الکوثری (م1371ھ): 300
چوتھی آیت: 300
امام ترمذی (م279 ھ):................................. 301

احادیث مبارکہ سے توسل کا ثبوت............................ 302

حدیث نمبر1:.. 302
اعتراض:.. 302
جواب:.. 302
حدیث نمبر2:.. 306
تصحیح حدیث: 307
مستدلین: 308
حدیث نمبر3:.. 309
تصحیح الحدیث:.. 309
استدلال:... 309
حدیث نمبر4:.. 310

مستدلین: 311
حدیث نمبر5: 311
تصحیح حدیث: 312
فائدہ: 313
توسل کا ثبوت اجماع سے: 313
دلیل نمبر1: 313
دلیل نمبر2: 314
اقوالِ سلف اور مسئلہ توسل: 315
خلیفہ رابع حضرت علی (م40ھ): 315
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (م58ھ): 316
امام مالک بن انس (م179ھ): 317
امام محمد بن ادریس الشافعی [م204 ھ]: 318
امام احمد بن حنبل (م241ھ): 319
امام ابوعیسیٰ ترمذی (م279ھ): 319
امام محمد بن محمد الغزالی [م505ھ]: 320
امام نووی الشافعی (م676ھ): 320
امام کمال الدین بن الہمام الحنفی (م861ھ): 321
علامہ احمد بن محمد القسطلانی [م923ھ]: 321
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1176ھ): 322
المہند علی المفند کا حوالہ: 322
تنبیہ: 323

﴾باب ہفتم﴿

مسئلہ استشفاع عند القبر 324

قرآن پاک سے دلیل : 326

پہلا واقعہ : 331

دوسرا واقعہ : 332

صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسئلہ استشفاع: 334

تصحیح روایت: 335

استدلال : 336

فوائد و مسائل: 336

مسئلہ استشفاع اور حضرات فقہاء کرام اور محدثین عظام: 337

﴾باب ہشتم﴿

مسئلہ عرضِ اعمال 341

پہلا گروہ: 342

دوسرا گروہ : 342

تیسرا گروہ: 343

عرضِ اعمال کا ثبوت 344

دلیل نمبر1: 344

دلیل نمبر2: 344

تصحیح حدیث: 345

استدلال: 346

دلیل نمبر3: 347

تصحیح حدیث: 348

دلیل نمبر4: 348

استدلال: 349

پہلی روایت: 349

عرضِ اعمال اور اکابرینِ امت: 349

عام اموات اور عرضِ اعمال : 352

دلیل نمبر1: 353

دلیل نمبر2: 353

دلیل نمبر 3: 354

دلیل نمبر4: 354

دلیل نمبر5: 354

﴾باب نہم﴿

منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم **355**

دارالعلوم دیوبند **356**

مولانا مفتی سید مہدی حسن : 356

﴾استفتاء﴿ 356

الجواب: 356

دارالعلوم دیوبند **358**

مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی: 358

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی 359

جامعہ خیر المدارس ملتان 365

جامعہ اشرفیہ لاہور 366

دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال 368

سوال : 368

الجواب: 369

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی 374

پہلا فتویٰ: 374

دوسرا فتویٰ: 376

﴿الاستفتاء﴾ 377

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی 378

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی 379

جامعہ خیر المدارس ملتان 380

جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان 381

جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر 382

مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم 383

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور 385

دارالعلوم عید گاہ کبیر والا 385

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا 389

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا 390

اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ: 397

دستخط علماء کرام: 397

رئیس المناظرین مولانا علامہ عبد الستار تونسوی 401

صدر تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان پاکستان 401

مولانا منظور احمد نعمانی 402

جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور: 402

مولانا منظور احمد نعمانی 403

مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر رحیم یار خان 403

نوٹ: 404

مولانا شمس الحق افغانی، مفتی جمیل احمد تھانوی 404

ودیگر علماء کرام 404

جامعہ قاسم العلوم ملتان 411

جامعہ خیر المدارس ملتان 412

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید 415

حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ 416

امیر: جمعیت علماء اسلام پاکستان

خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ 416

خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ 417

سربراہ سپاہ صحابہ پاکستان

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان 418

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عقیدہ ”حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“: 418
علمائے دیو بند کا مزاج و مذاق: 420

شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور 421

جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا محمد جمیل 421

امام تبلیغی مرکز رائے ونڈ، پاکستان

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی 425

مرکزی راہنما اہلسنت والجماعت پاکستان

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا 426

سربراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مفتی محمد عیسیٰ زید مجدہ 426

﴿باب دہم﴾

فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب 431

فرقہ مماتیت سے متعلق مشہور کتب کی فہرست 432

1:المہند علی المفند 435

وجہ تالیف: 435

2: عقائد اہل السنۃ والجماعۃ 440

اس کتاب کی تصدیق کرنے والے علماء کرام 441

3: تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور: 442

4: خوشبووالا عقیدہ 447

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

محترم قارئین! برصغیر پاک وہند اولیاء کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کی اشاعت وتحفظ کا کام اس سرزمین کے باسیوں سے لیا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سرزمین میں بے شمار فتنے بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک فتنہ ”فرقہ مماتیت“ کا ہے، اس فتنہ کے بانی مبانی سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہیں۔ پہلے یہ شخص علمائے دیوبند کا مسلک رکھتا تھا، مگر طبیعت میں تیزی شروع سے پائی جاتی تھی۔ مفسر قرآن، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، پیر طریقت، رہبر شریعت آفتاب نقشبند، مجدد دوران حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور مریدین نے 1957ء میں ”جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ“ کی بنیاد رکھی تو یہ اس کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ مولانا نور محمد کی وفات کے بعد پھر امیر ہوئے۔ تفصیل اصل کتاب میں آگے آرہی ہے۔ شاہ صاحب نے 1958ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اہلِ حق کی جماعت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ کئی

بار صلح کی کوششیں کی گئیں مگر شاہ صاحب اپنی بات پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ مستقل ایک فرقہ وجود میں آگیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک علمائے حق اس فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

وجہ تالیف

ہم نے کچھ عرصہ سے اہل باطل کی طرف سے اہل حق کی تردید میں شائع ہونے والی کتب کے جواب میں اہل حق کے دفاع کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ فرقہ بریلویت پاک وہند کی تحقیقی جائزہ، فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ وغیرہ شائع کر کے بحمد اللہ اہل علم و نظر سے داد تحسین پا چکے ہیں۔ یہ کتب اہل السنت والجماعت عوام کے لیے اپنے مسلک پر مزید پختگی اور اہل باطل کے لیے دعوت فکر کا سامان ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فرقہ مماتیت اس لحاظ سے دیگر فرقِ باطلہ سے زیادہ خطرناک ہے کہ یہ اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتا ہے۔ طرفہ تماشا دیکھیے کہ اس فرقہ کی طرف سے بہت سی ایسی کتب شائع کی گئی ہیں جن میں ہمارے اکابر کو بہت برا بھلا کہا گیا ہے اور مسائل کو غلط رنگ دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ہمارے عقیدے اور نظریے کو غلط بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنے عقیدہ اور نظریہ کے تحفظ کے لئے عوام کے سامنے صحیح صورت حال پیش کریں۔ اگر فرقہ مماتیت کے لوگ یہ کتابیں شائع نہ کرتے تو ہم بھی یہ کتاب نہ لکھتے، کیونکہ ان مسائل پر ہمارے اکابر کی کافی کتابیں موجود ہیں۔

محمد الیاس گھمن

﴿بابِ اول﴾

بانی فرقہ مماتیت...... ایک تعارف

اس باب میں بانی فرقہ مماتیت کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے بانی موصوف کی پیدائش، تعلیم، تربیت اور اخلاق و کردار کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے آئیں گی۔

بانی فرقہ مماتیت کا مختصر تعارف

اس فرقہ کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ عجیب بات ہے کہ تحریک خاکسار کے بانی بھی عنایت اللہ مشرقی تھے (موصوف نے علمائے اہل السنت کے خلاف بہت جگہ پر دل کی بھڑاس نکالی ہے) اور بریلوی مسلک کے مشہور مناظر جو سانگلہ ہل کے رہنے والے تھے ان کا نام بھی ”عنایت اللہ“ ہی تھا۔ چوتھے غیر مقلدین کے ایک مشہور عالم دین جو گجرات ہی میں رہتے تھے وہ بھی عنایت اللہ اثری کے نام سے مشہور تھے۔ ان چاروں میں جو بات قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کے سب قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے نظریات پر آگے بحث آ رہی ہے ان شاء اللہ، یہاں پر موصوف کا کچھ تعارف کرانا مقصود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نام: سید عنایت اللہ شاہ بخاری

والد کا نام: سید جلال الدین

تاریخ پیدائش: شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی تاریخ ہے؟ کیونکہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ”شاہ صاحب 1915ء سے قبل ریاست کشمیر کے علاقہ گوئل میں پیدا ہوئے۔“

(سوانح حیات: ص 26)

1915ء سے قبل کب اور کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اللہ جانے، اس لیے ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت: شاہ صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ”آپ نے آنکھ کھولی تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“ (سوانح حیات: ص 27)

محترم قارئین! آنکھ تو پیدا ہوتے ہی کھل جاتی ہے۔ کیا پہلے دن ہی سے تعلیم

شروع کر دی گئی تھی؟ شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسے احمد رضا کے عقیدت مندوں کا۔

سوانح حیات ص 27 پر لکھا ہے: ”بغدادی قاعدہ اور قرآن پاک کے پہلے پارے کا کچھ حصہ والد صاحب سے اور چوتھے پارے تک والدہ ماجدہ سے پڑھا۔“

کس عمر میں پڑھا؟ یہ معلوم نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا مسجد میں سونا:

سوانح نگار نے شاہ صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ لکھا ہے: ”ابا جی بلاناغہ تہجد کے لیے اٹھا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ ہی سویا کرتا تھا۔ رات کو باقاعدہ مجھے اٹھا کر ساتھ مسجد لے جاتے اور فرماتے: ”اگر سونا بھی ہو تو مسجد میں جا کر ہی سو جانا۔“ شاید اسی تربیت کا اثر ہے کہ زندگی بھر نماز تہجد قضا نہیں ہوتی۔“

(سوانح حیات: ص 27، 28)

یہ واقعہ سوانح نگار کو شاہ صاحب نے خود سنایا ہے۔ اس میں دو باتیں وضاحت طلب ہیں:

1) مسجد میں جا کر سونا۔

2) تہجد مسجد میں جا کر ادا کرنا۔

شریعت میں مسجد میں سونا کیسا ہے؟ جبکہ کوئی خاص عذر بھی نہ ہو یہ تو شاہ صاحب کے ”عقیدت مند“ ہی بتائیں گے اور تہجد تو گھر میں ادا کرنا سنت ہے، نہ یہ کہ مسجد میں اس کی ادائیگی کے لیے سونے کا اہتمام کرنا چاہیے اور یہ کس سن کی بات ہے؟ اس وقت شاہ صاحب کی عمر کیا تھی؟ کچھ معلوم نہیں۔

سکول کی تعلیم:

پانچ چھ سال کی عمر میں اسکول میں داخلہ لیا اور ممتاز و منفرد طالب علم کی

حیثیت سے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ (سوانح حیات ص28)

فارسی ادب اور صرف نحو کی تعلیم:

سوانح نگار لکھتے ہیں: فارسی آپ نے اپنے والد ماجد سے اسکول کی تعلیم کے دوران میں ہی پڑھ لی تھی... علاوہ ازیں صرف ونحو کے ابتدائی قاعدے بھی والد صاحب نے خود پڑھا دیئے تھے۔ (سوانح حیات: ص29)

عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آنا:

اسکول کی تعلیم شاہ صاحب نے صرف نویں جماعت تک مکمل کی، اس کے بعد آپ عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آئے۔....

سوانح نگار لکھتا ہے: ”پہلی مرتبہ دینی علوم کے طالب علم کی حیثیت سے گجرات تشریف لائے۔“ (سوانح حیات: ص29)

آپ جب گجرات صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے پاس آئے، اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا۔ بہرحال آپ نے درس نظامی کی کئی کتابیں یہاں پر پڑھیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ”فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبد الغفور تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک نیز ادب کے علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھی۔“ (سوانح حیات: ص30)

مفتی اعظم آزاد کشمیر سے تلمذ کی داستان:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”انہی دنوں کچھ ایام کے لئے مولانا عبد الرحمٰن صاحب مفتی اعظم آزاد کشمیر گجرات آئے تھے۔ شاہ جی نے ان سے بھی چند اسباق پڑھے۔“

(سوانح حیات: ص30)

کس کتاب کے پڑھے؟ کس مدرسہ میں پڑھے؟ کچھ علم نہیں اور نہ یہ معلوم

ہوتا ہے کہ مفتی اعظم صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں آئے تھے یا کسی اور جگہ؟ گمانِ غالب ہے کہ صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں کا ہی یہ واقعہ ہو۔

بابا اُنہی والوں سے استفادہ:

شاہ صاحب تعلیم کے لئے مستقل طور پر اُنہی تشریف نہیں لے گئے بلکہ صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں جب زیر تعلیم تھے اس وقت صرف کافیہ کے چند اسباق بابا جی سے پڑھے تھے۔ آپ کے سوانح نگار کے بیان کا خلاصہ یہ ہے شاہ جی کی خوش نصیبی ہی کہیے کہ استاذ الکل مولانا غلام رسول صاحب اُنہی والے ایک دیوانی مقدمہ کے سلسلہ میں گجرات آئے اور صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے ہاں دس بارہ دن قیام کیا۔ شاہ صاحب نے علم نحو کی مشہور اور مشکل ترین کتاب جسے علم نحو میں مرکزی حیثیت حاصل ہے (کافیہ) ان ایام میں حضرت الاستاذ سے پڑھی۔ (سوانح حیات: ص30)

مولانا شیخ محمد عبد اللہ ملکے والوں سے اکتساب فیض:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”بعد ازاں آپ نے مولانا شیخ محمد عبد اللہ صاحب ملکے والوں سے اکتساب فیض کیا جو علوم عربیہ خصوصاً ادب اور فقہ میں خصوصی شہرت کے جاہل [اصل کتاب میں جاہل لکھا ہوا ہے، ہونا چاہیے تھا: حامل۔ از ناقل] اور علوم عربیہ کے طلبا کا مرجع تھے۔ آپ نے ان سے علم ادب، علم عروض اور علم وراثت کی کتابیں پڑھنے کے علاوہ عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ کرنے کی مشق بھی کی۔“

(سوانح حیات: ص31)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟ اس وقت آنموصوف کی عمر کتنی تھی؟ اور آپ نے خود ملکے جا کر پڑھا ہے یا یہ بزرگ بھی صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے ہاں جہاں پر آپ زیر تعلیم تھے، آ گئے تھے؟ اور علم ادب میں کون سی کتاب پڑھی؟ علم عروض میں کون سی؟ میراث میں کون سی؟؟ کچھ پتہ نہیں۔

مشکوٰۃ والا سال:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”پھر اپنے استاذ خاص صوفی عبد الرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ شریف اور جلالین بھی پڑھی۔“ (سوانح حیات: ص31)

مشکوٰۃ اور جلالین کس سن میں پڑھی؟ کوئی علم نہیں، صوفی صاحب سے پڑھ کر کیا آپ دورانِ تعلیم ملکے گئے تھے، پھر ملکے سے واپس آکر دوبارہ صوفی عبد الرحمٰن سے مشکوٰۃ پڑھی؟ سوانح نگار بتا سکا نہ شاہ صاحب نے خود یہ وضاحت کی ہے۔ بہر حال جو معلومات شاہ صاحب کی سوانح سے حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ اس طرح بنتا ہے کہ شاہ صاحب نے سکول میں نویں جماعت پڑھ کر صوفی عبد الرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کی۔

شاہ صاحب نے مشکوٰۃ کس سن میں ختم کی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس کا تو ہمیں علم نہ ہو سکا مگر عام رواج کے مطابق مدارس اسلامیہ کے طالب علم مشکوٰۃ شریف کے بعد دورہ حدیث شریف کرتے ہیں اور اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مدارس میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے دورہ حدیث کہاں کیا؟ کس مدرسہ میں کیا؟ یہ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند سے ترمذی شریف پڑھنا:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”پھر دہلی جا کر کچھ عرصہ فقہ کے امام مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں گزارا اور آپ سے ترمذی شریف پڑھی۔“

(سوانح حیات: ص31)

یہاں پر بھی سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب کس سن ہجری میں، کس مہینے میں دہلی گئے، کتنا عرصہ مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھا اور صرف ترمذی ہی کیوں پڑھی مکمل دورہ حدیث حضرت کے ہاں کیوں نہیں پڑھا؟ جب کہ مفتی

صاحب کے ہاں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا جیسا کہ سید محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ضیاء الحق اور مولانا خدا بخش بھیروی سے پڑھا۔ (چمنستانِ اشاعت التوحید والسنۃ: ص180)

جب مدرسہ امینیہ دہلی میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے صرف اور صرف ”ترمذی“ مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی، باقی حدیث کی کتابیں وہاں کیوں نہیں پڑھیں اور ترمذی شریف پڑھنے کے لئے حضرت شاہ صاحب نے کتنا عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں قیام فرمایا؟ یہ سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ اگر شاہ صاحب سارا سال وہاں پر رہے ہیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے پہلے دورہ حدیث مفتی صاحب سے کیا، پھر دوبارہ دوسری جگہ پر کیا، مگر ایسا نہیں ہے اگر یہ بات ہوتی تو شاہ صاحب کے عقیدت منداس بات کو بہت اُچھالتے۔

آنموصوف کی سوانح سے ثابت ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے صرف ترمذی شریف پڑھی تھی، کتنے عرصہ میں؟ یہ پتہ نہیں۔

مولانا شیر محمد شرقپوری سے بیعت ہونا:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”شاہ جی کو محقق عصر علامہ محمد شاہ انور شاہ کشمیری سے قلبی تعلق اور دلی لگاؤ تھا [شاہ صاحب کے سوانح نگار خیر سے ”علامہ“ ہیں اور ہیں بھی عنایت اللہ گجراتی، مگر حالت یہ ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا صحیح نام لکھنا بھی نہیں آتا۔ از ناقل]۔ شاہ صاحب (عنایت اللہ شاہ) گجرات میں تعلیم کے دوران (جس وقت صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے) میں ولی کامل میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے بیعت بھی ہوئے تھا [یہاں پر ہونا چاہیے تھا: ”ہوئے تھے“، چونکہ اصل کتاب میں ”تھا“ لکھا ہوا ہے، ہم نے بھی وہی لفظ لکھ دیا ہے۔ از ناقل] اور انہوں نے فرمایا تھا کہ دیوبند جا کر دورہ پڑھ آؤ۔“ (سوانح حیات: ص31)

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے ابھی تک مکمل دورہ حدیث نہیں پڑھا تھا تب ہی تو میاں شیر محمد صاحب نے فرمایا کہ دیوبند جاکر دورہ پڑھ آؤ۔ اگر مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث پڑھا ہوتا تو پھر یہ نہ کہا جاتا کہ دیوبند میں دوبارہ پڑھ آؤ، یا شاہ صاحب میاں صاحب کو جواب میں کہتے کہ حضرت! میں نے الحمدللہ ایک بار تو دورہ حدیث پڑھ لیا ہے، آپ کے حکم سے دوبارہ دیوبند جاکر بھی پڑھ آتا ہوں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے مفتی صاحب سے مکمل ترمذی بھی نہیں پڑھی ہوگی شاید ترمذی شریف کے کسی سبق میں شرکت کی ہوگی اس لئے سوانح نگار نے لکھ دیا۔ نیز میاں شیر محمد شرقپوری بریلوی طبقہ کے تھے یا دیوبندی طبقہ سے ان کا تعلق تھا؟ ہر آدمی جانتا ہے کہ شرقپوری صاحب بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کے سوانح نگار نے اس کتاب میں کئی جگہ لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے والد ماجد اور چچا جان بڑے عالم فاضل اور مناظر تھے، بہت بڑا علمی گھرانہ تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے شاہ صاحب کی اتنی بھی تربیت نہیں فرمائی تھی کہ وہ اپنے اور بیگانے کو پہچان سکیں۔ خود شاہ صاحب اس وقت کوئی بچے نہیں تھے۔ سکول سے نویں جماعت پاس کرکے صوفی عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے اور یہاں پر کافی عرصہ آپ نے تعلیم حاصل کی، اُولیٰ سے لے کر مشکوٰۃ تک آپ نے یہاں پر پڑھا ہے۔ یہ عرصہ 5 یا 6 سال سے کم نہیں بنتا۔ اگر 5 سال بھی تسلیم کریں تو شاہ صاحب کی بیس سال عمر بنتی ہے۔ مولانا شیر محمد شرقپوری دیوبند سے بھی محبت والا معاملہ فرماتے تھے مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے دیوبند میں سے نہیں تھے بلکہ ان کی تمام چیزیں اور رسوم ورواج بریلویوں والے ہی تھے اور آج بھی اُن کی گدی پر تمام رسوم ورواج اُسی طرح ہیں۔ بیس سال کی عمر تک شاہ صاحب پر یہ راز منکشف نہ ہو سکا۔ آپ کے استاذ صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی آپ کو نہیں بتایا۔

سوانح نگار آگے لکھتا ہے:

"مگر چونکہ شاہ صاحب اس وقت "سورت" جا چکے تھے، اس لئے دیوبند تشریف نہ لے جا سکے بلکہ سیدھے "سورت" پہنچے جہاں مدرسہ محمدیہ راندھر میں داخلہ لیا اور دو سال قیام فرمایا۔" (سوانح حیات: ص 31)

سوانح نگار نے لکھا ہے کہ "اس وقت سورت جا چکے تھے" یہ بالکل جھوٹ ہے، آپ ترمذی پڑھ کر واپس آ گئے تھے یا نہیں؟ سوانح میں تو موجود نہیں ہے، مگر لگتا ایسے ہے کہ شاہ صاحب ترمذی پڑھ کر واپس تشریف لے آئے ہوں گے تب ہی تو میاں صاحب سے ملاقات ہوئی اور دیوبند جانے کی تجویز آپ نے دی۔ اگر یہ تجویز مشکوٰۃ والے سال کے دوران کی ہے تو پھر پہلے آپ مفتی صاحب کے پاس کب گئے تھے؟ "سورت جا چکے تھے" والی بات پھر بھی نہیں بنتی اور آگے جملہ ہے: "سیدھے سورت پہنچے" یہ پہنچنا پہلی بار تھا نہ کہ دوسری بار۔ ہمیں ایسے لگتا ہے کہ سوانح نگار بالکل شاہ صاحب کی تاریخ سے جاہل ہے۔

بہر حال شاہ صاحب نے اس وقت میاں صاحب کی تجویز نہیں مانی، آپ "دیوبند" کے بجائے "سورت" تشریف لے گئے۔

سوانح نگار لکھتا ہے: "پہلے سال ادب، منطق، اصول فقہ اور باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔" (سوانح حیات ص 31)

قارئین کرام! اس عبارت کو بار بار پڑھیں۔ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے اپنے والد، صوفی عبد الرحمٰن، بابا غلام رسول اُنُہی والے، مولانا شیخ محمد عبد اللہ ملکے والوں سے تمام علوم و فنون حاصل کئے، جبکہ سوانح نگار لکھتے ہیں:

"شاہ جی کا بیان تھا کہ میں نے علم صرف کی ابتدائی کتاب قانونچہ کھیوالی صرف 34 دن میں حفظ کر لیا تھا، قانون سب کے سب ازبر تھے، مشکل سے مشکل

تعلیل چند منٹوں میں کرتا اور ادق ترین صیغے نکالنا میرے لئے معمولی بات تھی۔ چنانچہ چند سالوں میں آپ نے مولانا عبد الرحمٰن سے فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبد الغفور تک، منطق و معقول میں حمد اللہ تک، فلسفہ میں میبذی تک، علم معانی وبلاغت میں مختصر معانی تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک، نیز ادب علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھیں اور علوم وفنون میں کافی شہرت حاصل کرلی تھی۔“

(سوانح حیات: ص30)

قارئین! جس نے یہ تمام کتابیں پڑھ لی ہوں بلکہ دوسری ”کافی کتابیں“ بھی پڑھی ہوں، اس کو دوبارہ پھر ادب، منطق، اصول فقہ، پڑھنے کی ضرورت ہے؟ جبکہ سوانح نگار نے وضاحت سے لکھا ہے کہ ”باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بہت سے کتابیں رہتی تھیں جو آپ نے سورت جاکر پڑھی ہیں۔ سوانح نگار ویسے ہی جھوٹ بولنے کا عادی معلوم ہوتا ہے جو شاہ صاحب کی شان بڑھانے کے لئے ادھر اُدھر کی مار رہا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

ایک شخص مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی بھی پڑھ آئے اور پھر سورت میں فنون کی کتابیں بھی مکمل کرے؟ یہ کیسا عجیب طالب علم ہے!

سوانح نگار مزید لکھتاہے: ”اور دوسرے سال دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم رہے۔“ (سوانح حیات: ص31)

یہاں پر بھی شاہ صاحب نے بخاری شریف، مسلم شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف نہیں پڑھی تھیں۔

قراءت و تجوید کا علم:

اس فن میں بھی شاہ صاحب نے کوئی مستقل تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ کوئی اونچے درجہ کے قاری تھے۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ”اور ساتھ ہی ساتھ قرءات و تجوید قاری سید محمد ابراہیم صاحب سے سیکھتے رہے۔“ (سوانح حیات: ص31)

کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ کوئی علم نہیں۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی خدمت میں:

سوانح نگار لکھتا ہے:

”اس کے بعد اقلیم علم کے تاجدار اور علوم متداولہ کے بحر ذخار علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ [یہاں پر بھی نام غلط لکھا ہے۔ از ناقل] کی خدمت عالیہ میں حاضری اور فیوضات کے حصول کی مستقل سعادت ہوئی۔

آپ نے بیان فرمایا کہ جب میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جاتے ہی کشمیری زبان میں چند باتیں کیں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور شاداں و فرحان مجھے مہتمم صاحب کے پاس لے گئے اور فرمایا مولانا یہ ہمارے ایک طالب علم آئے ہیں ان کو داخل فرمالیں۔“ (سوانح حیات: ص32)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟ کچھ علم نہیں۔ مدرسہ محمدیہ راندھر سورت سے آپ کب فارغ ہوئے؟ کوئی اتا پتا نہیں۔ وہاں سے سند ملی یا نہیں؟ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی پڑھنے کے بعد سند ملی یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اگر اصل سند نہیں دی تو کوئی اعزازی سند ضرور عطا کی ہو گی مگر سوانح نگار نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لازمی بات ہے کہ شاہ صاحب مفتی مہدی حسن سے پڑھ کر اگلے سال ہی ڈابھیل گئے ہوں گے۔ شروع سال میں گئے یا درمیان میں؟ کتنا عرصہ وہاں پر قیام

فرمایا؟ حضرت سے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی؟ اس بارے میں سوانح نگار خاموش ہے۔ ہاں البتہ اجمالی طور پر لکھتا ہے:

”چنانچہ شاہ جی حضرت کی خدمت میں رہ کر علم و عرفان کی دولت دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے رہے اور مالا مال ہو کر واپس آئے۔“ (سوانح حیات: ص32)

شاہ صاحب نے مفتی مہدی حسن سے دورے کی جو کتابیں نہیں پڑھیں تھی وہ علامہ کشمیری سے لازمی پڑھنی چاہییں تھیں، خصوصاً بخاری، مسلم، وغیرہ۔ ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے علاوہ شاہ صاحب کے اور کون کون سے استاذ تھے؟ کیوں کہ دورہ حدیث کی تمام کی تمام کتابیں تو علامہ کشمیری نہیں پڑھاتے تھے، لیکن سوانح نگار نے کسی استاذ کا ذکر نہیں کیا یہاں تک تو اولیٰ سے لے کر دورہ حدیث تک کا ”ذکرِ خیر“ ہوا۔

علم تفسیر:

سوانح نگار نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ بلکہ صرف یوں لکھا:

”فراغت کے بعد شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی خاص طرز پر واں بھچراں ضلع میانوالی جا کر قرآن پاک پڑھا اور اجازت حاصل کی اور اسی طرح مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے ملتان جیل میں عبید اللہ سندھی کے طرز پر قرآن پاک پڑھا۔“ (سوانح حیات)

محترم قارِئین! شاہ صاحب کی سوانح حیات سے جو کچھ تعلیم کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے، ہم نے اسے نقل کر دیا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد:

کیا شاہ صاحب نے تدریس فرمائی ہے؟ آپ کی سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مستقل طور پر کسی جگہ بھی تدریس نہیں فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ نمبر 1:

آپ نے کچھ دن ڈابھیل میں خدمت تدریس سر انجام دینے کا فخر حاصل کیا۔ لیکن رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں والدہ ماجدہ کا مکتوب آ گیا جس میں ان کے ایک شدید حادثہ میں مجروح ہونے کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس حادثہ کے بعد شاہ صاحب کو مجبوراً گجرات واپس آنا پڑا۔ (سوانح حیات: ص 35)

اس سے صرف کچھ دن پڑھانا تو ثابت ہوا لیکن کون سی کتاب پڑھائی؟ اس کا پتہ نہیں۔

حوالہ نمبر 2:

واپس گجرات پہنچے اور دولت نگر اپنے وطن میں پورا ایک سال طلباء کو پڑھاتے رہے۔ طالب علم شاہ صاحب کی علمی شہرت سن کر گجرات سے آ گئے تھے۔

(سوانح حیات: ص 35)

گذارش ہے کہ کیا پڑھاتے رہے؟ کتنے طلباء تھے؟ کس مدرسہ میں پڑھایا؟ گھر میں یا مسجد میں؟ سوانح حیات میں کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔

حوالہ نمبر 3:

ایک سال کے بعد مولانا صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب گجرات آ کر پڑھائیں۔ چنانچہ جہاں آپ پڑھتے رہے تھے، وہیں پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ کی علمی شہرت طلباء میں کافی تھی، علم نحو اور علم معانی بڑے شوق سے پڑھاتے تھے۔ (سوانح حیات: ص 35)

سوانح نگار نے یہاں لکھا ہے کہ آنموصوف "کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے" یعنی شمار سے باہر ہے اور صفحہ 36 پر لکھا ہے کہ آپ نے کم و بیش چھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔

حوالہ نمبر4:

درس نظامی مکمل طور پر پڑھایا۔ مشکوٰۃ شریف، جلالین اور ترمذی کئی مرتبہ پڑھائیں۔ (سوانح حیات: ص36)

جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ کل مدت تدریس کی ہے: چھ سال، جس میں سے کئی دن ڈابھیل میں پڑھایا، پھر ایک سال دولت نگر اپنے گاؤں میں، باقی پانچ سال بچتے ہیں۔ اگر آپ کو پہلے سال ہی ترمذی مل گئی تھی تو صرف پانچ سال بنتے ہیں تو یہ ”کئی مرتبہ“ کیسے بن گیا؟ اور جس زمانہ میں آپ صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے اس وقت یہاں پر ترمذی نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ آپ نے مفتی کفایت اللہ سے جاکر پڑھی تھی۔ کس زمانہ میں صوفی صاحب نے ترمذی پڑھانی شروع کی؟ کیا کوئی شاہ صاحب کا عاشق بتا سکتا ہے؟

سب جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مدرس تھے ہی نہیں۔ اگر آپ نے پانچ سال ترمذی پڑھائی تھی تو شاگردوں کے نام تو بتائے جائیں؟ کس مخلوق کو پڑھاتے رہے؟

ایک دلچسپ عنوان:

سوانح حیات ص37 پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے۔

”تبلیغی خدمات“

یہ ٹھیک ہے کہ شاہ صاحب خطیب تھے، جمعہ وغیرہ پڑھا لیتے تھے اور جلسہ میں تقریر کرنے کا آپ کو طریقہ بھی تھا۔ آپ نے دین کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت تک جب تک آپ کے عقائد درست تھے، جب سن 1956ء کے لگ بھگ آپ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھل کر انکار کیا تو اس وقت سے مرتے دم تک آپ کی تبلیغ صرف اور صرف اسی مسئلہ کے گرد گھومتی رہی۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر شاہ صاحب یہ مسئلہ ضرور بیان کرتے تھے کہ مردے نہیں سنتے

اور مر دے سب برابر ہیں، نبی ہو یا کوئی اور۔

سیاسی خدمات میں حصہ:

شاہ صاحب نے مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ العلماء ہند میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر شاہ صاحب مستقل مزاج نہیں تھے بلکہ انتہا پسند آدمی تھے۔ اس لئے کسی جماعت میں بھی زیادہ دیر کام نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوانح میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ کتنا کتنا عرصہ؟ کس جماعت میں کام کیا۔؟

(دیکھئے سوانح حیات ص39)

شاہ صاحب اور پگڑی:

سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی اکثر اور قلی کی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے۔ بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ جی جوانی میں پگڑی بھی باندھا کرتے تھے لیکن پھر پگڑی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ (سوانح حیات: ص41)

سنت سنت کی رٹ لگانے والو! ذرا سوچو!!

طرزِ تحریر:

سوانح نگار لکھتا ہے: "میرا خیال تھا شاہ جی تحریر سے شغف نہیں رکھتے، لیکن آپ کے قلم سے بعض پمفلت [اصل کتاب میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ ہونا چاہیے تھا پمفلٹ۔ از ناقل] اور اشتہارات اور آپ کے مکتوبات دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریر کی طرح تحریر میں بھی بڑی سلاست اور شستگی تھی۔" (سوانح حیات: ص45)

شاہ صاحب نے کوئی کتاب نہیں لکھی:

سوانح نگار لکھتا ہے: "کوئی کتاب نہ لکھنے کی وجہ غالباً پہلے تعلیمی اور پھر تبلیغی مصروفیات اور ناسازی۔" (سوانح حیات: ص45)

یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے، بعض بزرگوں نے کتابیں نہیں لکھیں۔ ہم نے صرف شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کو بتانے کے لئے یہ بات ذکر کی ہے۔

ضروری نوٹ:

شاہ صاحب کے عقیدت مندوں نے شاید اس کمی کو عیب شمار کیا، اس لئے انہوں نے "افادات بخاری" کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ میں شاہ صاحب کے پمفلٹ، اشتہار، انٹرویو اور بعض تقاریر شامل ہیں۔ جمع کرنے والے محمد اشرف سلیم ہیں۔ اس میں بھی قطع و برید کر کے چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔ "نغمہ توحید" کے مضامین سے تقابل کر کے دیکھ لیں۔

محمد اشرف سلیم لکھتے ہیں:

"اگرچہ حضرت شاہ صاحب کو رب لم یزل نے بے شمار خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا، مگر تقریر کی مصروفیت نے انہیں تحریر سے روک رکھا تھا۔ ان کے نقوش قلم کو تلاش کرنا پانی میں نقوش قدم تلاش کرنے کے مترادف ہے۔"

(افادات بخاری: ص 13 تحت عنوان عرض ناشر)

سوانح نگار نے ص 63 پر **"روحانیت و تصوف"** کا عنوان قائم کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ شاہ صاحب پہلے میاں شیر محمد شرقپوری جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، سے بیعت تھے۔ شاہ صاحب میاں صاحب سے کتنا عرصہ روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور پھر دوسری بیعت کیوں کی؟ اور وہ بھی نقشبندی ہی سلسلہ میں جبکہ پہلا سلسلہ بھی نقشبندی ہی تھا، یہ بات سوانح نگار نے نہیں بتائی۔ ص 63 تا ص 80 پر یہ بحث پھیلی پڑی ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ شاہ صاحب نے عمر کے کس حصہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تجدیدِ بیعت فرمائی، ان کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے اور کس سن میں آپ کو خلافت سے نوازا

گیا۔ نیز اس سلسلہ میں ایک خاص بات قابل غور ہے کہ شاہ صاحب ماشاء اللہ سادات خاندان سے ہیں اور خاندان بھی وہ جو ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے پیروں کا خاندان، اور شاہ صاحب کے والد اور چچا جان بھی بڑے مشہور آدمی تھے جیسا کہ سوانح حیات میں موجود ہے۔ تو شاہ صاحب نے اپنا خاندانی سلسلہ جو سرخ لال شاہ بخاری اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت والا تھا، وہ کیوں نہیں چلایا۔

شاہ صاحب کے مرید کی تہذیب:

سوانح نگار نے شاہ صاحب کے حج پر جانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے مرید کی "تہذیب" کا پتہ چلتا ہے۔ سوانح حیات کے مصنف علامہ عنایت اللہ گجراتی سابق خطیب منڈی بہاؤالدین شاہ صاحب کے خاص مریدین میں سے تھے، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ علامہ عنایت اللہ لکھتے ہیں:

1958ء میں جب شاہ جی حج پر جانے لگے تو جامع مسجد کالری گیٹ میں روانگی سے قبل جمعہ کے اجتماع عظیم سے خطاب فرمایا۔ قرآن کریم سے مشرکین مکہ کی قرآن سے دشمنی اور عداوت کے واقعات ارشاد فرماتے رہے، فرمایا: وہ لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ مسئلہ ذرا نرم کرکے (**تیل لگا کر**) سنایا کریں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صاف اور واضح مسئلہ سمجھایا اور بیان فرمایا۔ شاہ جی جوش میں آکر منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: لوگو میں حج پر جارہا ہوں، زندگی کا پتہ نہیں، پھر آؤں یا نہ آؤں، مسئلہ سن لو! میں نے آج تک جو مسئلہ توحید تمہیں سنایا، حق وہی ہے۔ پھر پنجابی میں فرمایا: "**میں مسئلہ رڑے چاہڑ کے جا رہیاں**" یعنی میں مسئلہ بالکل واضح کرکے جارہا ہوں تاکہ کل میدان حشر میں کوئی عذر نہ کرسکے۔ (سوانح حیات: ص109)

قارئین کرام! اصل کتاب میں اسی طرح بریکٹ کے اندر یہ الفاظ ”تیل لگا کر“ لکھے ہوئے ہیں جو شاہ صاحب کے مرید کے ذہن کی عکاسی کر رہے ہیں۔

الہام پر عمل کرنا:

سوانح نگار نے ص110 تا ص114 شاہ صاحب سے متعلق ایک لمبا واقعہ نقل کیا ہے۔ ص113 سطر نمبر13 تا سطر نمبر17 میں ہے: میں نے [شاہ جی نے] عرض کی: حضرت! [مراد حضرت سے مولانا حسین علی ہیں] حدیث بھی آپ مجھ سے سن لیں اور اجازت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: قرآن، حدیث، فقہ، سب کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میں رونے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ڈاڑھی تر ہو گئی، میں نے روتے روتے عرض کی: حضرت اتنا بڑا بوجھ میں کیسے اٹھا سکوں گا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہوا ہے وہی کیا ہے۔ شاہ جی یہ تمام داستان سنا چکے تو اپنے مربی و محسن اور پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور دینی مجاہدانہ کارنامے اور خدمات قرآن کریم کا تذکرہ بھی بڑے پیارے انداز سے فرمایا جو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا سکتا۔ (سوانح حیات: ص113)

اگر شاہ صاحب ماننے پر آئے تو خواب اور الہام کو بھی مان لیتے ہیں، اگر انکار پر آئے تو پھر احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ فوا اسفا

شاہ صاحب کی انفرادی رائے:

سوانح نگار لکھتا ہے: ”ان کی زندگی میں ایسے وقت بھی آئے جب وہ اپنے مؤقف میں اکیلے ہی رہ گئے۔“ (سوانح حیات ص80)

فرق باطلہ سے مناظرے:

سوانح نگار نے ص81 پر عنوان قائم کیا ہے اور ص84 پر ختم بھی کر دیا۔

آپ اسے بار بار پڑھیں اور ہر بار سوانح نگار کو جھوٹ بولنے کی داد دیں۔ ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ شاہ صاحب کے عقیدت مند بالکل احمد رضا خان بریلوی کے عقیدت مندوں کی طرح ہیں۔ جو بات شاہ صاحب میں نہیں پائی جاتی اس کو جھوٹ بول کر ثابت کرنا ہے۔

شاہ صاحب مناظر نہیں تھے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہیئے ۔ مولانا غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین وغیرہ مناظر تھے اس میں کوئی شک نہیں۔ شاہ صاحب نے کبھی بھی کوئی باقاعدہ مناظرہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت ایک واقعہ سے ہوتا ہے جس میں شاہ صاحب نے مسلک بریلویت سے صلح کر لی تھی۔

شاہ صاحب کی مسلک بریلویت سے صلح:

شاہ صاحب جب گجرات تشریف لائے اور کالری دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ اس وقت بریلوی مسلک کے احمد یار خان نعیمی گجراتی بھی گجرات میں پاکستان چوک کے قریب رہائش پذیر تھے اور غوثیہ مسجد کے خطیب تھے۔ شاہ صاحب اور مفتی احمد یار خان کے درمیان کچھ اختلافی مسائل پر "بات چیت" ہوئی، مماتی اس کو باقاعدہ مناظرہ تسلیم نہیں کرتے صرف "بات چیت" کہتے ہیں، جبکہ بریلوی اس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ چلو ہم مماتیوں کی بات مان لیتے ہیں کہ وہ باقاعدہ مناظرہ نہیں تھا، مگر شاہ صاحب بات چیت میں بھی نہ چل سکے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے دستخط فرما دیے۔

مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی (م 1429ھ) لکھتے ہیں:

مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنت والجماعت کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کر گزرتے ہیں اور اگر تساہل (نرمی) اختیار کر لیں تو پھر بریلوی عقائد اور بدعات کو قبول کر کے اس پر دستخط کر کے

بریلویوں کے ساتھ صلح و آشنائی بھی قائم کر لیتے ہیں۔ آج اس راز سے ہم پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے "حکیم الامت" احمد یار گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرمادیے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ 14 ذیقعدہ 1361ھ بروز منگل لالہ فضل پگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت کے بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: "جھگڑے کا خاتمہ" [یہ اشتہار آج تک گجرات کی بعض مساجد میں لگا ہوا ہے۔ از ناقل] وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے، ذرا ان کو ملاحظہ فرمالیں۔

1. مزارات اولیاء پر گنبد بنانا، پختہ عمارت بنانا شرعاً جائز ہے، نیت خیر سے ہو تو مستحب ہے۔ گنبد خضراء رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام شرعاً جائز اور بہت متبرک ہے۔
2. عرس اولیاء اللہ تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں روشنی کرنا، وہاں حاضری دینا شرعاً مستحب ہے۔
3. جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ، اختلاط مرد وزن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہو گا بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہو گا۔
4. حقیقت محمدیہ عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔
5. محفل میلاد شریف تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے ذکر ولادت پاک کرنا،

نعت خوانی کرنا شرعاً جائز ہے، مستحب ہے۔

6. جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

7. بعد نماز پنجگانہ بلند آواز سے مل کر نمازیوں کا یہ پڑھنا کہ صلی اللہ علیك یا رسول اللہ وعلی آلك یا حبیب اللہ، جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔

کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمٰن احمد یار خان مدرس مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات 14 ذیقعدہ یوم سہ شنبہ 61ھ۔

المجیب مصیب عنایت اللہ بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات یوم سہ شنبہ 61ھ 14 ذیقعدہ۔

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنے قلم سے لکھا، جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ”جھگڑے کا خاتمہ“ کا حال بھی عرض کر دیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیے، لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتاً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے:

اوّل: یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلانِ حق نہ کروں۔

دوم: یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کرکے صاف صاف اعلان حق کردوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کرکے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کرکے صاف صاف اعلان حق کردیا۔“ (اعلان حق: ص4)

نیز حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ”جھگڑے کا خاتمہ“ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلانِ حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیداً۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے۔“ (اعلان حق: ص8)

قارئین کرام! حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان حیران کن ہے کہ ”بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیے“ حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا؟! پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ ”بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل

کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا“ یہ اور زیادہ حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم اور حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہر حال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلانِ حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں۔“

(ضرب المہند از مولانا حبیب اللہ ڈیروی: ص 7 تا ص 11)

قارئین کرام! مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں شاہ صاحب کے اس اشتہار کا عکس بھی دیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم بھی اس کا عکس پیش کر رہے ہیں تاکہ شاہ صاحب کے رجوع کی داستان خود موصوف کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ: قارئین کو اگر اس اشتہار کی عبارت پڑھنے میں دشواری ہو تو اس کی کمپوزنگ اگلے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

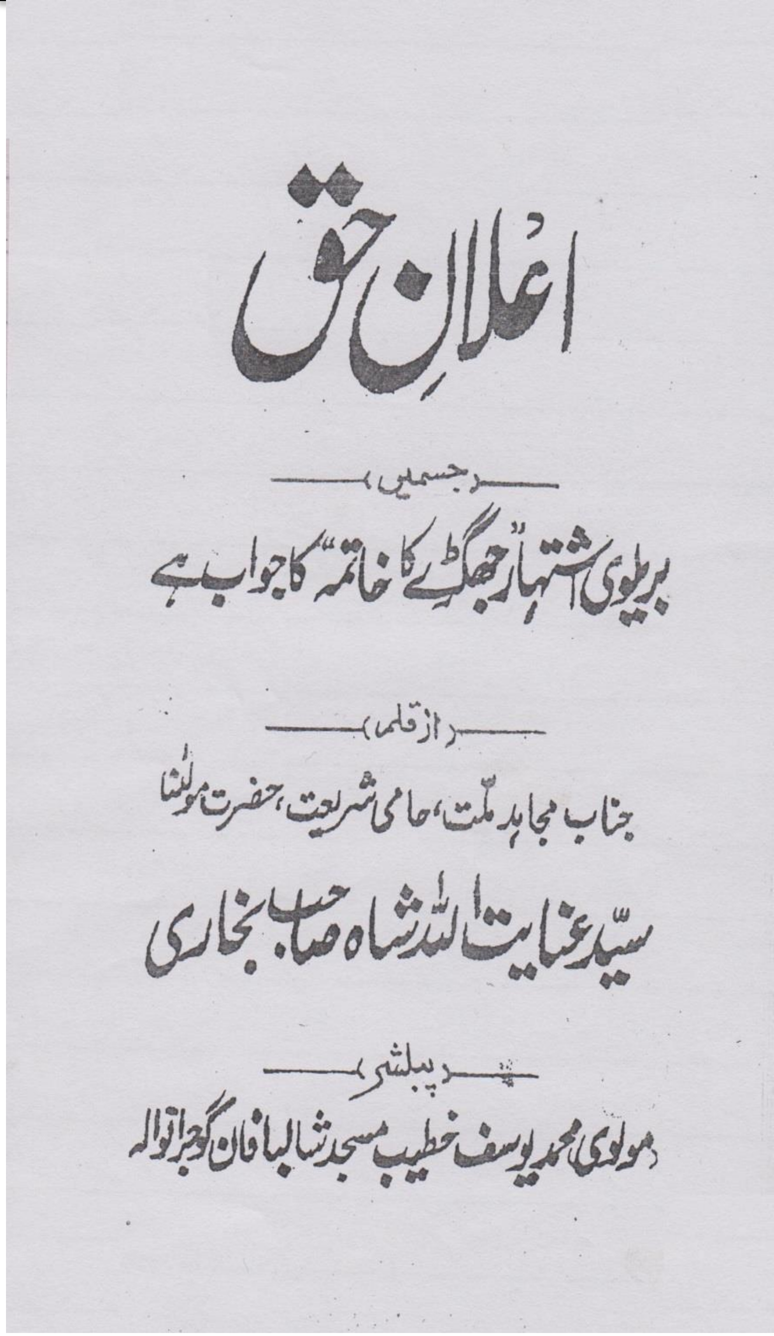

اعلانِ حق

جسمیں

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

از قلم

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولانا

سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

پبلشر

مولوی محمد یوسف خطیب مسجد شالبافان گوجرانوالہ

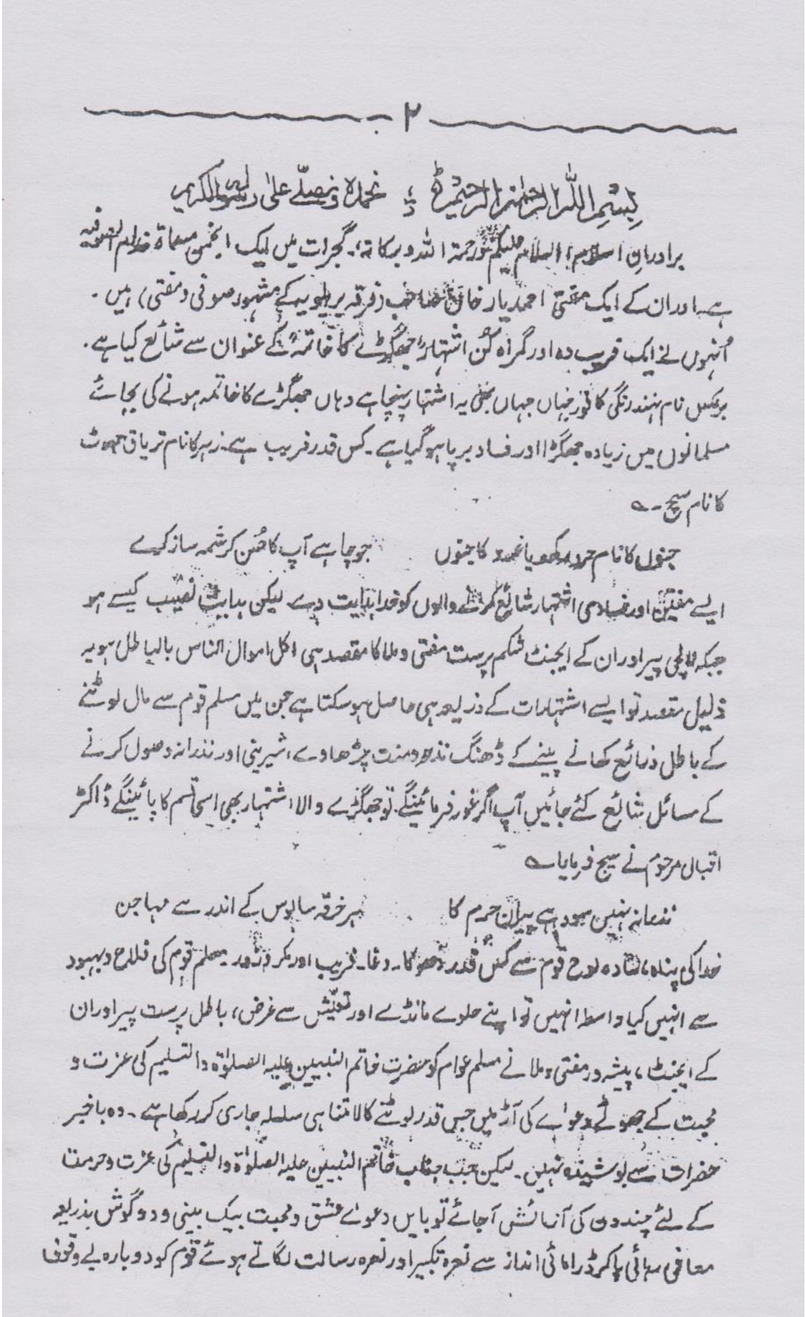

۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گجرات میں ایک انجمن مسماۃ خدام الصوفیہ ہے۔ اور ان کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے۔ زہر کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ۔ ؎

جنوں کا نام خرد رکھدیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتیان اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیر اوران کے ایجنٹ شکم پرست مفتی و ملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر و منت چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائینگے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائینگے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ؎

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ، سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا۔ دغا۔ فریب اور مکر ہو رہا ہے۔ مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر اوران کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و ملانے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت وحرمت کے لئے چندوں کی آزمائش آجائے تو بایں دعوئے عشق و محبت بیک بینی و دو گوش بذریعہ معافی رہائی پا کر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

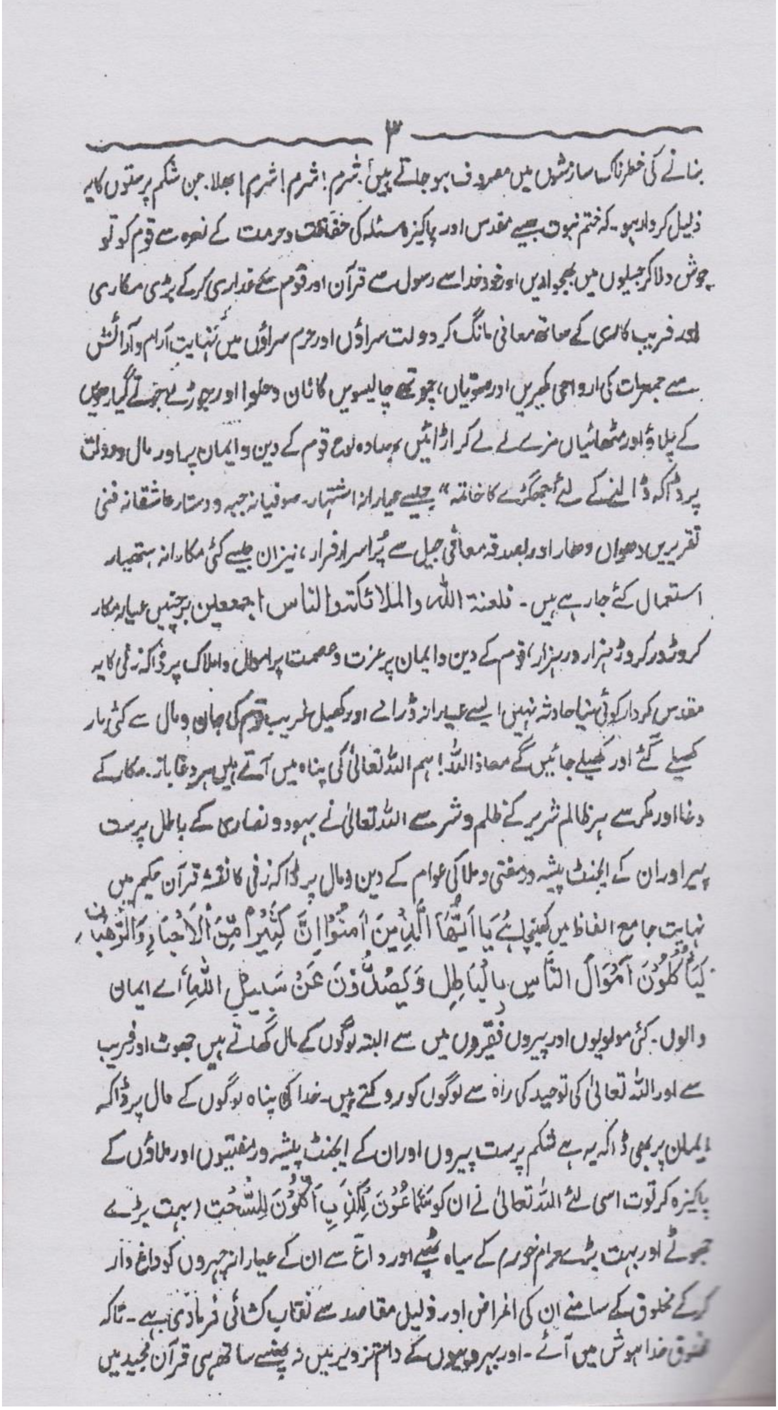

۳

بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں! شرم! شرم! شرم! بھلا جن شکم پرستوں کا یہ ذلیل کردار ہو۔ کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت و حرمت کے نعرہ سے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود خدا سے رسول سے قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام و آرائش سے جمعرات کی ارواحی کھیریں اور سوئیاں، جو تیجے چالیسویں کا نان حلوا اور ریوڑے سمجھتے گیارھویں کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں۔ یہ سادہ لوح قوم کے دین و ایمان پر اور مال و دولت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے "جھگڑے کا خاتمہ" جیسے عیارانہ اشتہار۔ صوفیانہ جبہ و دستار عاشقانہ فنی تقریریں دھواں دھار اور بصدقہ معافی جیل سے پراسرار فرار، نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین برچنیں عیار مکار کروڑ در کروڑ ہزار در ہزار، قوم کے دین و ایمان پر عزت و عصمت پر اموال و املاک پر ڈاکہ زنی کا یہ مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیارانہ ڈرامے اور کھیل فریب قوم کی جان و مال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے معاذ اللّٰہ! ہم اللّٰہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغا باز۔ مکار کے دغا اور مکر سے ہر ظالم شریر کے ظلم و شر سے اللّٰہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی و ملا کی عوام کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اے ایمان والو۔ کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللّٰہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ ایمان پر بھی ڈاکہ یہ ہے شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے پاکیزہ کرتوت اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ ٹھپے اور داغ سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے۔ اور رہبروں کے دام تزویر میں نہ پھنسے ساتھ ہی قرآن مجید میں

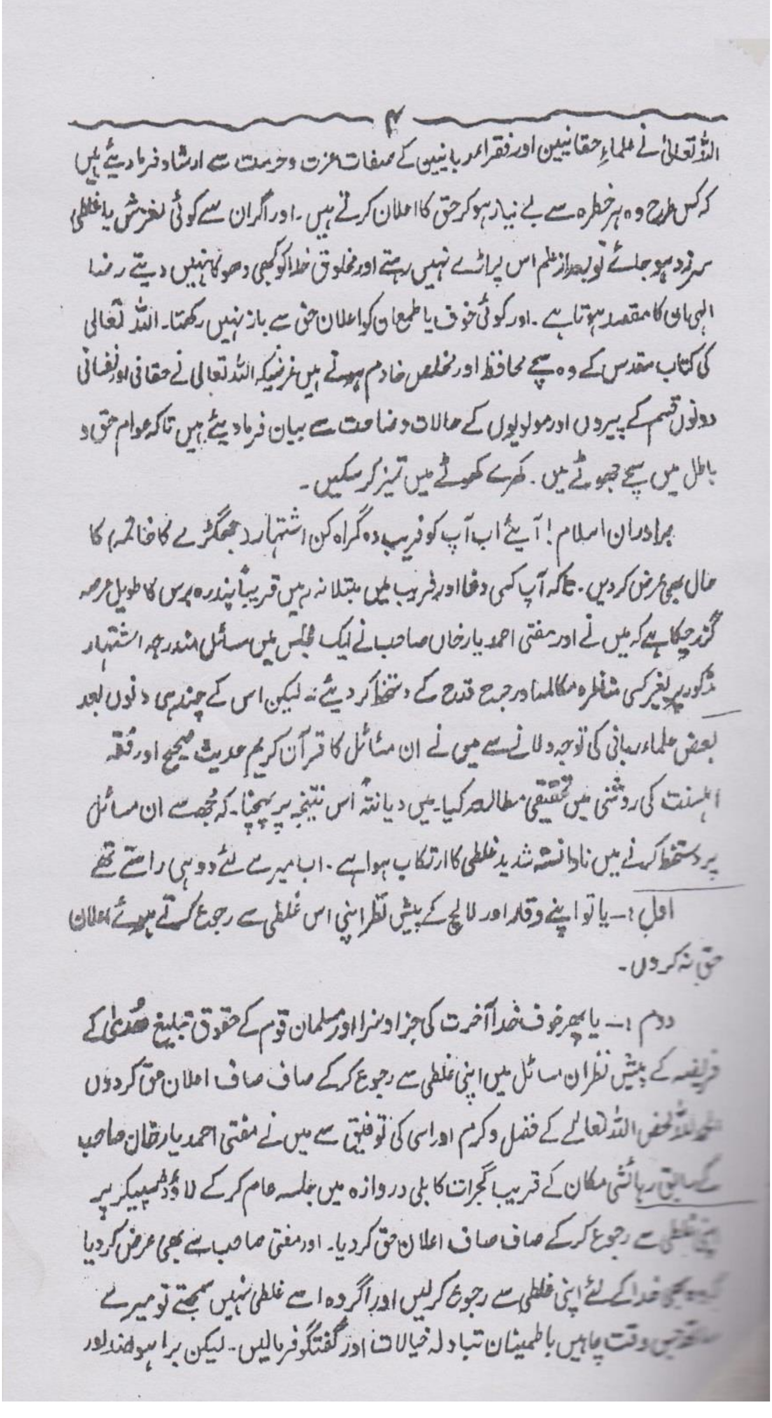

۴

اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکا نہیں دیتے رضاء الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے میں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار د جھگڑے کا خاتمہ) کا حال بھی عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکور پر بغیر کسی مناظرہ مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتۃً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول:۔ یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم:۔ یا پھر خوف خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ھدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرما لیں۔ لیکن برا ہو ضد اور

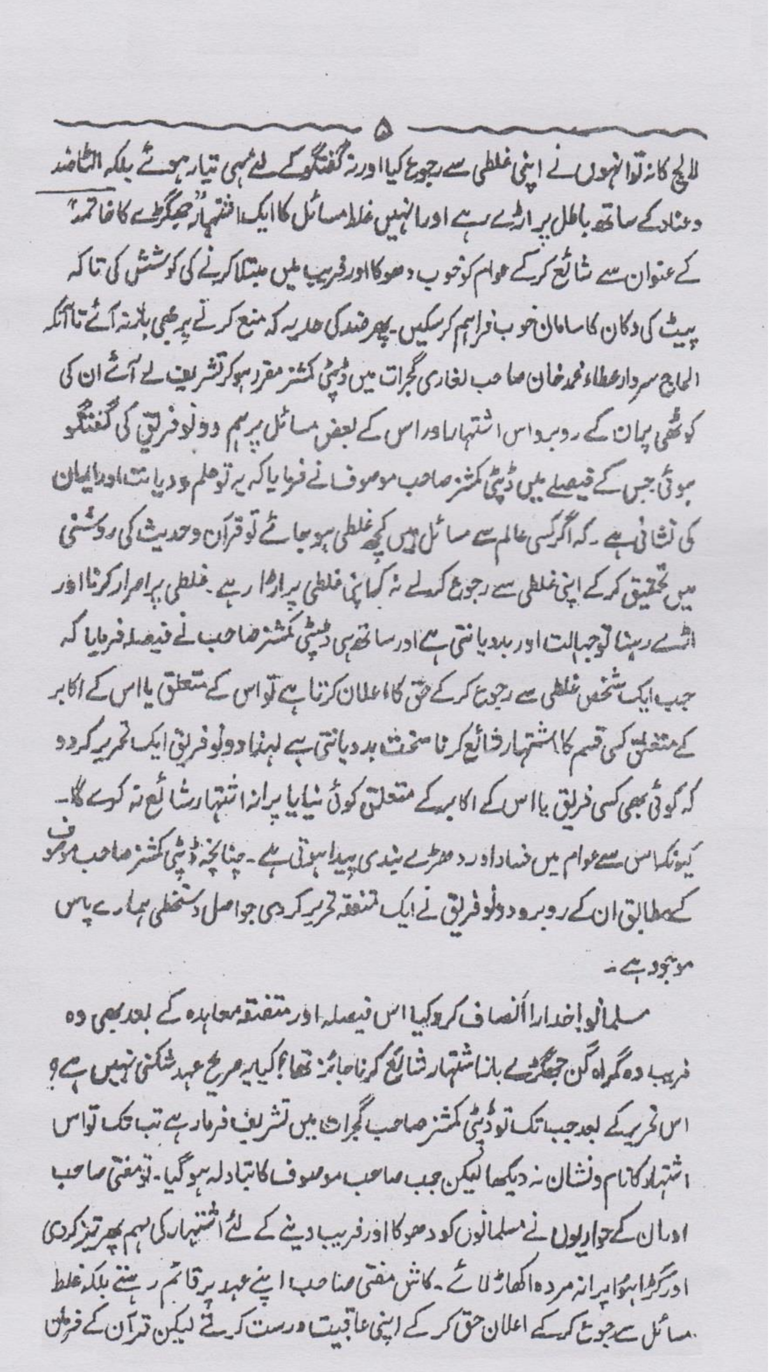

۵

لالچ کا نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لئے ہی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرتے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی کوٹھی پہ ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونو فریق کی گفتگو ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بد دیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بد دیانتی ہے لہذا دونو فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونو فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ گمراہ کن جھگڑے باز اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانہ مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان

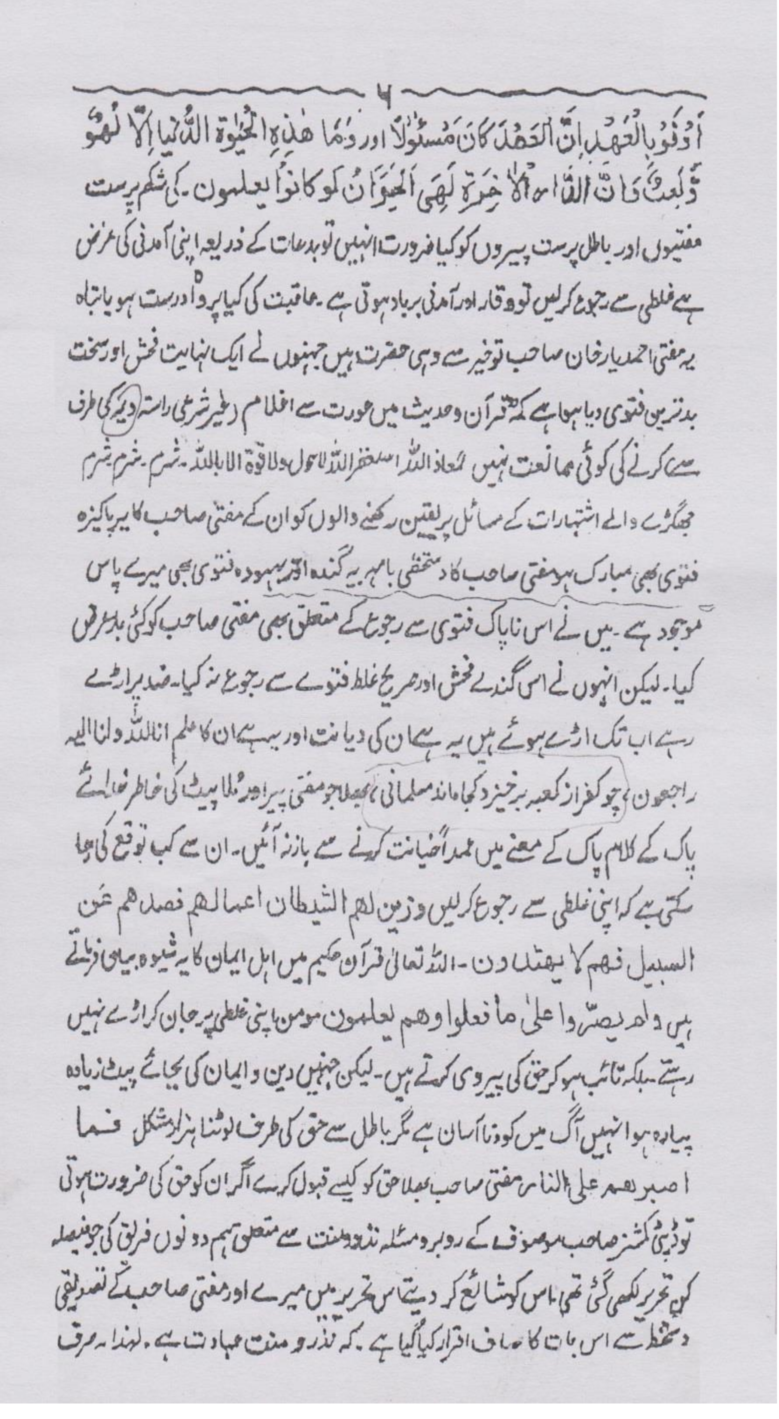

۶

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ کہ شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے ۔ عاقبت کی کیا پرواہ درست ہو یا تباہ یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتوی دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں عورت سے اغلام (بغیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ اللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ شرم ۔ شرم شرم جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتوی بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتوی بھی میرے پاس موجود ہے ۔ میں نے اس ناپاک فتوی سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کیا ۔ لیکن انہوں نے اسی گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا ۔ ضد پر اڑے رہے اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم انا للہ وانا الیہ راجعون ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدائے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں ۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں وزین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون ۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں ۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کرے اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتے اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے ۔ کہ نذر و منت عبادت ہے ۔ لہذا مرف

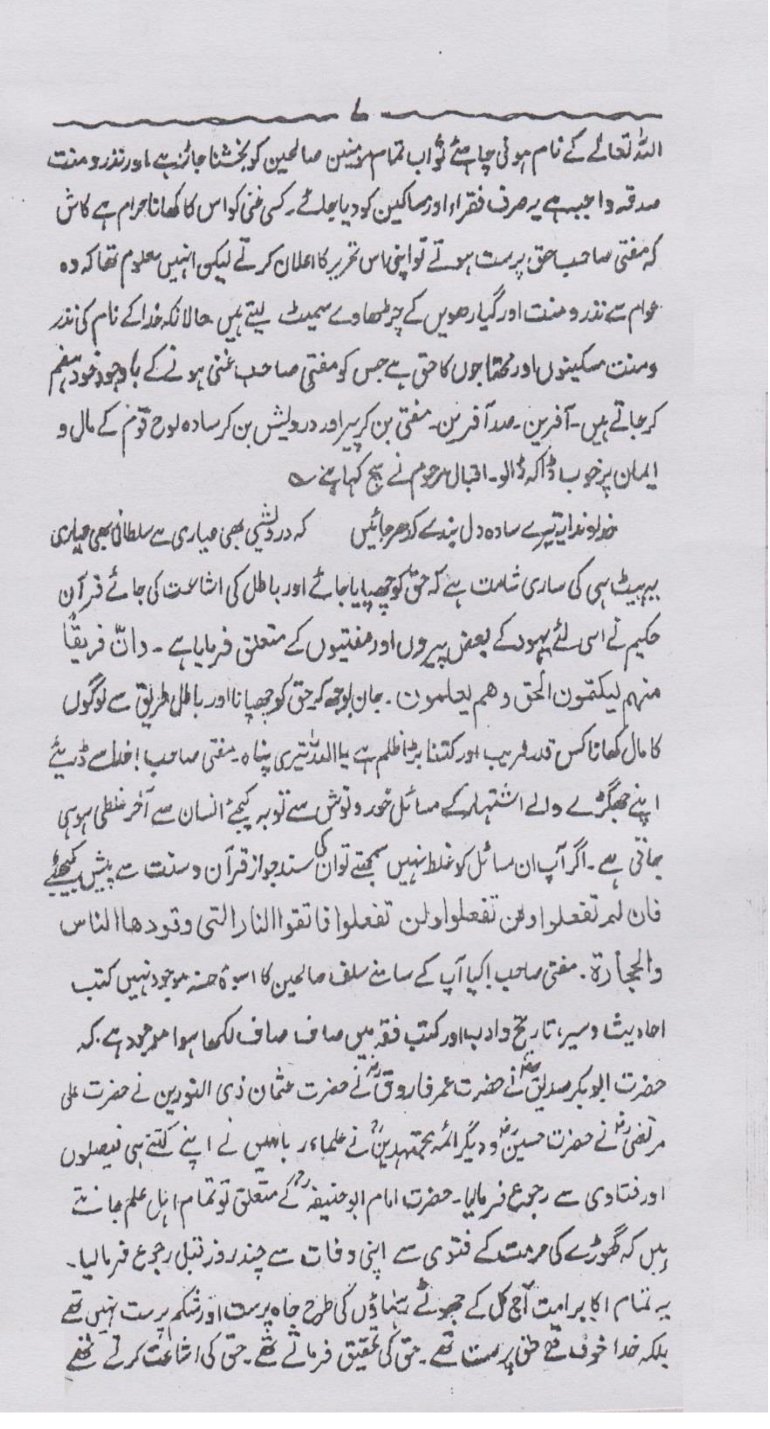

اللہ تعالٰی کے نام ہونی چاہیئے ثواب تمام مومنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقرا اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین۔ صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؂

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں   کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وانّ فریقًا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر فریب اور کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خورد و نوش سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث و سیر، تاریخ و ادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان ذی النورین نے حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت حسینؓ و دیگر ائمہ مجتہدینؒ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاوی سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتوی سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمایا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے لیڈروں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

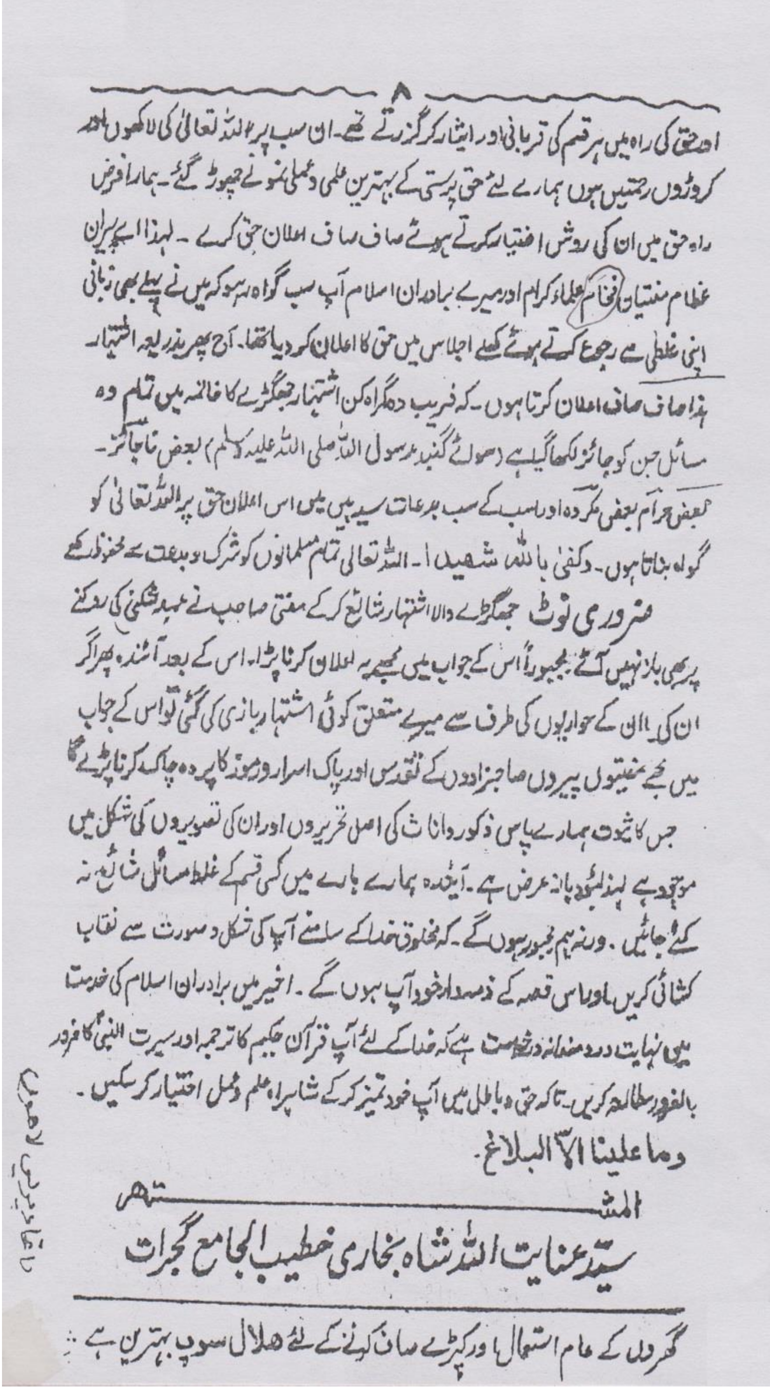

۸

اہل حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں بلکہ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے۔ لہٰذا اے پیران عظام مفتیان فخام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز۔ بعض حرام بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی روکنے پر بھی باز نہیں آئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ذکور و اناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے لہٰذا ملحوظ بالا عرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبیؐ کا ضرور بالفور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

گھروں کے عام استعمال اور کپڑے صاف کرنے کے لئے ہلال سوپ بہترین ہے ::

اتحاد پریس لاہور

اشتہار "اعلان حق" کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گجرات میں ایک انجمن مسماۃ خدام الصوفیہ ہے اور ان کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے، برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے، زہر کا نام تریاق۔ جھوٹ کا نام سچ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتن اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جب کہ لالچی پیر اور ان کے ایجنٹ شکم پرست مفتی وملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو۔ یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع، کھانے پینے کے ڈھنگ، نذر ومنّت، چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں۔ آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکر وزور، مسلم

قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ، انہیں تو اپنے حلوے، مانڈے اور تعیّش سے غرض، باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و مُلّا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ و التسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوۃ و التسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چند دن کی آزمائش آجائے تو بایں دعوے عشق محبت بیک بنی و دو گوش بذریعہ معافی رہائی پاکر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم ! شرم ! شرم ! بھلا جن شکم پرستوں کا یہ ذلیل کردار ہو کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت و حرمت کے نعرہ سے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود خدا سے، رسول سے، قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام و آرائش سے جمعرات کی ارواحی کھیریں اور سویّاں، چوتھے چالیسویں کا نان و حلوا اور جوڑے جوتے، گیارھویں کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں، سادہ لوح قوم کے دین و ایمان پر اور مال و دولت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ”جھگڑے کا خاتمہ“ جیسے عیارانہ اشتہار، صوفیانہ جبہ و دستار، عاشقانہ فنی تقریریں دھواں دھار اور بصدقہ معنی جیل سے پُراسرار فرار نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنة الله والملائكة والناس اجمعین بر چنیں عیار مکار، کروڑ کروڑ ہزار در ہزار۔ قوم کے دین و ایمان پر، عزت و عصمت پر اموال و املاک پر ڈاکہ زنی کا یہ مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیارانہ ڈرانے اور کھیل غریب قوم کی جان و مال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے، معاذاللہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغاباز مکار کے دغا اور مکر سے، ہر ظالم

شریر کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی وملائی عوام کے دین ومال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ترجمہ: اے ایمان والو! کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ، ایمان پر بھی ڈاکہ، یہ ہیں شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے پاکیزہ کرتوت، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ ٹھپے اور داغ سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرمادی ہے تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے اور بہروپیوں کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرمادیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ رضاء الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرمادیئے ہیں، تاکہ عوام حق وباطل میں سچے جھوٹے، کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار (جھگڑے کا

خاتمہ) کا حال بھی عرض کر دیں تا کہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے:

اوّل: یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کروں۔

دوم: یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرمالیں۔ لیکن برا ہو ضد اور لالچ کا، نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لئے تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہی غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار

عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے۔ ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی۔ جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے، نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے۔ لہٰذا دونوں فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانہ اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونوں فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو، کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ، گمراہ کن، جھگڑے باز اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا، تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانہ مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا اور وَمَا هَذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ کی

شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت، انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے۔ عاقبت کی کیا پرواہ، درست ہو یا تباہ، یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بر ترین فتوٰی دیا ہوا ہے کہ ”قرآن وحدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں“۔ معاذاللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شرم، شرم، شرم، جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتوٰی بھی مبارک ہو، مفتی صاحب کا دستخطی با مہر یہ گندہ اور بیہودہ فتوٰی بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتوٰی سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کی، لیکن انہوں نے اس گندے، فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے، اب تک اڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی، پیر اور ملاّ پیٹ کی خاطر خدا پاک کے کلام پاک کے معنٰی میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں ان سے کب توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں: وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ مؤمن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دین وایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل۔ فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کریں، اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذرومنّت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی

اس کو شائع کر دیتے۔ اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے کہ نذر و منّت عبادت ہے۔

لہٰذا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہیئے، ثواب تمام مؤمنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منّت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے، کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے۔ کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منّت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں، حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منّت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے۔ قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے: **وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ** جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس فریب اور کتنا بڑا ظلم ہے۔ یا اللہ تیری پناہ، مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے، اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خور و نوش سے توبہ کیجیے۔ انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت پیش کیجئے۔ **فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ** مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوہ حسنہ موجود نہیں، کتب احادیث و سیر، تاریخ وادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا

موجود ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ودیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاوٰی سے رجوع فرمالیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتوٰی سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے رہنماؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے، بلکہ خدا خوف تھے، حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے، حق کی اشاعت کرتے تھے اور حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں ہوں۔ ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے، ہمارا فرض راہِ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلانِ حق کرے، لہٰذا اے پیران عظام، مفتیان فخام، علماء کرام اور میرے برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ”جھگڑے کا خاتمہ“ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شھیداً ۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے۔

ضروری نوٹ: جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی، روکنے پر بھی باز نہیں آئے، مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا، اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار

بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں، پیروں، صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ذکور واناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے۔ لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل وصورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ و سلم کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں، تاکہ حق وباطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم وعمل اختیار کر سکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری، خطیب الجامع گجرات

اشتہار کی عبارت یہاں تک ختم ہو جاتی ہے۔

شاہ صاحب نے یہ اعلان حق تو شائع کر دیا وہ بھی پندرہ سال کے بعد مگر اُس بات چیت کے بعد پندرہ سال تک پھر اعلان حق کے بعد مرتے دم تک مفتی احمد یار کو مخاطب نہیں کیا جبکہ مفتی احمد یار دوسرا احمد رضا تھا بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے، مفتی احمد یار کی دیگر کتابوں کو چھوڑیے صرف "جاء الحق" کو ہی دیکھ لیجئے، شرک وبدعت اور دیگر رسومات کی تائید میں بہترین کتاب ہے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر بھی اس میں موجود ہے اور شاہ صاحب کے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والوں پر بھی اعتراضات موجود ہیں۔

(دیکھئے جاء الحق ص 417 مسئلہ نمبر 4 ص 420 مسئلہ نمبر 14)

مگر شاہ صاحب کی غیرت ایمانی کہاں گئی تھی؟! ہمارے استاذ محترم مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو تو شاہ صاحب بقول مماتیوں کے ساری زندگی مناظرہ کا چیلنج کرتے رہے، مگر خود ایک بدعتی اور مشرک سے بات نہ کر سکے۔ شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ نہیں کرتے، اس لئے خاص ان کا نام لے کر چیلنج کرتے تھے۔ (تفصیل آگے آتی ہے) مفتی احمد یار خان کی تقریباً تمام کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جس میں علمائے دیوبند کے خلاف نہ لکھا ہو۔ مفتی احمد یار کے بعد اس کا بیٹا مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجرات ہی میں اپنے باپ کا جانشین رہا، مگر شاہ صاحب نے کبھی بھی کسی تقریر میں اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کوئی ثبوت ہو تو منظر عام پر لایا جائے۔ جو آدمی مناظر ہو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ پھر ایسے شخص کے مقابل میں جو شرک وبدعت کا سب سے بڑا ترجمان ہو اور شاہ صاحب کے بزرگوں کو کافر بھی کہتا ہو۔

دوسرے غیر مقلدین کے مشہور عالم دین مولانا عنایت اثری بھی گجرات میں موجود تھے، ان کی گمراہی اور انکار معجزات میں شہرت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کے سخت منکر تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں ان میں موجود تھیں مگر ہمارے علم میں نہیں کہ شاہ صاحب نے کبھی بھی ان کو مناظرہ کا یا "بات چیت" کا چیلنج کیا ہو۔

یہ تو اپنے شہر گجرات کی بات تھی دوسری جگہ کی بھی سن لیں۔ اگر شاہ صاحب نے مناظرے کئے ہوتے تو وہ موجود تو ہوتے یا جس طرح "افادات بخاری" کے نام سے کچھ نہ کچھ شائع کر ہی دیا ہے، کوئی مناظرہ بھی شائع کرتے، شاہ صاحب کا تو اپنا ماہنامہ بھی موجود تھا "نغمہ توحید"، اس میں قسط وار شائع فرماتے۔ جس طرح:

- مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمہ اللہ کے مناظرے۔

- مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا عبد الحق حقانی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے مناظرے
- مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا عبد الستار تونسوی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا منظور احمد چینوٹی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا محمد یوسف رحمانی رحمہ اللہ کے مناظرے۔
- مولانا علامہ خالد محمود کے مناظرے شائع ہو چکے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق شاہ صاحب کے متعلق کہنا کہ وہ بہت بڑے مناظر تھے بالکل جھوٹ ہے۔

مگر سوانح نگار لکھتا ہے: ”شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ اس میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں اور تمام باطل فرقوں سے رضائے الٰہی اور اظہارِ حق کے لئے متعدد مرتبہ مناظرے کئے، ہر مقام پر بحمدہ تعالیٰ سامنے آنے والے خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہو کر ذلیل وخوار اور شرمسار ہوئے اور شاہ صاحب کو قدرت نے فتح وکامیابی سے ہمکنار فرمایا۔“ (سوانح حیات: ص82، 83)

قارئین کرام! اصل حقائق کیا ہیں؟ وہ آپ نے ملاحظہ فرما لیے ہیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ”اس لئے ہم تمام مناظروں کی روئیداد شائع کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہیں، البتہ چند مقامات کا تذکرہ واقعات میں چونکہ ضمناً آ گیا ہے اس لئے ان کا یہاں تحریر کر دینا قارئین کرام کے لئے ضیافت طبع کا باعث بننے سے ان شاء اللہ العزیز خالی نہ ہو گا۔“ (سوانح حیات: ص84)

شاہ صاحب کی یہ سوانح شائع ہوئے آج تقریباً 49 یا 50 سال ہو چکے ہیں کیونکہ طبع اوّل 10 رمضان 1384ھ میں شائع ہوئی تھی، ابھی تک مناظروں کی وہ روئیداد شائع نہ ہو سکی۔ خدا جانے کب وہ وقت آئے گا؟!

واقعات کے ضمن میں جن مناظرانہ واقعات کو سوانح نگار نے نقل کیا ہے، وہ قارئین کرام آپ خود ملاحظہ فرمالیں تاکہ حقیقت سامنے آجائے۔

شاہ صاحب کے واقعات:

علامہ عنایت اللہ گجراتی خطیب جامع منڈی بہاؤالدین جو مودودی بھی تھے اور مماتی بھی، سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے پیر کے زندگی کے حالات لکھے ہیں "**سوانح حیات سید عنایت اللہ شاہ بخاری**" کے نام سے۔ یہ شاہ صاحب کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی اس کی اشاعت کے بعد کئی سال شاہ صاحب حیات رہے۔

اس کتاب کے صفحہ 88 سے لے کر صفحہ 130 تک شاہ صاحب کے تقریباً چالیس واقعات لکھے ہیں۔ مگر بہت سے واقعات شاہ صاحب کی زندگی کے ایسے ہیں جو انہوں نے نقل کرنے مناسب نہیں سمجھے۔ ان میں سے بعض واقعات ہم یہاں پر بغیر ترتیب زمانہ کے نقل کرتے ہیں۔

اہل حدیث کذاب ہیں!

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ناصح مشفق مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر 65ء [اس سے مراد 1965ء ہے۔ از ناقل] کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے: "**ایک غلط بات کالازمی نتیجہ**"۔ پچھلے دنوں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری کی سکھر میں ایک تقریر کا غلط اقتباس شرانگیز تبصرہ شائع

ہوا ہے، جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترجمان اسلام کے حلقہ ارادت کا دفتر جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ترجمان اسلام کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک متعصبانہ ہے جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سکھر میں جمعیت علماء اسلام یا تحفظ ختم نبوت کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ترجمان اسلام کی غلط روش پر عائد ہے۔ (احقر شہاب الدین، خطیب جامع مسجد اللہ والی، بندر روڈ سکھر)

[مولانا غلام غوث ہزاروی نے یہاں تک شہاب الدین مماتی کی بات نقل کی ہے، پھر آگے اس کا جواب دیا ہے۔ از ناقل]

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی آپ کو زیادہ واضح ہوتا جائے گا کہ ترجمانِ اسلام؛ جمعیت علماء اسلام اور تحفظ ختم نبوت سے اس ”احقر شہاب الدین“ کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر رہے ہیں اس شر ذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض و حسد کا شرف حاصل ہے۔ ”احقر شہاب الدین“ ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ ترجمان اسلام کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے جمعیت اور تحفظ ختم نبوت کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے مگر معاف کیجئے کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ترجمان اسلام نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ علماء دیوبند اور مرکزیت دیوبند اور مسلک دیوبند کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کر کے دھوکہ نہ دیں۔ ترجمان اسلام کا قصور۔ ترجمان اسلام کا بڑا قصور جس سے آپ کے شکم

مبارک میں مروڑ اٹھا ہے یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کردی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ کیا یہ بات غلط ہے؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ میں جلسہ میں رفع الیدین کی تردید نہیں کروں گا، البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا۔ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا؟ کیا ریل میں شاہ صاحب [نے] سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی، حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں؟ انہوں نے غنیۃ الطالبین چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی غلط روایت درج کردی۔ اگر ان حضرات کا کذاب کہنا جرم نہیں ہے تو اس کا نقل کرنا کیوں جرم ہے؟

ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی واجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا تو ترجمان اسلام خوشی سے اس کو شائع کرکے گذشتہ اشاعت کی تردید کردے گا۔ احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔ جمعیت علماء اسلام علماء حق کی جماعت ہے اور ترجمان اسلام کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے، چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد وگمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ وتاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ ہم حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں، عذاب قبر کے قائل ہیں، وسیلہ کے قائل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درود وسلام سننے اور اس کا جواب دینے کے قائل ہیں، اکابر علماء

دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب [مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی اس بات سے ہم متفق نہیں ہیں، یہ ملکی سیاست کے اعتبار سے ان کا اپنا خیال ہے۔ از ناقل] نہیں کہتے، بلکہ تحفظ اصول دین کے لیے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو "ترجمان اسلام" شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے اسباب پر مفصل بحث کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ وتبارک۔

(ترجمان اسلام: ص5، مورخہ 24 دسمبر 1965ء مطابق 30 شعبان 1385ھ)

اہل حدیث "اہل حق" ہیں:

شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جو آپ نے کسی شخص کو لکھ کر دی تھی، وہ غیر مقلد عالم مولانا خالد گھرجاکھی بن مولانا مستری نور حسین گھرجاکھی گوجرانوالہ شاگرد مولانا محمد اسمعیل سلفی غیر مقلد نے اپنی جماعت کی تبلیغی رپورٹ میں شائع کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور اہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی کو برحق جانتا ہوں۔ عنایت اللہ، مسجد جامع گجرات، 25 ذوالقعدۃ 1388ھ، 13 فروری 1969ء۔

(اسلام کی امانت سینوں میں ہے ہمارے مع تبلیغی رپوٹ: ماہ جولائی 1982ء ص20)

شاہ صاحب کی اصل تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

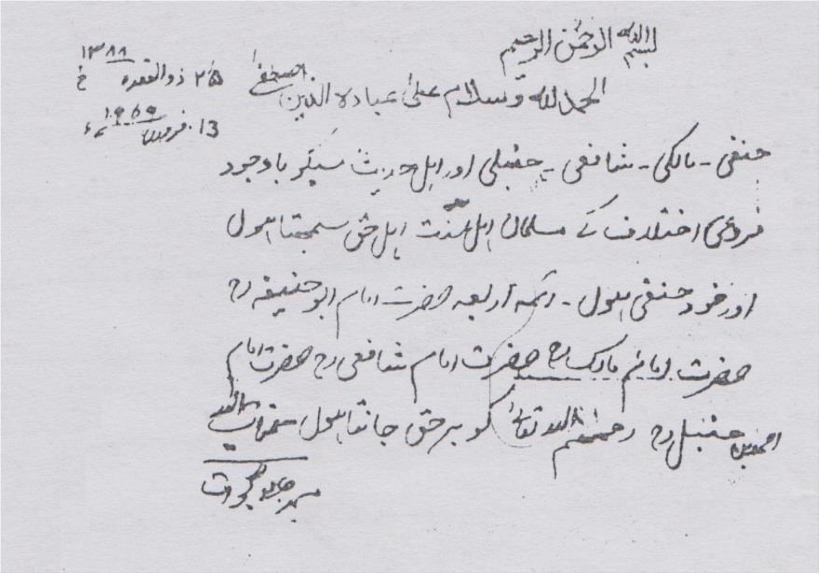

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

13 فروری 1969ء

حنفی - مالکی - شافعی - حنبلی اور اہل حدیث سبکو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں - ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام احمد بن حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں [illegible]

مسجد حاجی گجرات

تبصرہ:

شاہ صاحب کی ان دونوں باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے کہ پہلے اہل حدیثوں کو "کذاب" کہا اور اب "اہل حق" گردانا ہے۔

رسم قل میں شرکت:

اخبار جنگ راولپنڈی 4 ستمبر 1981ء میں ہے: "شیخ الحدیث سید احمد شاہ کی رسم قل میں ممتاز علماء کی شرکت۔

گجرات 3 ستمبر (نمائندہ جنگ) یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں شیخ الحدیث الحاج سید احمد شاہ کی رسم قل نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور حاجی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث ایک بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے، ان کی ساری عمر تبلیغ میں گذری، پنجاب بھر کے ہزاروں فرزندان توحید کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی رسم قل میں

شرکت کی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ ان افراد میں مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الہی سابق صدر پاکستان، علامہ محمد یعقوب اور دیگر افراد شامل ہیں۔

شیعوں کے جلسے یوم علی رضی اللہ عنہ میں شرکت:

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام یوم علی پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے جنگ اخبار راولپنڈی، 5 ستمبر 1975ء۔ یہ یاد رہے کہ اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض حسین تھا، جس کے حکم کے تحت یہ یوم علی کا جلسہ منعقد کیا جارہا تھا۔

[جنگ اخبار کی فوٹو جس میں شاہ صاحب یوم علی کے جلسہ سے خطاب فرمارہے ہیں۔ ازناقل]

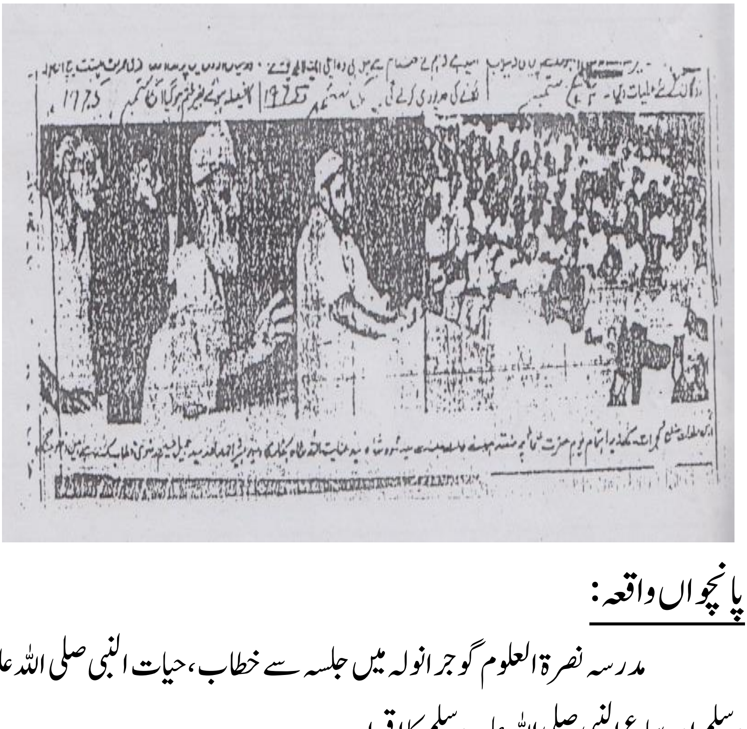

پانچواں واقعہ:

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ میں جلسہ سے خطاب، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار۔

[یہ اختلاف سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ازناقل]

آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درود وسلام (الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ) روضہ اطہر پر پڑھا جاتا ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سماع خود فرماتے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں۔" [اور اس بات کے عینی گواہ آج بھی موجود ہیں ان سے پوچھا جاسکتا ہے۔ ازناقل]

شاہ صاحب اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار:

مولانا حبیب اللہ ڈیروی ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل"

خیر المدارس کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اسکی تردید کی جس کی بناء پر مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ میں تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر رسید کیا لیکن حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیا۔

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کاروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ مسائل میں بحث کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا جاتا ہے نہ کہ لڑائی کے ذریعہ سے، بلکہ لڑنا شکست خوردہ ہونے کی دلیل وعلامت سمجھا

جاتا ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **إذا قاتل أحدکم أخاه فلیجتنب الوجه فإن الله خلق آدم علی صورته۔**

(صحیح مسلم ج2 ص327)

کہ جب تم سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے، تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں جب کہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری فرماتے تھے کہ حیات دنیوی کا عقیدہ رکھنا چاہیے، کیونکہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ”حضرت نانوتوی کا یہ تفرد ہے، اس لئے وہ اپنے اس عقیدہ کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، فلہٰذا دوسرے اکابر علماء دیوبند کا جو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے وہ حیات برزخیہ کا ہے، اس لئے میں حیات برزخیہ کا قائل ہوں۔“

(ضرب المہند از مولانا حبیب اللہ ڈیروی: ص38 تا40)

شاہ صاحب کی وفات:

سوانح نگار نے ص140 پر ”**سانحہ ارتحال**“ کا عنوان قائم کیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب نے کس دن، کس تاریخ کو وفات پائی؟ اس وقت کتنی عمر تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ صاحب کے جنازہ میں:

جو لوگ شاہ صاحب کے جنازہ میں شریک تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ شاہ صاحب کا جنازہ جب گھر سے اٹھا اور نماز جنازہ پڑھانے کی جگہ لے جایا جارہا تھا تو جی ٹی روڈ پر شاہ صاحب کے عقیدت مند نعرے لگا رہے تھے: ”مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے“ اور دوسرا نعرہ لگا رہے تھے: ”بخاری تیرا مشن جاری رہے گا“، بعض کہہ رہے تھے: ”پیر بخاری تیرا مشن جاری رہے گا“، پھر تھوڑی دیر بعد کہہ دیتے: ”مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے“۔ یہ سب کچھ شاہ صاحب کی میت کے پاس یعنی چارپائی اٹھانے والے کہہ رہے تھے، جو شخص ساری زندگی کہتا رہا کہ مردے نہیں سنتے، یہ عقیدت منداس کو سنا رہے تھے۔ بریلویوں کو تو کہا جاتا ہے کہ ”کلمہ شہادت... کلمہ شہادت“ کہنا بدعت ہے، جنازہ خاموشی سے لے جانا چاہیے مگر خود جو چاہیں کریں اس کے باوجود بھی اشاعت التوحید والسنۃ!!

قارئین کرام! ہم نے شاہ صاحب کی سوانح حیات کے مطابق شاہ صاحب کا مختصر سا تعارف پیش کر دیا ہے۔ سوانح نگار نے شاہ صاحب کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، اس لئے ہم بھی کچھ لکھنے سے معذور ہیں۔ سوانح نگار کو بتانا چاہیئے تھا کہ شاہ صاحب نے پہلی شادی کب فرمائی، دوسری شادی کب کی، اولاد کتنی ہے؟ وغیرہ۔ ہمیں تو صرف مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہی کا علم ہے۔ شاہ صاحب اپنے اس بیٹے سے کافی عرصہ ناراض رہے لیکن سوانح نگار نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ یہ بتایا کہ ناراضگی کی وجہ کیا تھی؟

شاہ صاحب اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ:

قارئین! ہم پہلے یہاں پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں کہ وہ کیسے بنی اور اس کے کیا مقاصد تھے؟ ہمارے استاذ محترم امام اہل السنۃ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے رکن رہے ہیں۔

میاں محمد الیاس لکھتے ہیں:

”1947ء میں قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں قادیانی جماعت کا اثر ونفوذ بہت بڑھ گیا تھا اور خدشہ تھا کہ ملک کہیں قادیانی سٹیٹ نہ بن جائے۔ اس کے ازالے کے لئے مجلس احرار اسلام نے دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک چلائی جس کی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا، جس سے علماء کا شیرازہ بکھر گیا اور علماء نے اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق دوسری راہیں اختیار کیں، مثلاً سیاسی ذوق کے حامل اور سیاسی جہد وجہد کرنے والے علماء جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوگئے، رد شیعیت میں دلچسپی رکھنے والے حضرات تنظیم اہل سنت میں شامل ہوگے، تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے ذوق کے حامل علماء نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت تشکیل دی۔

حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ دعوت توحید وسنت اور رد شرک وبدعات کا ذوق رکھتے تھے، ان حضرات نے نومبر 1957ء میں عارف باللہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب (قلعہ دیدار سنگھ) کی امارت میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تشکیل وتاسیس کی تو حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو اس جماعت کا مرکزی نائب امیر بنایا گیا اور 1962ء میں حضرت قاضی نور محمد صاحب کے انتقال کے بعد امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ مقرر ہوئے اور تقریباً ربع صدی تک بطور امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ذمہ داری نبھائی۔ (سوانح حیات: ص9 پیش لفظ)

چمنستان اشاعت التوحید والسنۃ ص90، 91 میں ہے:

”1957ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ ومتعلقین نے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی، تو آپ کو نائب امیر مرکزیہ مقرر

کیا گیا۔ 1962ء امیر جمعیت مولانا قاضی نور محمد کی وفات کے بعد مرکزی امیر مقرر ہوئے اور 1985ء تک اس منصب پر فائز رہے اور اس وقت سے وفات تک اس جماعت کے اعزازی سربراہ اور سرپرست رہے ہیں۔“

مولانا محمد ایاز لکھتے ہیں:

”ایک نئی جماعت کی ضرورت“

چونکہ دیگر دینی پلیٹ فارمز کے ذریعے توحید و سنت کے بے جھجک بیان اور اس کے احیاء میں مصلحتوں کی ہرزہ سائی[اصل کتاب میں ہرزہ سرائی کے بجائے ہرزہ سائی ہی لکھا ہے۔ ازناقل] اور مداہنت کے باعث رکاوٹیں پیش آرہی تھیں، اس لئے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام سے ایک نئی جماعت اور تنظیم کی بنیاد ڈال دی گئی۔“

(اشاعۃ التوحید والسنۃ؛ تعارف تاریخ اور مقاصد: ص 21)

مفتی محمد ایاز مزید لکھتے ہیں:

”جو لوگ اس کے پہلے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے ان میں

- شیخ المحدثین مولانا نصیر الدین غورغشتوی خلیفہ مجاز مولانا حسین علی۔
- شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمن بہبودی خلیفہ اعظم حضرت تھانوی۔
- استاذ العلماء مولانا ولی اللہ اَنُہی والے خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی۔
- شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین خلیفہ مجاز حضرت واں بچھرانوی۔
- شیخ التفسیر مولانا قاضی نور محمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت واں بچھرانوی۔
- خطیب الاسلام مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی۔
- حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب آف بوچھال۔
- حضرت مولانا عبد الواحد صاحب گوجرانوالہ۔

- مولانا عرفان صاحب مانسہروی۔
- مولانا سید نذر شاہ گجراتی۔
- شیخ القرآن مولانا محمد طاہر خان سرحدی پنج پیری خلیفہ مجاز مولانا شاہ حسین علی۔
- مولانا محمد سرفراز خان صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔
- مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو شریف۔
- مولانا صاحبزادہ محمد صادق صاحب فرزند حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی۔
- مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری مرید حضرت واں بچھرانوی۔
- اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان شاگرد مرید خاص جانشین خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی جیسے جید علماء شامل ہیں۔

(اشاعت التوحید والسنت؛ تعارف، تاریخ اور مقاصد: ص23)

جمعیت کا دستور بنانی والی کمیٹی:

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں:

مولانا غلام اللہ خان	مولانا قاضی نور محمد	مولانا قاضی شمس الدین
مولانا عبد الستار	مولانا محمد طاہر پنج پیری	مولانا سرفراز خان صفدر

اور مولانا نور احمد یزدانی نے جماعت کا دستور رقم کیا اور بالآخر مجلس عاملہ نے اس دستور کو منظور کر لیا۔ پہلی جماعت کی ہیئت ترکیبی کچھ اس طرح سے تھی:

(الف) سرپرست

1: استاذ العلماء مولانا ولی اللہ (المعروف اُنہی بابا) میانوال ضلع گجرات

2: صاحبزادہ مولانا محمد صادق (واں بچھراں ضلع میانوالی)

3: شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی (ضلع کیمبل پور)

4: حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود (کٹھیالہ شیخاں)

(ب)امیر

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

(ت)نائب امیر

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات (مرکزی)
حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ (نائب امیر برائے صوبہ پنجاب)
شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر (نائب امیر برائے صوبہ سرحد)
حضرت مولانا عبد الرؤف حیدر آباد (نائب امیر برائے صوبہ سندھ)
حضرت مولانا عرض محمد کوئٹہ (نائب امیر برائے صوبہ بلوچستان)

(ث)ناظم اعلیٰ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان (مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)

(ج)نائب ناظم

مولوی محمد یوسف خان (راولپنڈی)

(ہ)خازن

حاجی فیروز الدین (راولپنڈی)

(اشاعت التوحید والسنت تعارف: ص23، 24)

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں:

”تبلیغ توحید و اشاعت سنت کی داعی جماعت کے اغراض و مقاصد اور جماعت سے وابستہ علماء وصوفیاء، محدثین ومفسرین، علماء و اولیاء کا عقیدہ ومسلک اس مذہبی جماعت کے قیام کا اعلان مورخہ 27 نومبر 1957ء بمطابق 1377ھ کو دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں کیا گیا۔“ (اشاعت التوحید والسنت تعارف: ص27)

قارئین کرام! جمعیت نے اپنا عقیدہ اور نظریہ دس شقوں پر شائع کیا۔ صفحہ

26 پر شق نمبر (5) اور (6) لکھی ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(5) جملہ مسائل اہل سنت والجماعت کو حق سمجھتے ہوئے مسائل فقہ میں مسلک سراج الامۃ امام ابی حنیفہ کی پیروی اور ترویج کرنا۔

(6) جہاں تک ممکن ہو عوام کو سلف صالحین کے مسلک پر چلنے کی دعوت دینا اور ان کے ادب واحترام کی تلقین کرنا۔ (اشاعت التوحید والسنت تعارف: ص 26)

ہم نے یہ ساری کارروائی اس لئے نقل کی ہے کہ جمعیت کے بعض خاص خاص علماء کے حالات اس کتاب میں ہم نے لکھنے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات پر بحث بھی کرنی ہے، اس لئے آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ شخص جمعیت کے ہی فرد ہیں کوئی غیر نہیں۔ دوسرے شاہ صاحب نے کہاں تک ان دونوں شقوں پر عمل کیا ہے؟ یہ بحث آگے آرہی ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بعد میں جمعیت اشاعۃ التوحید سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اس وجہ سے بعض مماتی؛ حضرت رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں مولانا محمد طاہر پنج پیری نے بھی تو جمعیت چھوڑ دی تھی، اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟

مولانا محمد طاہر پنج پیری نے جمعیت کیوں چھوڑی؟:

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی لکھتے ہیں: "1957ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ وخلفاء کے ساتھ مل کر جمعیت اشاعت التوحید والسنت قائم کی اور اس کے صوبائی امیر مقرر کئے گئے تھے۔ شوریٰ میں فیصلہ ہوا تھا کہ کسی نے بدعت کی اور پھر معافی کی بجائے اس پر مصر رہا تو ہم ان سے بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ جب مولانا نصیر الدین غورغشتوی کا فتویٰ شائع ہوا تو ان سے بائیکاٹ کے بارے میں پنجاب کے کچھ علماء

لیت و لعل کرتے رہے، اسی وجہ سے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے علیحدگی اختیار کرکے جماعت اشاعت التوحید والسنت کی بنیاد رکھی، جس کے آپ امیر مقرر ہوئے۔ اس جماعت نے صوبہ سرحد میں دعوت توحید، اشاعت سنت اور تردید شرک وبدعت کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ 1985ء میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات کی تحریک پر پنجاب اور جماعت صوبہ سرحد کی اشاعتی کام کا آپس میں ادغام ہوا اور شیخ القرآن پنج پیر مرکزی امیر منتخب ہوگئے۔“

(چمنستان اشاعۃ التوحید والسنۃ: ص44)

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی نے ”**چمنستان اشاعۃ التوحید والسنۃ**“ میں مفسر قرآن مولانا عبدالحمید خان اختر سواتی رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، لکھتا ہے: ”گوجرانوالہ کے سواتی برادران آپ سے معاصرانہ چشمک میں مشہور و معروف ہیں۔“

(چمنستان اشاعۃ التوحید والسنۃ: ص91،92)

آگے حضرت صوفی صاحب کی ایک عبارت قطع وبرید کرکے بغیر حوالہ کے نقل فرمائی ہے۔ قارئین! ہم حضرت صوفی صاحب کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں، جس سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مقام واضح ہو جائے گا۔ حضرت صوفی صاحب ایک عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں: ”**مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات**“ جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین کی تحریر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے بھی ہیں، ان کو حضرت سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آواز ہیں، مقرر اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلسِ احرار اسلام کے ساتھ وابستہ رہے ہیں اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں۔ ایک زمانہ میں صوبہ پنجاب کی مجلسِ احرار اسلام کے صدر رہ چکے ہیں، آخر

میں کچھ اندرونی اختلاف کی بناء پر مجلس سے کنارہ کش ہو گئے، کم و بیش ربع صدی سے گجرات کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہل بدعت کے خلاف ایک دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں متوازن معلوم ہوتے تھے اتنا ہی خلاف توقع انہوں نے ایک مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا جس کی قطعاً توقع نہ تھی۔

ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام جماعت علماء دیوبند کا اتفاق چلا آ رہا تھا اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا، یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعاء کیا جائے کہ بس جو بات میری سمجھ میں آگئی ہے حق وہی ہے اور دوسرے باطل پر ہیں۔

کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام نہیں کہ سماع موتٰی کے بارہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بد عقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کا ”ٹبر“ تک اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ایک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہلِ بدعت اور مشرکینِ دورِ حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہی آیات عقیدہ حیات النبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتیٰ کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں، بلکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔

کیا یہ سب ابوجہل کا "ٹبر" ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور آدمی سے سرزد ہوتیں تو شاید وہ درخور اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالم دین جس کو بڑے بڑے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہو کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب سے اور مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے تلمذ حاصل ہے، اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا "المہند" جس کو مرتب کرنے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح بھی اچھی نہیں تھی۔

اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی۔ کیا اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے۔ ہمارے خیال میں تمام اکابر خواہ وہ مولانا حسین علی یا مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا اشرف علی تھانوی ہوں یا مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا خلیل احمد اور مولانا احمد علی لاہوری ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہونے والے تھے اور حضرات صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے

نقش قدم پر تھے اور سب اہل حق میں سے ہیں، ان کو بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بناء پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہل باطل اور اہل بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ العیاذ باللہ

بادۂ ساغرت از خون دل یاراں است
وائے اغیار اگر ایں اجر وفا داراں است

(مقدمہ فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ مترجم: ص 43 تا ص 45)

قارئین کرام! ہم نے مکمل عبارت نقل کر دی ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ لوگ کس قسم کے ہیں؟ آئندہ صفحات میں ہم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ نقل کرتے ہیں۔

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ

(1) شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتی:

حضرت صوفی عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ بھی مولانا حسین علی کے خلیفہ مجاز ہیں، علماء دیوبند میں سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں، تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن وحدیث وعلوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں، حبۃً للہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا۔ آپ کے دو دورے مشہور رہے ہیں، بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس میں بعض اوقات سو سو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے ضعف ونقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں، لیکن طالبان طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے۔ سلوک وتصوف میں تشنگان ذوق کو سیراب فرما رہے ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یادگارِ سلف ہیں۔ مزاج، طبیعت اور تحقیقاتِ مسائل اور طرز عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپ کا شعار ہے۔ آپ نے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ ان حضرات کو ان اکابر کے طرز عمل کو سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ بہر حال انہوں نے علم وسلوک دونوں میدانوں میں حضرت مولانا حسین علی سے زیادہ ہی استفادہ کیا ہے اور ان کی بات ہی

قابل استناد ہو سکتی ہے۔" (فیوضات حسینی: ص35)

واضح رہے کہ جس زمانہ میں حضرت صوفی صاحب نے یہ مضمون لکھا تھا، اس وقت حضرت غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔

(2) مولانا ولی اللہ انّہی والے:

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "یہ باباجی کے خویش اوران کے صحیح جانشین ہیں، عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف وکمزور ہو چکے ہیں۔ ان کے شاگرد بھی لاتعداد ہیں۔ یہ بھی ذاکر شاکر اور خدایاد انسان ہیں۔ ان کا روحانی تعلق بھی حضرت مولانا حسین علی کے ساتھ ہے۔"

(فیوضات حسینی: ص36)

(3) مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ:

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، نیک طبع، متقی عالم تھے، پڑھاتے بھی رہے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ واصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔ گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیا ہے۔ بیشمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے۔ نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے۔ حضرت مولانا حسین علی سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ تصوف وسلوک کے مقامات سے واقف تھے، توحید وسنت کی تبلیغ میں شدید انہاک تھا اور اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مسئلہ حاضر وناظر، مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق "صلوۃ الرسول" وغیرہ بہت قیمتی رسائل لکھے ہیں۔ وعظ بڑا موثر اور پر مغز فرماتے تھے۔ قرآن کریم کے درس میں بلا کی

روانی تھی۔ آپ حضرت حسین علی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے [حضرت صوفی صاحب مراد ہیں۔ از ناقل] کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ") تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ اور سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوۃ وسلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔" (فیوضات حسینی: ص36)

(4) مولانا محمد طاہر پنج پیری:

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور دورہ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ "بندہ نے حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں پانچ سال گذارے تھے اور آپ سے حدیث، تصوف اور ھدایہ پڑھا تھا"۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں۔ آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے۔ انگریز کے زمانہ میں آپ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے اور انگریز کے

خلاف جہد وجہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملۃ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء و تشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش! اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔" (فیوضات حسینی: ص39)

یاد رہے کہ جس وقت حضرت صوفی صاحب نے یہ مقدمہ لکھا تھا اس وقت مولانا حیات تھے۔

(5) مولانا قاضی شمس الدین:

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آپ بڑے جید عالم ہیں، علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے پرانے فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے برادر خورد ہیں۔ تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً 18 سال تک پنڈی گھیپ میں تدریس کرتے رہے ہیں۔ یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور اشاعۃ العلوم میں کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے ہیں، پھر گوجرانوالہ میں آگئے......... چند دن وہاں کام کرتے رہے، پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے۔ یہاں سے پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں، آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث پڑھاتے ہیں۔ .... مزاج میں حدت اور شدت بہت ہے، اس لئے ہر جگہ بس ایک:

میخانہ ازل میں جہانِ خراب میں
ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

کانمونہ ہیں یا پھر:

طوفِ حرم میں یا سر کوئے بتاں رہے
اک برق اضطراب رہے ہم جہاں رہے

صرف، نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ **تعلیقاتِ بخاری بنام الھام الباری** (عربی) اور **غایۃ المامول شرح عبد الرسول** (اردو)، قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی آپ نے لکھی ہے جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے جس کا نام "**تیسیر الرحمٰن بتفسیر القرآن**" ہے، اگر یہ مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا [جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، اب ہمارے علم کے مطابق مکمل طبع ہو گئی ہے۔ از ناقل]، جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق ہے قابل قدر ہے، لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے، وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دوسال قبل کی استعمال کی گئی ہے، بالفاظ دیگر "ملا رموزی" کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کے مزاج میں شدت وحدت کے ساتھ ساتھ تعلی وجذباتیت بھی حد درجہ کی ہے۔ جب مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ دیں؛ القول الجلی اور مسالک العلماء، جن میں قاضی صاحب کی جذباتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم وفضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم بھی اتنا ہوتا تو یقیناً بہت زیادہ لوگ آپ سے استفادہ کرتے۔

(فیوضات حسینی ص40، 41)

(6) مولانا غلام اللہ خان:

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "آپ نامور اور جید علماء میں سے

ہیں، عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں، حضرت مولانا حسین علی کے شاگرد اور مرید ہیں، مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں، "**بلغۃ الحیران**" انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، بڑے مقرر اور صاحب طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں، آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ موثر ہوتا ہے، بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کو بہت اجتماع ہوتا ہے، ڈابھیل کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب سے حدیث پڑھی ہے، فنون اَنہی والے بابا صاحب سے پڑھے ہیں۔" (فیوضات حسینی ص 41، 42)

(7) سید احمد حسین شاہ سجاد بخاری:

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں، لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے، ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا، فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے، اس طرح مولانا حسین علی کے طرزِ فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہو گا، بہت سی باتیں تفصیل میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علی کی طرف انتساب واقع کے خلاف ہے۔ سجاد صاحب حضرت مولانا حسین علی کے مریدین میں سے ہیں۔" (فیوضات حسینی: ص 43)

جب مولانا احمد حسین شاہ سجاد بخاری نے تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں مکمل کر کے شائع کروائی تو اس میں بہت سے ایسی باتیں بھی تھیں جو جمہور اہل

السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق نہیں تھیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر جواہر القرآن کے مرتبین کو آگاہ کرنے کے لئے اکابر کے مشورہ سے تفسیر کے بعض مقامات پر تنقید فرمائی اور اسے "**هداية الحيران فی جواهر القرآن**" کے نام سے شائع کر دیا۔ مولانا سجاد بخاری نے حق تسلیم کرنے کے بجائے "**هداية الحيران فی جواهر القرآن**" کے جواب میں "**اقامة البرهان**" شائع کی، پھر اقامۃ البرھان کے جواب میں مفتی عبد القدوس ترمذی بن مفتی عبد الشکور ترمذی نے "**توضيح البيان لمافی هداية الحيران**" لکھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک ایک جلد میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہو چکی ہیں۔

(8) سید محمد حسین شاہ نیلوی:

سید محمد حسین نیلوی صاحب 1341ھ میں نیلہ (ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے، اس وجہ سے "نیلوی" مشہور ہوئے۔ مختلف علماء سے پڑھ کر آخر میں دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی سے پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کئی مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، آخر میں جامعہ عربیہ ضیاء العلوم سرگودھا میں شیخ الحدیث اور مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنف کی ہیں، جن میں خاص طور پر دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

1: **شفاء الصدور (عربی)** اس کا موضوع بحث عدم سماع موتی ہے، اس کا اردو میں ترجمہ محمد امیر بندیالوی نے کیا تھا۔

✪ یہ کتاب "تسکین الصدور" اور "سماع موتی" سے پہلے کی ہے۔

2: **ندائے حق (تین جلدیں)** یہ کتاب پہلے صرف ایک جلد میں تھی، بعد میں اضافہ در اضافہ کی وجہ سے اس وقت تین جلدوں میں ہے۔

✪ ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد

سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے جب اکابر علماء دیوبند کے حکم پر "**تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور**" لکھی تو اس کے جواب میں نیلوی صاحب نے ندائے حق شائع کی، جو ایک جلد میں تھی مگر منکرین حدیث کی طرز پر سب احادیث کا کسی نہ کسی بہانے سے انکار کر دیا گیا۔ امام اہل السنت نے تسکین الصدور میں ایک دعویٰ کیا تھا، نیلوی صاحب نے پوری کتاب میں اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ دعویٰ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام اہل السنت ایک عنوان: "**عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا**" کے تحت لکھتے ہیں:

"بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریبا 1374ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرحِ حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ **من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاء اللہ تعالیٰ الیٰ یوم البعث والجزاء والمیزان۔**" تسکین الصدور: ص290

نیلوی صاحب کی ندائے حق ساری پڑھ لیں، کہیں پر بھی اس دعوی کے خلاف کوئی چیز موجود نہیں۔

پھر استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور طبع دوم میں ندائے حق کا جواب بھی دیا تھا، اس کے بعد نیلوی صاحب کو تو ہمت نہ ہوئی کچھ

لکھنے کی، مگر مماتی خاموش کب رہ سکتے تھے؟!! کئی سال کے بعد پھر ایک مماتی نے ندائے حق سے ماخوذ کرکے ”**آئینہ تسکین الصدور**“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی، مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے بھی اسی طرز پر ”**قہر حق بر صاحب ندائے حق**“ شائع فرمائی اور مولانا حافظ عبد القدوس قارن نے ”**اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور**“ لکھ کر مماتیوں کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات دیے۔

ان کے علاوہ ایک دفعہ گوجرانوالہ کے بعض مماتیوں نے تسکین الصدور پر اعتراض کیا۔ حضرت نے فورا ”**المسلک المنصور فی رد کتاب المسطور**“ لکھ کر منہ توڑ جواب دیا۔ نیلوی صاحب نے آخر عمر میں سیدنا امام حسین کے خلاف بھی ایک کتاب ”**مظلوم کربلا**“ لکھ ماری، جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو جیل جانا پڑا۔ آپ جیل میں شدید علیل ہو گئے اور ملٹری ہسپتال میں 18 فروری 2006ء کی رات وفات پا گئے۔

(9) مولوی محمد امیر بندیالوی:

مولوی محمد امیر بندیالوی 1914ء میں بندیال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، مختلف علماء کرام سے پڑھ کر دورہ حدیث جامعہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ تعلیم کے بعد مختلف جگہ پر تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ کے بعد 1958ء میں بلاک نمبر 18 سرگودھا شہر میں ”جامع مسجد حنفیہ“ میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور یہیں پر آپ نے مدرسہ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کا آغاز کیا۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے نائب امیر بھی رہے۔ آپ نے بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں سید عنایت اللہ شاہ کا ساتھ دیا اور اس مسئلہ پر کتابیں بھی لکھیں۔

1: ”**الاقوال المرضیہ فی احوال البرزخیۃ**“ اس میں عدم سماع موتی پر کافی

بحث موجود ہے۔

2: ”**الصراط المستقیم فی اثبات الحیوۃ البرزخیہ للنبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم**“ اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا گیا ہے۔

3: ”**ترجمہ شفاء الصدور**“ یہ نیلوی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے۔

یکم ستمبر 1971ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہوا۔ عطاء اللہ بندیالوی صاحب آپ ہی کے بیٹے ہیں۔

(10) احمد سعید ملتانی چتروڑ گڑھی (ککڑ ھٹہ):

احمد سعید ملتانی جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے مرکزی مبلغ تھے اور جمعیت اشاعت التوحید والے ان کے نام کے ساتھ جو جو القاب لگاتے تھے، وہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

- ☼ شیخ القرآن
- ☼ امام انقلاب
- ☼ شیخ العرب والعجم
- ☼ ابن تیمیہ وقت
- ☼ شاہِ اقلیم سخن
- ☼ مناظر اسلام
- ☼ قاطع شرک وبدعت
- ☼ امام فن اسماء الرجال وغیرہ وغیرہ۔

احمد سعید چتروڑی نے تعلیم بھی ان ہی لوگوں سے حاصل کی، دورہ حدیث بھی اشاعت التوحید والسنت والوں کے مدرسہ میں کیا، پھر فراغت کے بعد سے لے کر جب تک شاہ صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا شاہ صاحب کی جماعت میں رہا، جب شاہ

صاحب کی مرضی کے خلاف ایک دو باتیں اس نے کہیں تو شاہ صاحب نے اس کو جماعت سے نکال دیا۔ اس کے افکار وخیالات کی تو کافی عرصہ سے شکایات بھی آتی رہتی تھیں، مگر شاہ صاحب نے درگذر کیا۔ جب شاہ صاحب کی اپنی باری آئی اور آپ کی توہین شروع ہوئی تو جماعت کے دستور کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر اس کو جماعت سے نکال دیا گیا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے؟ یہ تو پکی بات ہے کہ وہ عقائد و نظریات جو جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے اِس وقت ہیں، وہ تو سارے تھے مگر یہ شخص ترقی کرتے کرتے منکر حدیث بن گیا اور امام بخاری رحمہ اللہ اور بخاری شریف کے خلاف ایک کتاب لکھ ماری جس کا نام ”**قرآن مقدس اور بخاری محدث**“ رکھا۔

احمد سعید ملتانی؛ دارالعلوم دیوبند کی نظر میں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تتمہ ب ۱۴۳

الجواب وباللہ التوفیق۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً

قرآن مقدس اور بخاری محدث نامی کتاب دار الافتاء کو برائے اظہار رائے موصول ہوئی، یہ کتاب احمد سعید خان صاحب ملتانی کی ہے، یہ کتاب اور اس کے مرسلہ اقتباسات پڑھے، یہ کتاب انتہائی گمراہ کن ہے جگہ جگہ اس میں احادیث نبویہ کا استہزاء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تضحیک وتکذیب کی گئی ہے اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی رواۃ کی برائی کی آڑ میں احادیث کو قرآن کے مخالف اور عقل کے خلاف کہہ کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو خلاف واقعہ، غلط اور جھوٹا کہنا، آپ پر الزام تراشی کرنا، آپ کے کردار کو نازیبا الفاظ میں پیش کرنا، جگہ جگہ احادیث میں شک پیدا کرنا، انہیں خلاف حقیقت ظاہر کرنا، اور ان کو بکواس بتانا مصنف کتاب کی گمراہی کی واضح دلیل

ہے اور مصنف نے چالاکی یہ کی کہ براہ راست احادیث نبویہ کا انکار نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے راویوں پر سارا الزام رکھ کر احادیث کے مضامین کی تردید اور ان کا استہزاء کیا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے وہ چیزیں جو حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوسکتیں، بلکہ وحی الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، ان میں بھی حواس خمسہ کو دخل دیا ہے اور ہر جگہ عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں، اور بدعقیدگی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ مزید برآں مصنف میں ذخیرہ احادیث سے لاعلمی اور کج فہمی بھی پائی جاتی ہے زبان غیر شائستہ اور سوقیانہ ہے بازاری الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ایسا شخص اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، وہ دیوبندیت سے اور اہل حق سے کوسوں دور ہے، ایسے گمراہ شخص کو اپنے جلسوں میں دعوت دینا اور اس کی تقریر سننا ہرگز جائز نہیں، مسلمانوں کو اس سے محتاط رہنا چاہیئے۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔ مفتی دارالعلوم دیوبند

یکم رجب 1429ھ

دارالافتاء والارشاد کراچی کا فتویٰ۔۔۔ اقتباسات:

کتاب قرآن مقدس بخاری محدث میں جو مطالب مذکور ہیں ان غلیظ نظریات کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یا ان کی کتاب صحیح بخاری کی طرف کرنا بالکل غلط ہے اور مولف کتاب کے سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ یہ خود ساختہ مفروضات اور غلیظ مطالب جو مولف مذکور نے کھینچ تان کر بعض احادیث بخاری سے کشید کیے ہیں، بخاری شریف کی احادیث سے کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔ مولف مذکور اپنے اس اقدام میں انتہائی ضال، مضل ہے۔ لہذا اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی اس ضد

اور گمراہی سے رجوع کرے اور امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم امام حدیث اور ولی اللہ کے بارے میں جو یاوہ گوئی اور بہتان تراشی اس کتاب میں کی ہے اس پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرے ورنہ من اذیٰ لی ولیاً فقد اٰذنته بالحرب اور من شذ شذ فی النار کے بموجب سخت خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو۔

1429/1/18

سید عابد علی شاہ

دارالافتاء والارشاد کراچی

الجواب الصحیح (مفتی) محمد

جامعہ دارالعلوم کبیر والا کا فتویٰ۔۔۔اقتباسات:

سعید احمد ملتانی توحید کے نام پر فتنہ انکار حدیث کی آبیاری کر رہا ہے۔۔ فقہی نصوص کے مطابق مصنف مذکور سعید احمد ملتانی [چتروڑی] اپنی تصنیف کے مطابق زندیق، ملحد، ضال، مضل اور اسلام دشمن شخص ہے۔

فتویٰ نمبر 21099 ۔ مورخہ 1429/ 9/ 12

حامد حسن

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ۔۔۔اقتباس:

ہماری تحقیق کے مطابق یہ [احمد سعید ملتانی] منکر حدیث، بددین، زندیق اور قریب بکفر ہے نیز اس نے متواترات کا انکار کیا ہے۔

مورخہ 1429/ 6/ 19۔۔ فتویٰ نمبر 126

مفتی محمد انور اوکاڑوی

مفتی محمد اسحاق

مفتی محمد عبد اللہ

حدیث شریف کا انکار کرنا اس نے شاہ صاحب ہی سے سیکھا تھا، کیونکہ شاہ صاحب ان تمام احادیث کا انکار فرماتے ہیں جن سے:

- مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- وسیلہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
- استشفاع من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- عرضِ اعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح عام سماع موتی اور دیگر احوال برزخ وقبر کے حالات جن احادیث میں آتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ سب کا تو نہیں کرتے، تو ہم کہتے ہیں کہ بعض احادیث کا تو کرتے ہیں۔ جب کہ ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی ان احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بھی یہ کہہ کر ہی ان احادیث کا انکار کرتے تھے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ اسی طرح احمد سعید ملتانی نے کیا ہے۔ احمد سعید کی اس کتاب کے رد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

1) احمد سعید ملتانی؛ آغاز وانجام از مولانا حافظ نثار احمد الحسینی خلیفہ مجاز قطب الارشاد قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (اٹک)
2) امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مولانا عبد القدوس قارن
3) رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مفتی محمد ظفر اقبال
4) عادلانہ جواب از مولانا محمد عمر قریشی
5) چتروڑی کے الزامات کا مسکت جواب از مولانا عبد الکریم نعمانی

چند اور کتابیں بھی اس موضوع پر موجود ہیں یہ کتابیں آج بھی مل جاتی ہیں مجموعی طور پر احمد سعید ملتانی کے متعلق زبردست معلوماتی کتابیں ہیں۔ ہر آدمی کو اپنے پاس رکھنی چاہیئں۔

ان کے علاوہ احمد سعید کی گستاخیاں اور بدزبانیاں جاننے کے لیے جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے خاص رکن اور ماہنامہ "**نعمہ توحید**" کے مدیر پروفیسر محمد ضیاء کی کتاب "**خس کم جہاں پاک**" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب مرکز اشاعت التوحید والسنت لالہ موسیٰ پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ انہی کی ایک دوسری کتاب "**تفسیر یا تحریف**" بھی احمد سعید چتروڑی کے متعلق ہے۔

ان کتابوں کی موجودگی میں ہم احمد سعید کے متعلق کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھ لی جائے۔ احمد سعید کے علاوہ اس وقت بھی جمعیت اشاعت التوحید کے اندر اس قسم کے افراد موجود ہیں جو اس کی طرز پر چل رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی چند قدم آگے ہیں۔ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب سے پنج پیری حضرات کا جمعیت سے الحاق ہوا ہے اس وقت سے وہ جمعیت پر چھا گئے ہیں اور جمعیت کا اصل نام بھی تبدیل کر دیا ہے۔

قارئین! ہم نے جمعیت کی دس شخصیات کا مختصر تعارف یہاں پر لکھ دیا ہے۔ جو مرکزی شخص تھے۔ باقی اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو "چمنستانِ اشاعت التوحید والسنت" کو دیکھ لے، سب اشاعتی نظر آجائیں گے۔

سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عقائد و نظریات

شاہ صاحب جب تک اہل حق کی جماعت [اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی] کے ساتھ رہے اس وقت تک شاہ صاحب کا ادب واحترام بھی سب ہی لوگ کرتے تھے، شاہ صاحب سے تقریریں بھی کراتے تھے اور دیگر پروگراموں میں بھی آپ کو مدعو کیا جاتا تھا مگر جب شاہ صاحب نے بعض مسائل میں خود رائی اختیار فرمائی تو اہل حق سے کٹتے چلے گئے اور حق کی جماعت کو آپ نے دو ٹکروں میں تقسیم کر دیا، اس سے اہل حق کا اتنا بڑا نقصان ہوا جو آج تک پورا نہ ہو سکا۔ اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری شاہ صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ بہر حال شاہ صاحب نے جن مسائل میں تفرد اختیار کیا ان کی وجہ سے آپ اہل حق کی جماعت سے خارج ہو گئے تھے۔ آپ نے جن مسائل میں خود رائی اختیار فرمائی ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

1. زمینی قبر کا انکار
2. حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار
3. سماع موتی کا انکار
4. وسیلہ کا انکار
5. استشفاع عند القبر کا انکار
6. عرض اعمال کا انکار وغیرہ وغیرہ

ہم آگے کتاب میں ان مسائل پر بحث کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شاہ صاحب ان مسائل میں غلطی پر تھے اور ان کے پیروکار آج بھی غلطی پر ہیں۔

شاہ صاحب کے کارنامے:

شاہ صاحب کے کارنامے اور کمالات تو بہت سے ہیں، بعض کی تفصیل مولانا

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی نے ”**ضرب المہند علی القول المسنّد**“ میں فرمائی ہے۔ ہم یہاں پر صرف دو ”کارناموں“ کا ذکر کرتے ہیں:

شاہ صاحب کا پہلا کارنامہ:

پہلا کارنامہ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر اپنی مرضی سے کرنا ہے۔

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ:

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ امت محمدیہ اور اہل حق کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے۔ یہ کارنامہ شاہ صاحب کی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

پہلے کارنامے کی کچھ تفصیل:

شاہ صاحب کے حواری یہ کہتے ہیں کہ اصلی دیوبندی تو ہم ہیں اور یہ حیاتی تو ”بناسپتی دیوبندی“ ہیں، وہ اپنے آپ کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اہل السنت والجماعت ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر جب ان سے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بات ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتے ہیں۔

قارئین! ان سے بات کر کے دیکھ لیں۔

1: آپ ان سے یہ طے کریں کہ آپ بھی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہیں اور ہم بھی دیوبندی ہیں، چلو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات سے فیصلہ کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔ طرح طرح کے بہانے بنائیں گے۔ آپ

- ◎ ”آب حیات“ از مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
- ◎ ”المہند علی المفند“ از مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی بات کریں۔
- ◎ ”نشر الطیب“ از حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔

◎ ”ترجمان السنۃ“ از مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کی بات کریں۔

◎ ”سیرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم“ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

کا حوالہ پیش کریں تو کبھی نہیں مانیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف دعوی ہی دعوی کرتے ہیں، عمل نہیں کرتے، ورنہ کتنی آسان بات ہے کہ امت دوبارہ اکٹھی ہو جائے، لمبی چوڑی بحثوں میں پڑنے کی بجائے آسانی سے مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔

2: یہ اپنے آپ کو ”حنفی“ کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صرف فقہائے احناف سے کرا لیتے ہیں۔ ہم صرف فقہائے احناف سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کریں گے، آپ کسی مستند حنفی عالم سے یہ ثابت کریں کہ

”وفات کے بعد قبر میں........ اگر آپ لفظ ”قبر“ سے پریشان ہوتے ہیں تو ”برزخ“ میں........ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ روح مبارک کا تعلق کسی حیثیت سے بھی نہیں ہے اور قیامت کے دن سے پہلے جسم اقدس کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی آپ درود و سلام سنتے ہیں۔“

اگر ہے ہمت تو کوشش کر کے دیکھ لیں۔ جب یہ اپنا عقیدہ علماء احناف سے بھی ثابت نہ کر سکیں اور ابھی تک کر بھی نہیں سکے تو یہ پھر حنفی بھی نہیں ہیں، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی فقہاء سے بھی کوشش کر کے دیکھ لیں، یوں یہ حضرات مذاہب اربعہ سے اپنا خود ساختہ عقیدہ ثابت نہ کر کے اہل سنت والجماعت سے مکمل خارج ہو جاتے ہیں۔

جب سب طرف سے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو شور مچاتے ہیں کہ جی! یہ کوئی مناظرہ یا بات کرنے کا طریقہ ہے؟ کیا یہ لوگ کوئی شرعی دلیل ہیں؟ شرعی دلائل

تو چار ہیں، ان سے بات کرنی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات آپ کی بالکل ٹھیک ہے، مگر ہر ایک جماعت اور فرقہ سے بات کرنے کا طریقہ جدا جدا ہوتا ہے، جو لوگ خدا کو نہیں مانتے بات تو ہمارے اکابر ان سے بھی کرتے ہیں، یہودی، عیسائی، پارسی، ہندو وغیرہ یا دنیا میں اس وقت جو باطل مذاہب ہیں کیا ان سے مسلمانوں کے مناظرے نہیں ہوتے؟ لازمی بات ہے کہ ہوتے ہیں مگر ہر ایک سے مناظرہ کرنے کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ آپ نے ادلہ اربعہ کی بات کی ہے، بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو جب ہم نے کہا کہ فقہاء احناف یا چاروں ائمہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے ثابت کرو تو یہ قیاس کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ اہلسنت والجماعت سے ثابت کرو تو اجماع کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت کرو تو دوسری دلیل کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہم تو ادلہ اربعہ سے ہی مناظرہ کرتے ہیں مگر عوام کو آپ کے دھوکہ سے بچانے کے لئے ترتیب بدلی ہے۔ اگر آپ صرف اور صرف قرآن کا دعوی کرتے فرقہ اہل قرآن کی طرح تو آپ کے پہلے نمبر پر ہی قرآن سے بات کرتے۔ چلو اب قرآن سے بات ہو گی۔

قارئین کرام! ہم نے کہا تھا کہ شاہ صاحب اور ان کے حواری تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

مماتی اور قرآن:

اب آپ سے کوئی مماتی فرقے کا شخص قرآن قرآن کی رٹ لگائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس سے یہ بات طے کریں کہ میں اگر کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہوں تو آپ اسے تسلیم نہیں کریں گے اور جو آپ ترجمہ یا تفسیر کریں گے میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تو فیصلہ کس طرح ہو گا؟ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ آپ اپنی مرضی کریں اور نہ میں اپنی مرضی کرتا ہوں، آپ بھی خود دیوبندی کہتے ہیں اور

میں بھی دیوبندی ہوں، ہم دونوں دیوبند مسلک کے کسی مستند عالم دین مفسر قرآن کی تفسیر کا انتخاب کر لیتے ہیں، آپ بھی اس کے پابند ہو جائیں اور میں بھی ہو جاتا ہوں، تو ایسا کرتے ہیں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ ”تفسیر معارف القرآن“ کا انتخاب کر لیتے ہیں، یقین جانیے کبھی بھی کوئی مماتی تیار نہیں ہو گا۔

اگر مماتی یوں کہے کہ یہ تفسیر درست نہیں تو آپ اس مماتی سے کہیں: کیوں؟ یہ تفسیر کیوں درست نہیں؟ کیا مفتی صاحب کو قرآن نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے؟ آپ کیوں نہیں مانتے؟ آپ بھی ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ اب یہاں پر المہند کی تو بات نہیں ہو رہی، قرآن کی بات ہو رہی ہے، مگر مماتی کبھی نہیں مانے گا۔ پھر آپ اس مماتی سے کہیں: بقول آپ کے مفتی شفیع صاحب کو تو تفسیر کا علم نہیں تھا، وہ صرف مفتی تھے، چلو! مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ والا ”**معارف القرآن**“ دیکھ لیتے ہیں، اس سے فیصلہ کر لیں گے، وہ تو دیوبند میں شیخ التفسیر رہ چکے ہیں۔

اگر مماتی اب بھی نہ مانے تو پھر مفتی عاشق الٰہی کی تفسیر ”**انوار البیان**“ کا نام لے لیں، پھر ”**تفسیر عثمانی**“ کا نام لیں، علماء دیوبند کی تفسیروں کے بعد شاہ عبد العزیز کی ”**تفسیر عزیزی**“ کا نام لیں، اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی کی ”**تفسیر مظہری**“ کا نام لیں، یقین مانیے! کوئی مماتی آپ سے اس طرح بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا، کیونکہ اس طرح ان کا اپنی مرضی سے تفسیر کرنے کا وہ طریقہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب تفسیر بالرائے کیا کرتے تھے اور ان کے حواری بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ احمد سعید ملتانی کے متعلق تو ”**نغمہ توحید**“ کے مدیر نے کتاب لکھ دی ہے ”**تفسیر یا تحریف**“، مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ اصول احمد سعید نے شاہ صاحب سے ہی اخذ کیا ہے۔

یہی حال احادیث کے ساتھ شاہ صاحب کا تھا۔ مثلاً آپ ایک حدیث پیش کریں جس میں مسئلہ سماع موتیٰ کا ذکر ہے اور اس کی تشریح میں بڑے بڑے محدثین

- امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ (متوفیٰ 786ھ)
- علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفیٰ 852ھ)
- علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (متوفیٰ 855ھ)
- امام احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ (متوفیٰ 923ھ)
- امام ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفیٰ 1014ھ)
- علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفیٰ 1352ھ)

اور اہل السنت والجماعت کے جلیل القدر محدثین کے اقوال سے ثابت کریں کہ حدیث ان محدثین کے نزدیک درست ہے اور اس حدیث کا یہ مفہوم اور مطلب محدثین نے سمجھا ہے یا اس حدیث سے یہ مسئلہ ان حضرات نے استنباط کیا ہے۔ شاہ صاحب کبھی بھی تسلیم نہیں کرتے، آج بھی آپ کسی مماتی سے تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اس فرقہ کا ”قرآن، قرآن“ کہنا اسی طرح ہے جس طرح منکرین حدیث ”قرآن، قرآن“ کہتے ہیں یا منکرین فقہ ”حدیث، حدیث“ کہتے ہیں یا اہل تشیع اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ہر گمراہ فرقہ کوئی نہ کوئی ایسی بات تو ضرور کرتا ہے جس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔

﴿باب دوم﴾

تاریخ فرقہ مماتیت

اس باب میں فرقہ مماتیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے اکابر کی مصالحتی کوششیں اور فرقہ مماتیت کی قیادت کی ہٹ دھرمی سے ان کاوشوں کی ناکامی کی مکمل تفصیل آپ کے سامنے آئے گی۔

تاریخ فرقہ مماتیت

قارئین کرام!

فرقہ مماتیت کس طرح معرض وجود میں آیا، اس فرقہ کا تاریخی پسِ منظر کیا ہے، کس طرح اکابرین علماء دیوبند نے ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فرقہ اپنی ”میں نہ مانوں“ والی ضد پر اڑا رہا، ان تمام امور کی تفصیل فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”**ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن**“ میں بیان فرمائی ہے۔ افادۃً ہم اس کتاب سے اہم باب نقل کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1958ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سببِ افتراق بنے ہوئے ہیں، بعض وہ علماء جو خود کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں وہی اکابر دیوبند کی تحقیق سے ان مسائل میں اختلاف وانحراف کر رہے ہیں۔ ان مسائل میں سرفہرست ”مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور اس کی فرع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع عند القبر الشریف اور استشفاع من القبر المنیف کا مسئلہ بھی ہے، عالم برزخ اور قبر کے عذاب وثواب کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں شامل بلکہ متذکرہ مسائل کے لئے بمنزلہ اصل اصول کے ہے جن میں اختلاف شدت اختیار کر گیا ہے۔

نزاع کی ابتداء:

اس نزاع کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ملک کے مشہور دینی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی نے داعی حضرات کی رواداری اور حسن سلوک اور تمام تر آداب مجلس سے قطع نظر کر کے اپنے خاص نظریات کی تبلیغ شروع کر دی اور اس خالص مسلک دیوبند کے سٹیج کو اپنے

خصوصی نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ جس کا اسی موقع پر شدید رد عمل ہوا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک اکابر دیوبند کی تائید وحمایت کرتے ہوئے علمی انداز میں باحوالہ مخالف مسلک و نظریات کی تردید اسی جلسہ عام میں کردی۔ مگر افسوس معاملہ اسی پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ اکابر دیوبند کے خلاف نظریات رکھنے والے گروہ علماء نے اپنے ذاتی نظریات کی ہر جگہ برملا تشہیر و تبلیغ شروع کردی اور ملک کے طول و عرض میں یہ مسائل عوامی سطح پر مشتہر کردیئے گئے۔

نزاع ختم کرنے کی کوشش:

اس اختلاف کو سلجھانے اور عوام کو افتراق سے بچانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی قدس سرہ کی ثالثی کی تجویز بھی فریقین نے تسلیم کی اور دونوں ثالث حضرات نے فریقین کو اپنے اپنے موقف اور اس کے دلائل کے لئے خط بھی ارسال کیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے تحریری طور پر اپنے موقف کو مدلل کرکے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دیا مگر دوسرے فریق نے اس سے پہلو تہی کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس جگہ مذکورہ ثالثی کی ضروری تفصیل بیان کردی جائے۔

تحفظ ختم نبوت کا شکریہ:

یہ تفصیل مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی اس قلمی فائل سے مرتب کی گئی ہے جو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں موجود ہے اور اس فائل میں اس سلسلے کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فریقین کی تحریرات محفوظ ہیں۔ یہ احقر (مراد فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ ہیں) مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں اور منتظمین کا بے حد شکر گزار ہے کہ انہوں نے یہ قیمتی معلوماتی فائل

محفوظ رکھی ہوئی ہے اور استفادہ کے لئے احقر کے پاس بھیج دی۔ جزاھم اللہ خیراً

محب محترم مولانا عبد الرحیم اشعر ناظم اعلیٰ مجلس ختم نبوت پاکستان خصوصیت سے احقر کے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی توجہ اور عنایت سے اس علمی تحریر کی نقل مہیا ہو سکی جو مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی طلب پر بھیجی تھی جس سے فریقین کے اختلاف ونزاع کا پتہ چلتا اور موضوع اختلاف کا تعین ہوتا ہے۔ ہم اس مفصل تحریر کی نقل افادہ عام کے لئے آگے چل کر ہدیہ ناظرین کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

معاہدہ سکھر:

واضح ہو 5 جنوری 1961ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کو فریقین مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر کے ثالث تسلیم کر لیا تھا۔

ثالث نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی وحضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم مندرجہ ذیل فریقین نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حیات

برزخی وحیات دنیوی) کے تصفیے کے لئے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کیا ہے، امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکور میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کریں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کرلیا ہے، ہم آپ کے فیصلے کے پابند ہوں گے، نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں ہوگا، تاریخ 17، 18 جنوری 1961ء مقرر کی گئی ہے۔ والسلام المرقوم 5 جنوری 1961ء

محمد علی جالندھری

بقلم لال حسین اختر

لاشئے غلام اللہ

عنایت اللہ

ہوا یہ کہ اس مقررہ تاریخ پر بوجہ وارنٹ گرفتاری مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سکھر نہ پہنچ سکے اور ان تاریخوں میں سکھر میں اجتماع نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب سمجھا کہ زبانی مناظرے اور گفتگو سے پہلے فریقین سے ان کے اپنے اپنے دعوے اور دلائل کی تحریر حاصل کرلی جائے تاکہ زبانی بحث ومناظرے اور فیصلے کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔ چنانچہ مجوزہ ان دونوں ثالث حضرات کا مکتوب گرامی جس کو انہوں نے اس مقصد کے لئے فریقین کی طرف ارسال فرمایا تھا حسب ذیل ہے:

ثالث حضرات کا مکتوب گرامی:

محترم گرامی قدر مولانا محمد علی صاحب جالندھری السلام علیکم!

آپ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ثالث تسلیم کیا ہے

اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ:

1: آپ اپنا دعوی اور اس کے دلائل تحریر کر کے ارسال کریں اور اپنی تحریر کی دو کاپیاں بھیجیں، تا کہ ایک کاپی ہم دوسرے فریق کو روانہ کر سکیں۔ اسی طرح چار چار پرچہ تحریر کرائے جائیں گے۔

2: جو آپ تحریر کریں اس پر مولانا لال حسین اختر کے بھی دستخط ہوں، اگر مولانا لال حسین صاحب کو آپ سے کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی نوٹ تحریر کریں۔

3: اس کا جواب دس روز کے اندر اندر روانہ کریں۔

دستخط ثالث حضرات: 14/2/1962ء

(ترجمان اسلام: ص3 لاہور، 27/ اپریل 1962ء)

فریقین کا رد عمل:

اس مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے دس روز کے اندر اندر موضوع و دلائل سے متعلق مفصل تحریر لکھی اور اس پر مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیقی تحریر بھی حاصل کر لی، وہ تحریر مع تصدیق مولانا لال حسین اختر 24/ اپریل 1962ء کو ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دی۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے 7 ذوالحجہ 1381ھ کے گرامی نامے میں ارقام فرمایا:

”آپ کا خط مع مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم موصول ہوا“

اب سنئے کہ مذکورہ ثالث نامہ لکھنے والے دوسرے فریق مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس مکتوب گرامی کے جواب میں کیا طرز عمل اختیار کیا، چونکہ اسی مضمون کا مکتوب گرامی ثالث حضرات کی طرف سے

دوسرے فریق کے نام بھی بھیجا گیا تھا اس کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے تو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے نام اپنے طویل خط میں لکھا: ہم جماعتی فیصلہ کی پابندی میں سکھر کے معاہدہ (شرائط نامہ) کے مطابق موضوع مناظرہ (حیات برزخی و دنیوی) پر بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور فریق ثانی کے لئے اعلان کے مطابق مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات ہو گا۔ ثالث حضرات اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے بالمشافہ موضوع مذکورہ پر دلائل کتاب اللہ، حدیث صحیح، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اجتہاد و قیاس حضرت امام ابو حنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ سن کر اور باقاعدہ جرح فرما کر نقض و معارضہ وارد کر کے اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہو گا۔ معاہدہ سکھر (شرائط نامہ) میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ثالث حضرات فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ فرمائیں گے، واقعی مسائل کے اختلاف و نزاع میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالمشافہ گفتگو کا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے 24/4/1962ء کے اپنے خط میں مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو لکھا: تحریری مناظرہ اندریں حالات کہ یہ مسئلہ اب ہر جگہ پہنچ چکا ہے اور خواص تو خواص عوام بھی منتظر ہیں کہ ہم بھی دلائل سنیں گے، اب آپ کے ارشاد سے مولوی محمد علی اور اس کی جماعت کا مقصد پورا ہو گیا کہ سامنے بھی نہ آئیں اور بدنام کرنے کے لئے پوری طرح سازش کرتے رہیں، عوام و خاص کو بے خبر رکھیں، لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ مناظرہ تو سامنے ہو گا، ہر فریق کے علماء کرام جمع ہوں گے اور کتابیں ساتھ ہوں گی، دلائل پر جرح اور قدح ہو گی بلکہ لوگوں کو موقع عنایت فرمائیں وہ صرف مناظرہ سن سکیں تا کہ لوگوں کو صادق و کاذب معلوم ہو سکے۔

(پمفلٹ "بار بار عہد شکنی"، حبیب الرحمٰن ناظم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ راولپنڈی)

تبصرہ:

ثالث نامے میں فریقین کے اجتماع کا مقام سکھر مقرر کیا گیا تھا، مگر ثالث حضرات کے مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کر رہے ہیں، یہ تبدیلی کیسے کر دی گئی؟

مختصراً اس کی حقیقت یہ ہے کہ سکھر کے معاہدہ کے علاوہ درمیان میں ایک اور مناظرہ کے انعقاد کے لئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری کی خط و کتابت شروع ہو چکی تھی، اس مناظرے کے لئے؛ جس میں حضرت قاضی صاحب مناظر ہوتے؛ مقام جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کیا جارہا تھا اور حضرت قاضی صاحب موصوف کی طرف سے ثالث بنا کر انہیں دو بزرگوں کو گجرات لانے پر اصرار کیا جارہا تھا۔ لیکن یہ ایک بالکل مختلف اور علیحدہ مناظرہ تھا، حضرات ثالثان کے مذکورہ مکتوب گرامی کے جواب میں اس نئے مناظرے کے مقام کا ذکر بے تعلق اور اجنبی تھا۔ اصل مناظرہ معاہدہ سکھر کے مطابق سکھر میں ہی ہونا تھا یا پھر ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق کسی مقام پر ہوتا اور اس میں فریقین یہی اشخاص ہوتے جنہوں نے سکھر میں ثالث نامے پر دستخط کر کے ان دونوں بزرگوں کو ثالث تسلیم کیا تھا۔

مولانا غلام اللہ خان کے خط سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مناظرے کو تحقیق مسئلہ کے طور پر نہیں بلکہ عوامی سطح پر ہار جیت کا مسئلہ بنانا چاہتے تھے اور ثالث حضرات کی تجویز کے خلاف عوام کے سامنے مناظرہ کرنا چاہتے تھے اور فریقین میں سے کسی کے صادق و کاذب معلوم کرنے کا مدار عوام پر رکھنا چاہتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ حضرات علماء مسلمہ فریقین مناظرے کے ثالث نہیں تھے اور نہ ان کے فیصلہ پر مدار تھا بلکہ عوام پر ثالثی کردار کی ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔

ان دونوں کے خطوط کے جواب میں مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ جس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط بھی ثبت ہیں اور 24 / ذوالحجہ 1381ھ کی تاریخ تحریر ہے، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام بدیں مضمون جاری ہوا:

مکتوب گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی:

گرامی قدر جناب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری السلام علیکم!

یہاں سے رخصت ہوتے وقت آپ کا پرچہ اور بعد میں ایک تار ملا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ آپ تحریری مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ میری تحریر کا مدعیٰ نہیں سمجھے۔ اس کا مقصد تحریری مناظرہ کرنا نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا بلکہ دونوں فریق کی طرف سے اپنے اپنے مدعیٰ کی وضاحت مطلوب تھی تاکہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت دستخط شدہ ذمہ دارانہ تحریر ہمارے پاس ہونی چاہئے تاکہ اس میں کسی فریق کے ردوبدل اور انکار کا امکان نہ رہے۔ لہذا میں آپ کو یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ خط ملنے کے دس روز کے اندر اندر اپنا مدعیٰ دلائل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ ہم قریبی مدت میں اجتماع کی کوئی تاریخ مقرر کرلیں اور ٹنڈو اللہ یار میں مولانا ظفر احمد صاحب کی موجودگی میں دونوں فریق کی زبانی گفتگو کا اندازہ کیا جاسکے۔ مجھے امید ہے کہ تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی، وہ میری اس تحریر سے دور ہوگئی ہوگی۔ والسلام

احتشام الحق تھانوی 24 / ذوالحجہ 1381ھ دستخط مولانا ظفر احمد عثمانی

نوٹ: میرے پہلے خط کے جواب کی اب ضرورت نہیں۔ ظفر احمد عثمانی

ثالث حضرات کا مقصد:

ثالث حضرات کے اس خط سے واضح ہو گیا کہ ان حضرات کا مقصد تحریری

مناظرہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مناظرہ زبانی ہی ہو گا۔ فریقین سے تحریری مضمون پہلے اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت فریقین کے دستخط شدہ مضامین ان کے پاس ہوں اور اس طرح کسی فریق کے لئے ردوبدل اور انکار کی گنجائش نہ رہے۔ مگر اس وضاحتی خط کے بعد بھی تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی وہ دور نہیں ہو سکی اور ثالث حضرات کے بار بار طلب کرنے پر بھی اپنے دعوے اور دلائل پر مشتمل وہ مطلوبہ تحریر مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ثالث حضرات کی خدمت میں نہیں بھیجی۔ اس وجہ سے نہ تو فریقین کا زبانی مناظرہ ہی ہو سکا اور نہ ہی ثالث حضرات کو اپنا ثالثی کردار ادا کرنے اور فیصلہ دینے کا موقع مل سکا۔ کیا اچھا ہوتا کہ ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق فریقین کا دعوی مع دلائل منضبط ہو جاتا اور کسی فریق کے لئے بھی اپنے دعوے کے بدلنے اور روزمرہ نئے نئے دعوے کرنے کا موقع نہ رہتا اور اس طرح آنے والی نسلوں اور اپنے اپنے معتقدین ومتوسلین کے لئے بھی اس مسئلے میں فریقین کے اختلاف ونزاع اور دلائل میں غوروفکر کا سامان جمع ہو جاتا۔

پھر اس تحریر کے بعد حسب تجویز ثالث حضرات اور بقول مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق فریقین کا زبانی مناظرہ ثالث حضرات کی موجودگی میں ہوتا تو یقیناً مولانا غلام اللہ خان صاحب کی زبان میں صادق اور کاذب کا علم ہو جاتا اور صرف اس مجلس مناظرہ ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے وہ تحریریں صادق اور کاذب ہونے پر گواہ رہتیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کا اصل سبب بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ایک فریق نے اپنے مدعیٰ کو مع دلائل کے ضبط وتحریر میں لانے سے راہ فرار کیوں اختیار کی؟ اگر تحریری مناظرہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضی اللہ

عنہم کے خلاف تھا تو پھر بالمشافہ گفتگو اور زبانی مناظرے میں ثالث کا باقاعدہ جرح ونقض اور معارضہ وارد کرنا وغیرہ جن امور پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اپنے خط مذکورہ میں اصرار کر رہے ہیں، سنت نبوی اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہوں گے؟ اور مناظرہ نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناظروں میں اسی طرح ثالث بنائے جاتے ہوں گے؟

بامقصد مناظرے سے گریز:

ثالث حضرات کے درست اور جائز اقدام میں رکاوٹ ڈال کر بامقصد مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرنے کا مقصد نہ معلوم کیا تھا؟ جبکہ ثالث حضرات زبانی مناظرہ کرانے کے لئے بھی آمادہ تھے اور اس کا اظہار ان دونوں بزرگوں نے اپنی تحریر میں بھی کر دیا تھا۔ اگر پہلے مطلوبہ تحریر دے دی جاتی تو کیا کسی شرعی دلیل سے یہ ناجائز ہوتا؟ اور ثالث حضرات کا اس کو طلب کرنا کیا ناجائز تھا؟ اس کے بعد زبانی مناظرے کی سنت پر بھی عمل کر کے اپنا شوق پورا اور ثواب حاصل کر لیا جاتا۔

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسی تحریر کے دینے سے انکار و فرار کہ جس میں دعوی اور دلائل منضبط ہوں اس لئے تھا کہ فریق مخالف یا ثالث حضرات میں سے کوئی شخص ان پر گرفت نہ کر سکیں اور کسی طرح کی ان پر حجت قائم نہ ہو سکے۔

فریقین کے دلائل پر جس قسم کے نقض و معارضہ کا مطالبہ اپنے جوابی خط میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے ثالث حضرات سے کیا تھا ازراہ انصاف اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ فیصلے کے وقت فریقین کا دعوی اور دلائل ثالث حضرات کے ذہن میں مستحضر ہوں، اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد بہ نسبت زبانی مناظرے کے تحریر سے بہتر طریقے سے حاصل ہو سکتا تھا۔ ایک طرف تو ثالث حضرات سے دلائل پر معارضہ اور نقض و جرح کا مطالبہ کیا جا رہا تھا اور ان پر یہ بھاری ذمہ داری ڈالی جا رہی

تھی کہ وہ اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے نہ صرف یہ کہ دلائل سن کر بلکہ ان پر باقاعدہ جرح اور نقض و معارضہ وارد کر کے اور اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں اور دوسری طرف اس ذمہ داری کے تقاضوں سے گریز کیا جا رہا تھا۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب کی کوشش

اِنہی ایام میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے۔ حضرت موصوف نے اپنے حکیمانہ انداز اور تحریر و بیان سے فریقین کے عمائد کو ایک متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ کر لیا، چنانچہ حسب ذیل تحریر پر اس وقت کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے صدر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان صاحب راجہ بازار راولپنڈی، اور دوسری طرف سے مولانا محمد علی جالندھری مرحوم، حضرت مولانا قاری طیب صاحب موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔ اس مسلمہ فریقین تحریر کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست 1962ء سے بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جو یہ ہے:

فریقین کی مسلمہ تحریر:

”وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔“

اس تحریر میں برزخ سے ”قبر شریف“ کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیا والے جسدِ اطہر میں حیات کا حصول، پھر اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ و سلام سننے کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔

مسلمہ تحریر سے انکار:

چونکہ یہ تحریر اصل اختلاف اور نزاع قائم کرنے والے بزرگ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی مرضی کے موافق نہیں تھی اس لئے انہوں نے اس سے سخت اختلاف کیا، باوجودیکہ ان کی جماعت کے اعلی عہدہ دار، صاحب صدر اور ناظم اعلیٰ دونوں نے اس تحریر کو منظور کر لیا تھا اور اسی روز راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس مصالحت کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، مگر شاہ صاحب موصوف کی بے جا ضد اور شدت نے اس معاملہ کو پھر الجھا دیا اور ملک میں بدستور اختلاف وافتراق کی فضاء قائم رہی بلکہ بڑھتی چلی گئی۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق خیر المدارس ملتان میں علماء فریقین کا مصالحت کے لئے اجتماع ہوا مگر نتیجہ بجائے اتحاد و اتفاق کے نزاع وجدال اور ہاتھاپائی کی صورت میں نکلا اور بڑی تلخی و بدمزگی کی حالت میں یہ اجتماع ختم ہوا اور اندازہ ہو گیا کہ کسی طرح کی مصالحتی گفتگو نتیجہ خیز تو کیا ثابت ہو گی بلکہ مزید تلخی کا باعث ہو گی اس طرح مجلسی شریفانہ گفتگو سے بھی ناامیدی ہو گئی۔

سمجھوتہ راولپنڈی کی تفصیل:

26/ اپریل 1962ء کو حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کا آغاز ہوا، حضرت قاری صاحب نے اپنے پہلے خط میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کو حسب ذیل مشترکہ عنوان لکھا:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں"

مولانا غلام اللہ خان نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری صاحب نے اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو ہی راجح خیال فرمایا۔ چنانچہ اس عنوان سے

مولانا غلام اللہ خان، مولانا قاضی نور محمد، مولانا شمس الدین، مولانا عنایت اللہ شاہ نے کلی اتفاق کر کے اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے حضرت مولانا قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر دوسرے حضرات نے اس عنوان سے اتفاق نہیں کیا۔ بالآخر فریقین کی خط و کتابت اور گفت و شنید کے بعد 22/جون 1962ء یوم الجمعہ کو دونوں جانب کے اکابر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا مفتی عبد الرشید صاحب، حضرت قاری محمد طیب صاحب کی قیام گاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت قاری صاحب نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منقح "قدر مشترک" دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ دونوں حلقوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی پیش کردہ "قدر مشترک" کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس "قدر مشترک" کی تحریری یادداشت پر جو حضرت قاری صاحب نے اپنے دستخطوں سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے، اس یادداشت کا متن حسب ذیل ہے:

"عامۃ المسلمین کو فتنہ وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں، یہ مسئلے کا "قدر مشترک" ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیا جاوے، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے، عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے:

"وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ و سلام سنتے ہیں۔"

محمد طیب، حال وارد راولپنڈی 22/جون 1962ء

محمد علی جالندھری۔ لاشئے غلام اللہ خان۔۔ نور محمد جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ

18 / محرم 1382ھ (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست 1962ء)

راولپنڈی کے اس اجتماع کے پروگرام کی اطلاع مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب 21 / جون 1962ء جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے تھے، مگر قاضی شمس الدین صاحب نے راولپنڈی پہنچنے کے بعد مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو راولپنڈی فی الحال نہ آنے کا ٹیلی فون کرا دیا اور خود پنڈی گھیپ جلسے پر تشریف لے گئے۔ اس لئے موخر الذکر دونوں حضرات اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر چونکہ قاضی شمس الدین صاحب اپنے خطوط میں اس مختصر مجوزہ عبارت کی کافی تفصیل لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی بھی مسلمہ سمجھی گئی اور قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب دونوں حضرات قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست 1962ء)

البتہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے راولپنڈی اس اجتماع میں شریک نہ ہوسکنے کا خلاء پُر نہیں ہوسکا، حالانکہ 22 / جون کو جمعہ کے دن صبح 8 بجے ان کو گجرات فون کیا گیا تھا کہ فوراً راولپنڈی پہنچ جائیں۔ کسی دوسرے آدمی کی وساطت سے یہ فون کیا گیا تھا اس لئے شاہ صاحب کو دس بجے اس کی اطلاع ملی۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارہ میں مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب سے اس صلح کی مجوزہ مذکورہ عبارت پر دستخط لینے اور شاہ صاحب بخاری کو اس صلح کی پابندی کرانے کی ضمانت حاصل کرنے کی غرض سے ایک تحریر کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب

کے فرمانے اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارے میں حسبِ ذیل تحریر پر دستخط کر کے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی، جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

”ہم اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے، نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم انہیں اس بارے میں مدد نہ دیں گے۔“

نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ 18 محرم 1382ھ

لاشئے غلام اللہ

مجلس اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق:

چونکہ جناب مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم صدر امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ اس فیصلے کے بعد 25 جون 1962ء کو دنیا سے رحلت فرما گئے تھے، اس لئے 22 جولائی 1962ء کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کو جو خصوصی اجتماع زیر صدارت حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا، اس میں قاضی نور محمد صاحب مرحوم کی جگہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو امیر (صدر) منتخب کیا گیا۔ جمعیت کے اس نمائندہ اجتماع میں 84 علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی تھی۔ اس میں بھی ”**مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ**“ کے زیر عنوان اس سمجھوتے کی توثیق اور اس سے متعلق درج ذیل لفظوں میں قرارداد منظور کی گئی، جس کا متن حسب ذیل ہے:

(3) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہر گز نہ توڑا جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعۃ التوحید والسنۃ کا کام کرتی رہی ہے، اسی طرح کرتی رہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص53 اگست 1962ء)

جمعیت کی اس قرارداد سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی، وہ کسی شخص واحد یا چند اشخاص کے مابین نہیں بلکہ اس کو بحیثیت جماعت کے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے نہ صرف یہ کہ تسلیم وقبول کیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام جماعت سے درخواست بھی کی تھی۔ فریقین کی متفقہ اس عبارت میں چونکہ "برزخ" سے "قبر شریف" کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیوی جسد اطہر میں حیات کا حصول اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ وسلام سننے کو فریقین نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا اور یہ مقصد پہلی مجوزہ عبارت سے حاصل نہیں ہو رہا تھا اس لئے معاہدہ سکھر میں جو ثالثی تحریر برزخی حیات ودنیوی حیات میں نزاع کے فیصلے سے متعلق فریقین نے لکھی تھی، راولپنڈی کے اس سمجھوتے سے اس کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا اور فیصلہ ہو گیا تھا کہ عالم برزخ میں حاصل ہونے والی حیات دنیوی کہنے والوں کی مراد صرف یہ ہے کہ "دنیوی جسد اطہر میں مبارک روح کے تعلق سے وہ حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں" جس کو سمجھوتے کی عبارت بالا میں فریقین نے صراحۃً تسلیم کر لیا تھا اور مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے اپنے محولہ

بالا اجلاس میں بطور قرارداد کے منظور کر کے اس کی پابندی کی اپنی پوری جماعت سے درخواست کی تھی۔

اقتباس از مکتوب قاضی شمس الدین بنام مولانا محمد علی جالندھری:

از شمس الدین گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم

کافی مدت کے بعد نوازش نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ……… آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری جماعت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح وسالم، محفوظ ہے، روح یا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے نزدیک سے صلوۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلی علیین ہے، جیسا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟

ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بناء پر قائم ہیں، وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوشگوار ہی چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ ازراہ کرم اس استدعا کو منظور فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہو گی۔

والسلام

احقر شمس الدین

از قلمی فائل مولانا محمد علی جالندھری مرحوم

اقتباس مکتوب ثانی مولانا قاضی صاحب موصوف:

از احقر شمس الدین از گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم

(تمہیدی مضمون کے بعد) احقر اپنا مسلک پھر عرض کر دیتا ہے کہ اس سے آپ کو قریب آنے کا موقع ملے اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور جب ہمارے قریب آنے کی ہم پر نوازش کریں تو ہمیں سمجھ کر کریں کہ ہم یہ کچھ ہیں:

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موت انقباض روح اور انجذاب روح فی القلب سے نہیں بلکہ خروج روح اور نزع روح طیب سے ہوئی۔ صحیح بخاری ص 438، فِيْ هٰذَا انُزِعَ رُوْحُهٗ۔

(2) پھر قبل از یوم قیامت اعادہ روح الی الجسد الاطہر بمعنی نفخ فی الجسد نہیں، قرآن کریم کی نص قطعی اس پر ناطق ہے: ﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾

(3) اگر کوئی خبر واحد صحیح بھی ان کے خلاف آجاوے تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کریں گے جس کی علماء اصول اجازت نہیں دیتے، البتہ اس کی کوئی صحیح تاویل اور محمل نکالیں گے۔

(4) روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ ابن قیم وغیرہم نے لکھا ہے۔

(5) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے) قائل ہیں۔ (از فائل مولانا محمد علی مرحوم)

محترم جناب مولانا قاضی شمس الدین موصوف کے مذکورہ بالا دونوں خطوط

اس کا واضح ثبوت ہیں کہ آں موصوف سمجھوتہ راولپنڈی کی تجویز شدہ عبارت بالا سے بالکل متفق تھے اور مجوزہ عبارت ان کی مسلمہ تھی۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد پر تبصرہ:

البتہ مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد مذکورہ میں حسب ذیل فقرے کا مفہوم قابل غور ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے: ”مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے“، غور طلب بات یہ ہے کہ صلح تو بغیر کسی شرط کے عقیدے مذکورہ کو تسلیم کرنے پر ہوئی، پھر اس قرارداد میں اس صلح کے بقاء کو دوسرے فریق کے صلح کیخلاف کسی قسم کے اقدام نہ کرنے پر معلق کیوں کیا گیا تھا؟ اگر اس عقیدہ کو حق سمجھ کر تسلیم کیا جارہا تھا اور اس کو حقیقت واقعہ کے طور پر قبول کر لیا گیا تھا تو دوسرے فریق کی طرف سے صلح کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے کیا اس عقیدہ حقہ سے انحراف درست ہو گا؟ کیونکہ راولپنڈی کے سمجھوتے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تجویز کردہ جس عبارت پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی تھی جس کے قائم رکھنے اور اس پر پابندی کرنے کی درخواست مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اپنی تمام جماعتوں سے اس قرارداد میں کر رہی تھی، اس میں نفس مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع عند القبر کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

یہ تحریر نفس مسئلہ سے متعلق تھی، بظاہر نظر اس کے کسی شرط پر معلق ہونے کا کوئی معنی نہیں مفہوم ہوتا، اور اگر اس فقرہ کا تعلق حضرت قاری صاحب کی اس دوسری تحریر سے ہو جس کا تعلق مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر پر دستخط کرانے اور بصورت دستخط نہ کرنے کے ان سے برأت کا اعلان کر دینے اور اپنے جلسوں میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان سے تقریر نہ کرانے اور ان کے مناظرے میں ان کی مدد نہ کرنے سے تھا، تو بھی یہ بات قابل فہم معلوم نہیں ہوتی۔

اول تو اس لئے کہ وہ تحریر 8 جولائی 1962ء کو کالعدم قرار دے گئی تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، اور 31 / جولائی کی صلح ابھی تک ہوئی نہیں تھی۔

دوسرے اس لئے کہ نفس مسئلہ سے متعلق پہلی تحریر کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو شخص بھی اس مسلمہ فریقین عقیدے اور سمجھوتے کے خلاف تحریر و تقریر اور مناظرے وغیرہ میں مشغول ہو اس کے ساتھ کم سے کم عدم تعاون کا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ فریقین کی یہ صلح دائم اور قائم رہ سکے اور جماعت فتنہ، انتشار وافتراق سے محفوظ رہے۔

چونکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے پہلی تحریر پر جو مسئلہ سے متعلق تھی، دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اب دوسری تحریر کا تقاضا تھا کہ ان سے براءت کا اظہار کر دیا جاتا، مگر ہوا یہ کہ مولانا غلام اللہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب وغیرہ حضرات 7 / جولائی 1962ء کو لاہور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پہنچے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں جو تحریر لکھی گئی تھی اس کے منسوخ کرانے کی کوشش کی کیونکہ بقول ”تعلیم القرآن“ اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب نے ہندوستان کی روانگی کے دن یعنی 8 / جولائی 1962ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔ (ص 53)

اس کی تفصیل حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی تحریر کے ذریعے آگے آرہی ہے، اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 8 جولائی کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں اس تحریر کے منسوخ ہو جانے کے باوجود 22 جولائی 1962ء کے اجلاس میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ میں اس صلح کو برقرار رکھا گیا اور نفس مسئلہ پر صلح قائم رہی۔ مقام مسرت ہے کہ دوسری تحریر کی وجہ سے پہلی تحریر کو منسوخ نہیں سمجھا گیا، جیسا کہ جمعیت کی مذکورہ قرارداد نمبر 3 سے واضح ہے۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلح کی تکمیل:

بمقام خیر المدارس ملتان بتاریخ 31 جولائی 1962ء

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری چونکہ راولپنڈی کی صلح میں موجود نہیں تھے، اس لئے عبارت نمبر 2 تحریر ہو کر اس پر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط کرائے گئے تھے مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عبارت نمبر 1 پر، جس میں نفس مسئلہ حیات تحریر کیا گیا تھا، دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت قاری صاحب سے بمع قاضی شمس الدین صاحب اور دیگر احباب کے ان کی روانگی ہندوستان سے ایک دن قبل ملاقات کی اور عبارت نمبر 2 کی تنسیخ کی نسبت درخواست کی، اس پر حضرت قاری صاحب نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام حسب ذیل گرامی نامہ لکھ دیا:

گرامی نامہ مولانا قاری محمد طیب:

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدفیوضہم

سلام مسنون! آنکہ عرض ہے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو اس میں دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں، جس پر فریقین کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ صاحب کے بارے میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہتا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہو جائے اور اس سے معاہدہ شکنی کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے احقر کے خیال میں مناسب یہ ہے کہ آں محترم ہر دو جانب کے حضرات کو جمع کر کے اس دوسری تحریر کی بجائے ایسا عملی معاہدہ قلمبند کر دیں جس سے یہ مصالحت بھی برقرار

اور کوئی ایک فریق پابند اور مقید ہو کر نہ رہ جائے، آپ کی سر کردگی میں اگر فریقین اس تحریر کو (جو عمل کے دائرہ کی ہے) ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا بلکہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے اوراس لئے جدید مرتب کرانے میں امکانی حد تک عجلت سے کام لیا جائے۔ والسلام

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند 8 / جولائی 1962ء

اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے فریقین کے پانچ پانچ حضرات کو خیر المدارس ملتان میں بتاریخ 31 / جولائی جمع فرمایا۔ حضرت قاری صاحب کے اس گرامی نامہ کو نقل فرما کر تحریر فرمایا:

”چنانچہ میں نے آج کے لئے فریقین کو بلایا، اس موقع پر مولانا محمد علی جالندھری نے سوال کیا کہ جب مسئلہ میں دو فریق کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دونوں فریق کے پانچ پانچ کس بلائے ہیں، دوسرے فریق سے ان حضرات (مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکی جماعت) کی کون لوگ مراد ہیں؟ بعض لوگ ہمیں بتاتے رہے کہ آپ یوں فرماتے رہے کہ مسئلہ حیات میں ہمارے مخالف کوئی نہیں صرف احرار سے ہمارا مقابلہ ہے، اس پر مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، ہم نے کبھی احرار کو اپنا مقابل نہیں کہا بلکہ دونوں فریق سے ہماری مراد مسئلہ حیات میں دو رائے رکھنے والے ہیں، ہم اور ہم سے سب اختلاف کرنے والے مراد ہیں۔ اس بات سے صلح میں فائدہ ہوا۔

قاری صاحب کے خط کی عبارت، جس میں درج ہے کہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے، ایک فریق نمبر 2 کو منسوخ سمجھتا ہے اور دوسرا دوسری تحریر کرنے تک التواء سمجھتا ہے اور منسوخ

ہونا قبول نہیں کرتا، جس کی وجہ سے صلح کی صورت خطرہ میں پڑتی نظر آتی ہے، اس پر میں یہ بیان مرتب کرتا ہوں فریقین اس پر دستخط کر دیں:

نزاع مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے فیصلہ کیا تھا، پھر لاہور میں قاری صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق جو لکھا تھا اس کو کالعدم قرار دیا جب تک تحریر ثانی پر فیصلہ نہ ہو جائے اور اس معاملہ کو خیر محمد پر چھوڑا گیا۔ اس پر قرار پایا کہ مولانا عنایت (اللہ) شاہ صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہیں کریں گے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ان سے اپنی براءت نہیں (کریں) گے اور ان کے ساتھ مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے، نیز قرار پایا کہ موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاریاں کرائیں گے۔"

خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان 31/ جولائی 1962ء

محمد علی جالندھری بقلم خود	**بقلم لال حسین اختر**
عبد الرحمن میانوالی بقلم خود	**محمد عبد اللہ بقلم خود**
لاشئے غلام اللہ خان	**عنایت اللہ**
احقر احمد حسین سجاد بخاری	**احقر شمس الدین عفی عنہ**
محمد یار عفی عنہ	**منور حسین صدیقی بقلم خود**

اس صلح کی تکمیل میں یہ دوسری تحریر لکھی گئی جس میں مولانا غلام اللہ خان سے براءت وغیرہ کی پابندی ختم ہو گئی اور فریقین پر پابندی لگا دی گئی کہ وہ اسٹیج پر اور

نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاری کرائیں گے۔ مگر پہلی تحریر جو نفس مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھی اس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں کیا گیا وہ بدستور باقی رہی اور نفس مسئلہ پر بحیثیت مجموعی صلح بھی قائم رہی، البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اس صلح اور تحریر سے بھی اختلاف رہا جو نفس مسئلہ کے بارے میں ہوئی تھی۔

اب حسب وعدہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس تحقیقی علمی غیر مطبوعہ تحریر کی نقل ناظرین کے افادہ کے لئے پیش کی جاتی ہے جس کو مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیجا تھا۔

حیات النبی ﷺ سے متعلق ایک تحقیقی علمی تحریر

از: حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ نزاع میں دو سال تک فریق مخالف مناظرہ کا چیلنج زور شور سے دیتا رہا، جوں جوں یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ ان کا عقیدہ اکابر دیوبند اور سلف کے خلاف ہے علماء وعوام ان سے علیحدہ ہوتے گئے۔ اب ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی جدید پہلو بدلیں۔ چنانچہ انہوں نے اب یہ کہنا شروع کیا کہ محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور احرار نے مولانا غلام اللہ خان کا بڑھتا ہوا اقتدار برداشت نہیں کیا، ازراہِ حسد یہ مسئلہ کھڑا کر دیا ورنہ ہم اکابر دیوبند کے مسلک کے پابند ہیں اور ملک میں مسئلہ حیات میں دراصل کوئی نزاع نہیں۔

پنجاب وسرحد میں تو ان کا اعتبار نہیں رہا، البتہ کراچی کے بزرگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی جو ایک عرصہ کامیاب رہی، اس لئے میں تمہید میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اس گروہ (جس کو پنجاب وسرحد میں غلام اللہ خانی گروہ کہا جاتا ہے) کے ساتھ باقی دیوبند کا اختلاف اس وقت سے ہے جب کہ میرا ان سے تعارف نہ تھا۔

(الف) کسی زمانہ میں قطب عالم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس گروہ کا تذکرہ آیا اور ان کے بعض مسائل سامنے آئے جو سلف کے خلاف تھے۔ چنانچہ ”بلغۃ الحیران“ (جو دراصل تفسیری نوٹ مولوی غلام اللہ خان کے ہیں اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں) تھانہ بھون میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ ”میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی کتاب میرے کتب خانہ میں رکھی جائے“ اس وجہ سے ایک بزرگ نے اس کتاب کو تھانہ بھون میں آگ کی نذر کیا۔ (یہ واقعہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہوا موجود ہے)

◎ [واضح رہے کہ آگ میں جلانے کا واقعہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے علم میں لائے بغیر پیش آیا۔ اس سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ بری ہیں۔ ازناقل]

(ب) غالباً آٹھ دس سال کا ذکر ہے کہ مولوی غلام اللہ خان صاحب نے مفتی محمد حسن صاحب مرحوم کو اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کی درخواست کی تو حضرت مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ”تم اکابر دیوبند کا مسلک چھوڑ چکے ہو، اس لئے میں نہیں جاتا“۔ اس پر مفتی صاحب سے کہا گیا کہ ”ہم سب ساتھی راولپنڈی میں جمع ہوں گے، آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمیں سمجھادیں، ہم آپ کی بات قبول کرلیں گے۔“ چنانچہ اس گروہ کو سمجھانے کی نیت سے حضرت مفتی صاحب نہ صرف خود ہی تشریف لے گئے بلکہ حضرت مولانا خیر محمد، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور دو ایک اپنے رفقاء کو بھی ساتھ لے گئے، بعض مسائل پر گفتگو ہوئی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اب تک کہتے ہیں کہ یہ حضرات ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکے۔

(ج) موضع سکھر ضلع کیمبل پور میں کئی برس ہوئے ایک مناظرہ ہوا، ایک طرف مولوی غلام اللہ خان صاحب و مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب وغیرہ تھے دوسری طرف کے دیوبندی علماء میں اس علاقہ کے پرانے فاضل لوگ جو حضرت شیخ الہند صاحب کے تلامذہ میں سے تھے شریک ہوئے۔

(د) کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کرچکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو،

بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔

(ہ) جس طرح مرزا محمود صاحب کسی زمانہ میں سر ظفر اللہ اور میجر نذیر ودیگر سرکاری قادیانی ملازمین کے اقتدار کی وجہ سے آپے سے باہر ہوگیا اور غرور کے نشہ میں ایسی تقریریں کیں جس سے اس کے خفیہ ارادے ظاہر ہوگئے اور ایک بے نظیر تحریک شروع ہوگئی، اسی طرح مولوی عنایت اللہ اسی غرور میں کہ انہوں نے ہر مدرسہ میں طلبہ کی ایک تعداد اپنے ہم خیال بنالی ہے آپے سے باہر ہوگئے اور خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں اپنے مخصوص خیالات بیان کئے، ان کی تقریر میں خوب نعرے لگتے رہے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب ان کی تقریر میں موجود نہ تھے، صبح دوسرے روز مولانا خیر محمد صاحب کو علم ہوا اور علماء دیوبند کی ایک جماعت نے جو جلسہ سالانہ میں شریک تھی اور اس نے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر سنی تھی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ ہم نے ضبط سے کام لیا، آپ کے جلسہ کی وجہ سے تقریر میں مداخلت نہیں کی، اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اگلی رات اکابر دیوبند اور سلف کے عقائد بیان فرمائے اور مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر کی تردید فرمائی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کے بعد ملتان کی ایک مسجد کو اپنا اڈہ بناکر اپنی تقریر کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید میں اکثر تقریریں کیں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے اکثر ساتھی مولوی عنایت اللہ کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید کے لئے ملتان سال بھر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے اور یوں بھی کہا گیا کہ مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ الحدیث کس نے بنادیا۔ جن کو یہ بھی پتا نہیں، وہ بھی پتہ نہیں، تو میرا فرض تھا کہ میں ان کو جواب دیتا جس وجہ سے انہوں نے مجھ کو فریق قرار دے دیا، تفصیلی حالات

تو مولانا خیر محمد صاحب سے دریافت کرلیں صرف نمونہ کے چند واقعات عرض ہیں:

(1) کراچی سے پشاور تک دیوبندی مسلک کے مدارس عربیہ کے مہتمم صاحبان ومدرسین حضرات کا اجتماع بلایا جائے اور دریافت فرمایا جاوے کہ کیا مولوی عنایت اللہ صاحب ومولوی غلام اللہ خان نہ صرف مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کتنے اور چیدہ چیدہ مسائل میں سلف کا مسلک ترک کرچکے ہیں یا نہیں؟ یہ لوگ بعض اور مسائل میں بھی اکابر سے جدا ہوگئے ہیں مثلاً عذاب قبر، توسل بالذوات، درخواست شفاعت جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا﴾ میں ہے اور کیا ہر مدرسہ عربی میں ان طلباء کے درمیان جنہوں نے مولوی غلام اللہ خان سے ترجمہ پڑھا ہے اور دوسرے طلباء میں بھی اچھی خاصی جنگ سال بھر رہتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے شاگردوں کی گفتگو اکابر کے حق میں گستاخانہ ہے یا نہیں؟ اگر چیدہ چیدہ بیس حضرات کا اجتماع بلایا جاوے تو اس اجتماع کے کل اخراجات کا بار میرے ذمہ ہوگا۔

(2) میرا اختلاف صرف مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہے کیونکہ انہوں نے اکثر تقریروں میں اپنا مسلک واضح کردیا ہے، مولانا غلام اللہ خان موقع کے مطابق اپنے خیال تبدیل فرماتے رہتے ہیں، جب تک وہ یہ صریح اعلان نہ کردیں کہ مولوی عنایت اللہ سے کوئی اختلاف ان کا ہے یا نہیں ان کی نسبت رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ البتہ مولوی غلام اللہ خان جب طلباء کو ترجمہ پڑھاتے ہیں تو چند روز کے لئے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کو بلاتے ہیں اور مسئلہ حیات مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔

(3) تین چار سال تک یہ جھگڑا رہا کہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب مناظرہ کا چیلنج پہ چیلنج دیتے تھے مگر میں بدوں ثالث تسلیم کئے مناظرہ قبول نہ کرتا تھا کیونکہ بدوں ثالث مناظرہ سے جھگڑوں کا دروازہ تو کھلتا ہے مگر فیصلہ نہیں ہوسکتا اور دیوبندی

جماعت تفریق سے نہیں بچتی۔ اگر شروع ہی میں دوسرا فریق ثالث تسلیم کر لیتا تو جھگڑا کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا، سکھر کے اجتماع میں صبح سے عشاء تک جھگڑا رہا حتی کہ بدمزگی بھی ہوئی مگر یہ لوگ ثالثی پر نہ آئے، آخر حاضرین کے دباؤ سے ثالثی تسلیم کرنی پڑی۔

(4) ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا، ہم اکابر دیوبند کی تحقیق کو صحیح و درست اور کتاب و سنت کے مطابق سمجھتے ہیں، جو کچھ میں نے صحیح سمجھا تحریر کر دیا ہے۔ اگر میری تحریر کا کوئی جزء اکابر کی تحقیق کے خلاف ہو اتو میری تحریر غلط ہو گی اور صحیح وہی ہو گا جو اکابر رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہو گا، اس لئے ثالثان کی رائے میرے نزدیک صحیح و درست ہو گی اور میں اپنی تحریر سے رجوع کر لوں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ "میرے اکابر اور جمیع سلف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جسد عنصری دنیوی مدفون فی القبر میں حیات بسبب تعلق روح تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق روح بالجسد العنصری کی وجہ سے سماع علی القبر علی الدوام تسلیم کرتے ہیں۔" دوسرا فریق اگر یہ تسلیم کرے تو نزاع ختم ہو جائے گا، ورنہ جیسے قادیانی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس سے ختم نبوت کا انکار پایا جاتا ہے، اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات کا اقرار کرنا اور حیات کی ایسی تفسیر کرنا جس سے حیات ہی کا انکار پایا جاتا ہے، دھوکہ اور فریب ہے۔

(5) مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نسبت "**آبِ حیات**" کے مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بارہا یوں فرمایا:

(الف) مولانا قاسم اس مسئلہ میں متفرد ہیں۔ (ب) ان کا مضمون کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ (ج) ان کے مضمون سے انکار موت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے، حالانکہ وقوع موت پر اجماع امت ہے وغیرہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی !

موضوع

موضوع زیر بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد جو حیات طیبہ حاصل ہے وہ دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے یا وہ حیات کسی اور بدن برزخی میں ہے اور جسد عنصری تعلق حیات سے بالکل خالی ہے ؟ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم برزخ میں حیات دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی برزخی جسد سے ہی تعلق ہے ؟ تعیین موضوع میں یہ امور مسلمہ ملحوظ ہیں:

(1) ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی، یہ غلط اور جھوٹ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ورود موت کے منکر ہیں، قرآن پاک میں تو موت کے تحقق کے وقوع کا بیان تو ہو نہیں سکتا محض پیش گوئی ہے، تاہم اس کے وقوع پر مندرجہ ذیل دلائل ہمارے پاس موجود ہیں:

(الف) خطبہ صدیقی۔ بخاری ج1 ص166

(ب) تصریح حضرت نانوتوی: ”حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔“

(لطائف قاسمی مجتبائی: ص4)

چونکہ موضوع زیر بحث حسب معاہدہ سکھر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے، یہ خروج عن المبحث ہو گا، جس معنی میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے لئے وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم برزخ کی طرف انتقال فرمایا۔ ہاں ورودِ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

روضہ اطہر میں بھی فائز الحیات ہیں۔ اب موضوع زیر بحث یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حیات طیبہ کیسی ہے؟ اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی اور برزخی بدن کے ساتھ ہے اور بدن عنصری سے کوئی تعلق حیات نہیں؟

(2) ہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کو دنیوی حیات کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر میں ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے نہ یہ کہ وہ حیات طیبہ لجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرماتے ہیں: ”انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔“ (لطائف قاسمی مجتبائی ص3)

پس ہر اصطلاح کا وہی مفہوم معتبر ہونا چاہئے جو اس اصطلاح کو اختیار کرنے والے مراد لیتے ہوں۔

حیات برزخی:

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات طیبہ اسی دنیاوی بدن کے ساتھ ہے اور برزخ کا کسی ایک جہت سے مواطن دنیوی میں سے بھی ہونا ہرگز ممتنع نہیں۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں کہ ”برزخ صغری چوں از یک وجہ مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں وطن نظر وباشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء احیاء فی القبور شنیندہ باشد“

(مکتوبات شریف دفتر دوئم نمبر16 ص29، 30)

معلوم ہوا کہ برزخی اور دنیوی میں مختلف جہات کا اجتماع کوئی امر ناممکن نہیں۔ اور اگر حیات برزخی سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم برزخ کی ایسی حیات ہے جو دنیوی جسد اطہر میں نہیں اور دنیوی جسد اطہر تعلق حیات سے یکسر خالی ہے، تو ہم اس حیات برزخی کے قطعاً منکر ہیں۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں "حیات برزخی" کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

حاصل آنکہ موضوع زیر بحث یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد اس دنیوی جسد اطہر سے فائز الحیات ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات محض کسی اور بدن برزخی کے متعلق ہے۔ موضوع زیر بحث کی تعیین کے بعد ہمارے عقیدے کی تصریح:

ہمارا عقیدہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ موجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے "**المہند علی المفند**" میں حیات دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا ہے۔

ہمارا دعویٰ:

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اہل سنت

والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جملہ اکابر دیوبند نہ صرف اس پر متفق ہیں بلکہ ان کے نزدیک یہ عقائد مسلمہ میں داخل ہے۔

تنقیحات خمسہ:

پیشتر اس کے کہ ہم اپنے دعویٰ پر دلائل کا آغاز کریں، اس اجماعی عقیدہ کی تنقیح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

(1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر کو جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے ہے، وہ ایسی حیات ہرگز نہیں جو اینٹ پتھر وغیرہ میں بفحوائے آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ موجود ہے، اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو تو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں وہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، اس لئے کہ ہم اہل السنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر میں جو حیات مانتے ہیں وہ ان کی روح کے تعلق سے مانتے ہیں، پتھری حیات اس انسانی روح سے یکسر خالی ہوتی ہے، اس لئے اس پتھری حیات کا اکابر اہل السنۃ میں سے کوئی قائل نہیں، پس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیاوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو وہ اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقیدے کا منکر بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موہن (توہین کرنے والا) ہے۔

(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر کو روح مبارک کے تعلق سے جو حیات حاصل ہے وہ تعلق، تعلق حیات ہے اور لابشرط شئے کے درجہ میں روح مبارک کے اتصال اور دخول دونوں سے عام ہے۔ اگر روح مبارک کا مستقر اعلیٰ علیین میں مان کر اس کے اتصال ونفوذ سے دنیوی جسد اطہر میں حیات تسلیم ہو اور اسی تعلق حیات سے سماع عند القبر الشریف کا اعتقاد ہو تو بھی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قائم ہو جاتا ہے اور اگر روح مبارک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں دخول و تلبس مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تسلیم کی جائے اور سماع کا اقرار کر لیا جائے تو بھی عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیفیت وصولی حیات کا اختلاف دنیوی جسد اطہر کے فائز الحیات ہونے کے اجماعی عقیدے کو ہر گز متاثر نہیں کرتا، اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی جسد اطہر کے روح مبارک کے تعلق سے فائز الحیات ہونے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ تعلق دخول روح واتصال روح کے باب میں لابشرط شئے کے درجہ میں ہے۔

(3) اگر کوئی روح مبارک کے جسد اطہر سے تعلق حیات کا قائل نہ ہو بلکہ صرف اس تعلق کا اقرار کرے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر سے باہر ہونے کی صورت میں اپنے گھر سے تعلق ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مال میں غیر متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے تو حقیقت میں وہ روح مبارک کے جسد اطہر سے حقیقی تعلق کا منکر ہے۔ اس لئے کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں جس تعلق کا اعتبار ہے وہ تعلق حیات ہے، ہاں اگر صاحب خانہ کا وہ تعلق تسلیم کیا جائے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر کے اندر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مملوک میں متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور پھر اصل حیات کا انکار نہ کیا جائے تو اس صورت میں روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق تسلیم ہو جاتا ہے اور بدوں اس کے تعلق کا اقرار ایک مغالطے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

(4) جو درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پڑھا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بغیر واسطہ کے خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سماعت فرمانا دائماً ہے اور یہ سماع عند القبر تعلق حیات بسبب روح سے ہے۔ پس اگر کوئی سماع عند القبر کو تو تسلیم کرے لیکن اسے دائماً نہ مانے بلکہ خرق

عادت قرار دے یا اس سماع کو تعلق حیات سے تسلیم نہ کرے تو وہ بھی اہل السنت کے نزدیک سماع عند القبر الشریف کے حقیقی معنوں کا منکر ہے۔

(5) ہمارے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدہ حیات کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے، اس لئے کہ اس عقیدے کے لئے ثبوت یا دلالت میں کسی ایک اعتبار سے ظنیت ہمارے راستے میں حارج نہ ہوگی جس عقیدہ کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت ضروری ہے اس کا منکر کافر ہوتا ہے، جن عقائد کے انکار سے حکم کفر نہیں آتا ان کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت لازم نہیں اور اسی وجہ سے بعض ایسے امور کا منکر کافر نہ ہوگا۔ عقائد کی یہ تفصیل اسی طرح کتب کلام میں بھی موجود ہے۔

ان المسائل الاعتقادیة قسمان؛ احدھما مایکون المطلوب فیه الیقین کوحدة الواجب وصدق النبی وثانیهما مایکتفی فیه بالظن کهذه المسئلة والاکتفاء بالدلیل الظنی انما لا یجوز فی الاول بخلاف الثانی۔

(نبراس علی شرح العقائد: ص598)

قارئین کرام!

یہاں تک فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب ہدایۃ الحیران (ص30 تا63) کا ایک طویل اقتباس لیا گیا۔

﴿باب سوم﴾

مسئلہ عذاب قبر

اس باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور عذاب وثواب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے۔

مسئلہ عذاب قبر

محترم قارئین کرام! تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ عذاب وثواب قبر برحق ہے، قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں، قبر شرعی سے مراد یہی زمینی قبر ہے جو اسی دنیا میں موجود ہے اور جسم اور روح دونوں کو عذاب وثواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔

مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والے اس زمینی قبر کا جو دنیا میں موجود ہے جس کو تقریباً ہر شخص ہی جانتا ہے، انکار کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

1: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب پنج پیری لکھتے ہیں:

"قبر اور برزخ کا مطلب"

اسی بحث کے ضمن میں یہاں اس نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔"

(مسلک الاکابر ص25 مطبوعہ مکتبہ الیمان دارالقرآن پنج پیر صوابی پاکستان)

2: فضل الرحمٰن (مماتی) لکھتے ہیں:

واضح بات ہے کہ وہ شرعی قبر سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

(التحقیق الانیق: ص30)

مزید لکھتے ہیں: قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا عرفی قبر قطعاً نہیں ہوتی بلکہ عالم برزخ کی شرعی قبر مراد ہوتی ہے۔ (التحقیق الانیق: ص34، 35)

3: قبر شرعی صرف عالم برزخ ہے نہ کہ یہ گڑھا۔

(المسلک المنصور: ص32 خضر حیات بھکروی)

4: مولوی امیر محمد لکھتے ہیں:

زمینی گڑھے کو "قبر" کہنا نصوص سے انکار ہے۔ (اقوال مرضیہ: ص 19)

محترم قارئین! مماتی حضرات کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔ اس فرقہ کا یہ نظریہ قرآن و سنت کے علاوہ عربی لغت کے بھی خلاف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

قبر کا مفہوم؛ اہل لغت سے:

(1) مفردات القرآن میں ہے:

القبر: مَقَر الميت ومصدرُ، قبرته جعلته فی القبر وأقبرته جعلت له مكانا يقبر فيه نحو أسقيته جعلت له ما يسقى منه، قال (ثم أماته فأقبره) ....والمَقبرة والمِقبرة موضع القبور وجمعها مقابر.

(مفردات القرآن: مادہ ق، ب، ر، ص390)

کہ "قبر" میت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ مصدر ہے، "قبرته" کا معنی ہے: میں نے اس کو قبر میں رکھا، "اقبرته" کا معنی ہے: میں نے اس کے لیے ایسی جگہ بنادی ہے جس میں اس کو دفن کیا جائے گا، جیسے "اسقيته" کا معنی ہے: میں نے اس کے لیے ایسی جگہ یا برتن بنادیا جس سے پانی پیا جاتا ہے۔ اسی مادے سے اللہ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ "المَقبرة" اور "المِقبرة" قبروں کی جگہ کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع "مقابر" آتی ہے۔

(2) لسان العرب میں ہے:

القبر مدفن الانسان وجمعه قبور. (جلد نمبر 5 ص67)

قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور ہے۔

(3) معجم الفاظ القرآن میں ہے:

القبر مقر الميت وجمعه قبور. یعنی میت کے قرار کی جگہ قبر ہے، اس کی

جمع قبور آتی ہے۔ (ج2ص 331)

(4) قاموس القرآن میں ہے:

قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے۔

(ص413)

(5) مصباح اللغات میں ہے:

القبر: انسان کے دفن کرنے کی جگہ، جمع اس کی قبور ہے۔ (ص654)

نیز مندرجہ ذیل کتب لغات میں بھی یہی معنی لکھا ہے:

(6) الصحاح علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (م397ھ)

(7) مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر پٹنی (م982ھ)

(8) تاج العروس سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی (م1205ھ)

ان تمام اہل لغت کے نزدیک قبر سے مراد گڑھا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے اور اس میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام لغت دان قبر کا حقیقی اور اصلی، صحیح معنی یہی بتا رہے ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق کسی نے بھی قبر بمعنیٰ برزخ نہیں بتایا۔

قرآن پاک سے زمینی قبر کا ثبوت

قرآن پاک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا ہی قبر ہے۔

آیت نمبر 1:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ

(سورۃ المائدہ: 31)

ترجمہ: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1369ھ) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا، اس لئے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے؟ آخر ایک کوے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اُسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوا، شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنی جانور کے ذریعہ سے اُسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔

(تفسیر عثمانی: ج1 ص362)

اس سے ثابت ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اسی زمین والی قبر میں دفن کیا تھا، اس کے علاوہ کوئی اوپر والی قبر نہیں تھی۔

آیت نمبر 2:

وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (سورۃ توبہ: 84)

ترجمہ: اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1369ھ) لکھتے ہیں: یعنی دعاء واستغفار کے لئے یا اہتمامِ دفن کے لئے۔ (تفسیر عثمانی: ج 1 ص 618)

یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ کہ سجین، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے بعد اسی دنیوی قبر پر کھڑے ہوئے تھے نہ کہ سجین پر۔

آیت نمبر 3:

أَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔ (سورۃ الحج: 7)

ترجمہ: اس لیے کہ اللہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

آیت نمبر 4:

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ۔ (سورۃ الممتحنہ: 13)

ترجمہ: [وہ لوگ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں] جیسے کافر لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔

آیت نمبر 5:

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ۔ (سورۃ عبس: 21)

ترجمہ: پھر اس کو موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔

آیت نمبر 6:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ۔ (سورۃ الانفطار: 4)

ترجمہ: اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

آیت نمبر 7:

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ۔ (سورۃ العادیات: 9)

ترجمہ: بھلا کیا وہ وقت اسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے، اسے باہر بکھیر دیا جائے گا۔

آیت نمبر 8:

حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ۔ (سورۃ التکاثر:2)

ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

ان آیات میں قبروں سے مراد یہی زمینی قبریں ہیں اور کوئی نہیں، قیامت کے دن انہی میں سے اٹھایا جائے گا۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے مفسرین نے یہی زمینی قبریں مراد لی ہیں تاہم ہم انہی کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے زمینی قبر کا ثبوت

قارئین کرام ! آپ نے پہلے چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا قبر ہے اور اب ہم چند احادیث نقل کرنے لگے ہیں لیکن اس سے پہلے یہاں محدثین کے چند ابواب کا ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ہاں بھی قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے۔

صحیح البخاری کے چند ابواب کا ذکر:

(1) امام بخاری نے ”کتاب الجنائز“ میں ایک باب اس طرح باندھا ہے: ”بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ﴿فَأَقْبَرَهُ﴾ ، أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُه إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ“ (صحیح البخاری: ج1 ص186)

ترجمہ: باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کا بیان، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: {فَأَقْبَرَهُ} ، [عرب لوگ کہتے ہیں] ”أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ“ کہ میں نے اس کے لئے قبر بنائی، أُقْبِرُه (میں قبر بناؤں گا) اور کہتے ہیں قَبَرْتُهُ (میں نے اسے دفن کیا)

(2) کتاب الجنائز، ”باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور“ [قبروں پر مسجد بنانے کی کراہیت کا باب]

(3) کتاب الجنائز ”باب بناء المسجد علی القبر“ [قبر پر مسجد بنانے کا بیان]

(4) کتاب الجنائز، ”باب زیارۃ القبور“ [باب قبروں کی زیارت کرنا]

(5) کتاب الجنائز، ”باب قول الرجل للمراۃ عند القبر اصبری“ [باب: کوئی عورت قبر کے پاس ہو اور کوئی شخص اُسے کہے صبر کر]

(6) کتاب الجنائز، ”باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن“ [باب: دفنانے

کے بعد قبر پر نماز جنازہ کا بیان]

(7) کتاب الجنائز، "باب من یدخل قبر المراۃ" [باب: عورت کی قبر میں کون اُترے؟]

(8) کتاب الجنائز، "باب دفن الرجلین والثلاثة فی قبر واحد" [ایک قبر میں دو یا تین آدمیوں کو دفن کرنا]

(9) کتاب الجنائز، " باب الاذخر والحشیش فی القبر" [اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا]

(10) کتاب الجنائز، "باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة" [باب: کیا میت کو کسی ضرورت سے قبر سے نکالا جاسکتا ہے؟]

(11) کتاب الجنائز، "باب اللحد والشق فی القبر" [باب: قبر کی دو قسمیں: بغلی اور صندوقی]

(12) کتاب الجنائز، "باب الجرید علی القبر " [باب: قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا]

(13) کتاب الجنائز، "باب موعظة المحدث عند القبر" [باب قبر کے پاس عالم حدیث کا بیٹھنا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا]

صحیح مسلم کے چند ابواب کا ذکر:

صحیح مسلم (ج1 ص300) میں کتاب الجنائز میں قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(1) کتاب الجنائز، باب جعل القطیفة فی القبر [باب قبر میں چادر ڈالنے کے بیان میں]

(2) کتاب الجنائز، باب الامر بتسویة القبر [باب قبر کو برابر کرنے کے حکم کے بیان میں]

(3) کتاب الجنائز، باب النھی عن تجصیص القبر والبناء علیه [باب پختہ قبر بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت کے بیان میں]

(4) کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیه [باب قبر پر بیٹھنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ممانعت کے بیان میں]

(5) کتاب الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا [باب: قبور میں داخل ہوتے وقت اہل قبور کے لئے کیا دعا پڑھی جائے]

(6) کتاب الجنائز، باب استیذان النبی صلی اللہ علیه وسلم ربه عزوجل فی زیارۃ قبر امه [باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگنے کے بیان میں]

سنن ابی داؤد کے چند ابواب کا ذکر:

سنن ابی داؤد (ج2ص84) میں "اول کتاب الجنائز" کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(1) باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم [کئی آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا اور قبر کی طرف خطاب کرنا (یانشانی لگانا)]

(2) کتاب الجنائز، باب فی تعمیق القبر [قبر کو گہرا اور نیچا کھودنا]

(3) کتاب الجنائز، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر [قبر پر بیٹھنے کی ممانعت کا بیان]

(4) کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت [جب دفن کرکے فارغ ہوں اور لوٹنے کا قصد ہو تو میت کے لئے استغفار کریں]

(5) کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل [قبروں میں جو تا

پہن کرنا کر جانا کیسا ہے؟]

جامع الترمذی کے چند ابواب کا ذکر:

جامع الترمذی (ج1 ص191) میں ”کتاب الجنائز“ کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(1) باب ماجاء مایقول اذا ادخل المیت قبرہ [باب: اس دعا کے بیان میں جو دفن میت کے وقت پڑھی جاتی ہیں]

(2) باب ماجاء فی کراھیۃالوطی علی القبور والجلوس علیھا [باب اس بیان میں کہ قبروں پر چلنا اور بیٹھنا منع ہے]

سنن النسائی کے چند ابواب کا ذکر:

سنن النسائی (ج 1 ص 258) میں کتاب الجنائز کے تحت قبر سے متعلق یہ ابواب موجود ہیں۔۔۔

(1) باب ما یستحب من أعماق القبر [باب: گہری قبر کھودنے کے مستحب ہونے کا بیان]

(2) باب ما یستحب من توسیع القبر [قبر کے وسیع کھودنے کا مستحب ہونا]

(3) باب إخراج المیت من القبر بعد أن یدفن فیه [میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس کو نکالنے کا بیان]

سنن ابن ماجہ کے چند ابواب:

سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز ص 103 کے تحت قبر سے متعلق چند ابواب کا تذکرہ۔

(1) باب ما جاء فی الصلاۃ علی القبر [قبر پر نماز پڑھنے کا بیان]

(2) باب ما جاء فی إدخال المیت القبر [میت کو قبر میں اتارنے کا بیان]

(3) باب ما جاء فی حفر القبر [قبر کھودنے کے بارے میں]

ہم نے صحاح ستہ سے چند ابواب کا ذکر کیا، ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی ”زمینی قبر“ ہے، تو عذاب وثوابِ قبر سے بھی اسی قبر کا عذاب وثواب قبر مراد ہوگا۔ مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے یہاں آکر ایک قبر غیر زمینی گھڑلی اور دین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا۔

قبر کے متعلق چند احادیث مبارکہ:

اب ہم کچھ احادیث مبارکہ یہاں پر نقل کرتے ہیں جن میں قبر کا ذکر اور عذاب وثواب قبر کا ثبوت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قبر سے مراد یہی ”زمینی قبر“ ہے۔ قارئین خوب توجہ سے ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر 1:

عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ٹھہرتے دیکھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔

(موطا امام مالک: ص150 باب ماجاء فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نوٹ: یہ روایت مصنف عبد الرزاق (ج3 ص576 باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث نمبر 2:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ مانگی۔ (صحیح البخاری: ج 1 ص 183، باب ماجاء فی عذاب القبر)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گذرے۔ آپ نے فرمایا: اس دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک کو تو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ان دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(صحیح البخاری: جلد 1 ص 184، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول)

حدیث نمبر 4:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ج 1 ص 184 باب التعوذ من عذاب القبر)

حدیث نمبر 5:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت

کرے کیونکہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

(صحیح البخاری: ج1 ص186 باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر 6:

حضرت سفیان تمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح تھی۔

(صحیح البخاری: ج1 ص186 باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر 7:

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اماں جان! مجھے زیارت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء (یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر) کی قبریں دکھلا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے تینوں قبریں دکھلا دیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تینوں قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین سے ملی ہوئی تھیں، ان پر سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

(سنن ابی داؤد: ج2 ص103 باب فی تسویۃ القبر)

حدیث نمبر 8:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر اس کی قبر پر آئے اور سرہانے کی طرف سے قبر میں تین مٹھی مٹی ڈالی۔

(سنن ابن ماجۃ: ص112، باب ماجاء فی حثو التراب فی القبر)

حدیث نمبر 9:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی۔

(شعب الایمان للبیہقی: ج 3 ص 490 باب فی المناسک، رقم الحدیث 4159)

حدیث نمبر 10:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر کے سہارے (لیٹے یا بیٹھے ہوئے) دیکھا تو فرمایا کہ تم اس قبر والے کو ایذاء نہ دو یا یہ فرمایا کہ اسے ایذاء نہ دو۔

(مشکوۃ المصابیح: ص 149، باب دفن المیت، الفصل الثالث)

قارئین! ہم نے یہاں پر دس احادیث نقل کی ہیں، قبر کے حالات اور عذاب وثواب پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر حقیقی اور قبر اصلی یہی زمین کا گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ جو شخص اس قبر کا انکار کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا انکار کرتا ہے۔ البتہ یہ قبر عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کا اطلاق مرنے کے بعد سے شروع ہو کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانہ پر ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ قبر عالم برزخ کا ایک جزء ہے جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کے متعلق جو احکام قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا اور دل وزبان سے ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں، عقل دین کے تابع ہے دین عقل کے تابع نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

غیر مسلموں اور ایسے لوگوں کے جو عذاب وثواب قبر کے تو منکر ہیں مگر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں صرف غیر مسلموں سے مرعوب ہو کر انکار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقل نہیں مانتی، تو ان لوگوں کے تمام اشکالات کے

جوابات علماء اسلام دے چکے ہیں۔ ان لوگوں کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جس شخص کو قبر نہیں ملی اس کو عذاب وثواب کیسے ہوگا اور کہاں ہوگا؟ اس اشکال کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب کا معاملہ اصل میں عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے، جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ عالم برزخ صرف اور صرف قبر ہی میں منحصر نہیں قبر تو عالم برزخ کا ایک حصہ ہے جس کو یہ زمینی قبر نہیں ملی اس کی وہی قبر ہے جہاں اس کی میت یا اس کے اجزاء ہیں، سوال وجواب عذاب وثواب اس کو بھی ضرور بالضرور ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جن علماء نے ایسے اشکالات کے جوابات دیے ہیں انہوں نے اس قبر کی بالکل نفی نہیں کی۔

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ والے بعض علماء کی کچھ عبارات قطع وبرید اور غلط استدلال کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان سے بالکل دھوکہ نہ کھائیں، جب ایک مسئلہ وضاحت کے ساتھ ادلہ اربعہ سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخصی رائے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جن علماء کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں ہم نے تقریباً ساری عبارات اصل کتابوں سے خود دیکھی ہیں، کسی سے بھی زمینی قبر کا انکار یا عذاب وثواب کا انکار لازم نہیں آتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پر وہ ایسے اشکالات کے جوابات دے رہے ہوتے ہیں وہاں سے یہ اشاعتی حضرات (منکرین قبر ارضی) اپنی مرضی کی بات نقل کر لیتے ہیں اور جہاں پر اس مصنف نے قبر کا اثبات یا عذاب وثواب قبر کا عقیدہ ونظریہ بیان کیا ہوتا ہے وہ اس کو نقل نہیں کرتے۔

﴿باب چہارم﴾

عقیدہ حیات النبی ﷺ

اس باب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت: فقہاء و محدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال و تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محترم قارئین کرام!

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلقِ روح زندہ ہیں، ان کے اجسادِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے اسے بلاواسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اجماعی اور متفقہ موقف کے خلاف مماتی حضرات ایک جداگانہ موقف رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں [معاذاللہ]، صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے، اس کے دلائل من گھڑت ہیں، یہ عقیدہ شیعہ کا ہے، اس عقیدہ کے قائلین شرک کے کھیت کے دہقان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کی خدمت میں ان کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں۔

1: فرقہ مماتیہ اپنے بعض عقائد منظر عام پر لائے اور جماعتی لیٹر پیڈ پر یہ عقائد لکھ کر شائع کیے۔ سید ضیاء اللہ بخاری صاحب نے ان عقائد کی تصدیق بھی کی۔ ان عقائد میں یہ درج ہے کہ:

عقیدہ نمبر (1):

وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قبر منور میں کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ قبر میں آپ مردہ ہیں۔ (میرے پیغمبر آخرت آپ کے لیے پہلی زندگی سے بہتر ہے)

عقیدہ نمبر (2):

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے جو سماع کا قائل ہے وہ بے ایمان کافر اور مشرک ہے (عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ سب کی سب جعلی اور موضوع ہیں)

عقیدہ نمبر (3):

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون والی حدیث صحیح نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔

تمام عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ [دستخط] ضیاء اللہ

نوٹ: (اس کی ایک کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے: از ناقل)

2: محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے قائلین کے بارے میں لکھتے ہیں: حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتیٰ اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے: ص4)

3: خان بادشاہ لکھتے ہیں:

ولیس المراد من الحیاۃ حیاتھم فی ھذہ القبور المحفورۃ

(المسامیر الناریۃ: ص191)

ترجمہ: (انبیاء علیہم السلام کی) حیات سے ان (زمینی) گڑھوں والی قبروں میں زندہ ہونا مراد نہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ مبارکہ میں بجسد عنصری کے ساتھ زندہ سمجھنا یہ شیعہ مسلک ہے۔

(التنقید الجوہری: ص3)

4: مولوی اللہ بخش لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود وسلام عند القبر سننا وجواب دینا یہ قصّہ من گھڑت ہے۔

(دعوۃ الرشاد: ص8 مؤلف مولوی اللہ بخش، مؤید عنایت اللہ شاہ گجراتی)

5: محمد عطاء اللہ بندیالوی لکھتے ہیں:

امام الانبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ جھوٹ لگایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر سلام کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔

(کیا مردے سنتے ہیں؟: ص37)

مزید لکھتے ہیں:

امام الانبیاء علیہم السلام قبر منور پر آنے والوں کے سلام کو نہیں سنتے۔

(کیا مردے سنتے ہیں: ص39)

قارئین کرام!

آپ نے فرقہ مماتیہ کا نظریہ ملاحظہ فرما لیا کہ کس طرح یہ لوگ ایک اجماعی عقیدہ کے خلاف زبان دراز کرتے اور غلط نظریہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس غلط موقف کی قلعی کھولنے اور اس اجماعی عقیدہ کو واضح کرنے کے لیے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت؛ فقہاء و محدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال و تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... چند تنقیحات

ہم یہاں پر استاذ العلماء حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا) کی تحریر کردہ چند تنقیحات ذکر کرتے ہیں جن سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے میں آسانی اور اس پر وارد ہونے والے عقلی شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

1 عالم دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم دنیا میں زندگی 63 سال ہے۔

2 روح زندہ ہے روح کی حیات کا کوئی بھی منکر نہیں۔

3 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں۔

4 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی عنصری دنیوی جسم مبارک اپنی قبر اطہر میں زندہ ہے، یعنی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح مبارک کا تعلق ہے جسم انور کے ساتھ اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات ہے۔

5 جو لوگ قبر اطہر میں دنیاوی جسم انور کی حیات کے منکر ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث، البتہ قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت آیات واحادیث کو قبر پر فٹ کر کے، روضہ اطہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو بے حس وبے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

6 اسی طرح جدید معتزلہ کے پاس علماء اہل السنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا انکار حیات پر رسالہ تو کیا کوئی قول بھی نہیں ہے، البتہ حیات برزخی اور حیات روحانی کے لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیوی، حسی، حقیقی جسم انور قبر اطہر میں زندہ ہے اسی لیے اس قبر کی حیات کو حیات دنیوی، حیاۃ حسی، حیات حقیقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ برزخ میں عالم دنیا کے برعکس راحت کا اولاً تعلق روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ اس لیے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے، حیات برزخی اور حیات روحانی کہنے سے قبر میں دنیوی جسم سے حیات کی نفی نہیں ہوتی۔

(تقریظ بر کتاب خوشبو والا عقیدہ ص34، 35)

عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پاک سے ثبوت

پہلی آیت:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورۃ البقرۃ:154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

امام بیہقی کا حوالہ:

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی (م458ھ) لکھتے ہیں:

وھذا إنما یصح علی أن اللہ جل ثناؤہ رد إلی الأنبیاء علیھم السلام أرواحھم فھم أحیاء عند ربھم کالشھداء۔

(حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم: ص111)

ترجمہ: یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں، اس لیے وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

ابن حجر عسقلانی کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی (م852ھ) لکھتے ہیں:

وإذا ثبت أنھم أحیاء من حیث النقل فإنہ یقویہ من حیث النظر کون الشھداء أحیاء بنص القرآن والأنبیاء أفضل من الشھداء۔

(فتح الباری: ج6 ص595 باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید

کرتے ہیں (وہ اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہو گی)

علامہ سمہودی کا حوالہ:

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی (911ھ) فرماتے ہیں:

و لا شك في حياته صلى الله عليه و سلم بعد وفاته و كذا سائر الانبياء عليهم الصلوة و السلام احياء في قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التي اخبر الله بها في كتابه العزيز۔

(وفاء الوفاء ج4 ص1352 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا، بڑھ کر ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والحق عندي عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد۔ (تفسیر مظہری: ج1 ص152)

ترجمہ: میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

قاضی شوکانی کا حوالہ :

قاضی محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين وقد ثبت فی الحديث : أن الأنبياء أحياء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البيهقی وفی صحيح مسلم عن النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال: مررت بموسى ليلة أسری بی عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلی فی قبره.

(نیل الاوطار: ج 3 ص 263 باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ الخ)

ترجمہ: قرآن کریم کی صریح آیات شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہوئی ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہو گی؟ جبکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ آلوسی کا حوالہ:

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (1270ھ) ایک مقام پر حیات الشہداء کا ذکر کرتے ہوئے حیاۃ الانبیاء کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

وهی فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلی الله عليه وسلم أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام ... إن تلك الحياة فی القبر وإن كانت يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة فی الدنيا المعروفة لنا

من الصلاۃ والأذان والإقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك إلا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياۃ المعروفة۔

(روح المعانی: ج22 ص38 تحت قولہ تعالیٰ: ماکان محمد ابا احد من رجالکم)

ترجمہ: یہ حیات (جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے) شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے۔۔۔ اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے دیگر امور، مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔

حضرت تھانوی کا حوالہ:

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) فرماتے ہیں:

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔“

(بیان القرآن: ج1 ص97، معارف القرآن: ج1 ص397)

شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب کا حوالہ:

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں:

والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی اللہ علیه وسلم اعلیٰ مراتب

المخلوقین علی الاطلاق وانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ حیٰوۃ مستقرۃ ابلغ من حیٰوۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذ ھو افضل منھم بلا ریب وانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع من یسلم علیہ۔ (اتحاف النبلاء: ص:415)

ترجمہ: ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص ہے، بہت بالاتر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بلا ریب افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی کا حوالہ:

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) فرماتے ہیں: فلیس الشھید باولی من النبی وان نبی اللہ حی یرزق فی قبرہ کما ورد فی الحدیث۔

(احکام القرآن للتھانوی ج1 ص92)

ترجمہ: شہید نبی سے تو بہتر نہیں، اور اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو قبر میں رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

دوسری آیت:

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ۔ (سورۃ آل عمران:169)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

علامہ سخاوی کا حوالہ:

اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی

(م902ھ) لکھتے ہیں:

ومن ادلة ذلك ایضاً قوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له صلی الله علیه وسلم علی اتم الوجوه لانه شهید الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود و غیرهما رضی الله عنهم بانه صلی الله علیه وسلم مات شهیداً۔ (القول البدیع: ص173 تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: اور (حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کی موت عطا ہوئی ہے۔

تیسری آیت:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ۔

(سورۃ السجدۃ:23)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، لہٰذا (اے نبی!) آپ اس کے ملنے کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیے۔

امام قتادہ کا حوالہ:

حضرت قتادہ (م117ھ) سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے: ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ قال: کان قتادة یفسرها أن نبی الله صلی الله علیه وسلم قد لقی موسی علیه السلام۔ (صحیح مسلم: ج1 ص94، باب الاسراء برسول اللہ الخ)

ترجمہ: (یونس بن محمد فرماتے ہیں کہ) حضرت قتادہ اس آیت ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

امام رازی کا حوالہ:

امام تفسیر علامہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمۃ اللہ علیہ (م604ھ) فرماتے ہیں:

معناه فلا تكن فی شك من لقاء موسى فإنك تراه وتلقاه.

(التفسیر الکبیر: ج25 ص161)

ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھیں گے اور ان سے ملیں گے۔

قاضی شوکانی کا حوالہ:

علامہ محمد بن علی (م1250ھ) شوکانی لکھتے ہیں:

قال المفسرون: وعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سيلقى موسى قبل أن يموت ثم لقيه فی السماء وفی بيت المقدس حين أسری به.

(فتح القدیر: ج4 ص307)

ترجمہ: مفسرین فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وفات سے پہلے آپ علیہ السلام کی حضرت موسی علیہ السلام سے ملاقات ہو گی، پھر آپ علیہ السلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمان اور بیت المقدس میں ملے۔

علامہ آلوسی کا حوالہ:

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م 1270ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وأخرج الطبرانی وإبن مردویہ والضیاء فی المختارة بسند صحیح عن إبن عباس أنه قال فی الآیة : أی من لقاء موسی وأخرج إبن المنذر وغیرہ عن مجاهد نحوہ وأخرج إبن أبی حاتم عن أبی العالیة أنه قال کذلك فقیل له : أو لقی علیه الصلاة و السلام موسی قال : نعم ألا تری إلی قوله تعالیٰ : ﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ وأراد بذلك لقاءہ صلی الله تعالی علیه وسلم إیاہ لیلة الإسراء۔ (روح المعانی: ج21 ص137)

ترجمہ: امام طبرانی، ابن مردویہ اور ضیاء الدین مقدسی نے اپنی "مختارہ" میں سند صحیح سے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "لقاء" (ملاقات) سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہے۔ علامہ ابن المنذر نے امام مجاہد سے ایسی تفسیر نقل کی ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی یہی تفسیر بیان کی، جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں کی ہے، کیا آپ نے اللہ کے اس فرمان ﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ میں غور نہیں کیا؟ اس آیت سے انہوں نے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو مراد لیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1369ھ) فرماتے ہیں:

کان قتادة یفسرها أن النبی صلی الله علیه و سلم قد لقی موسی

عليه السلام و وافقه عليه جماعة... وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء في قبورهم اورد فيه حديث انس: (الانبياء احياء في قبورهم يصلون) اخرجه من طريق يحيى بن ابى كثير و هو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد... و شاهد هذا الحديث ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه(مررت بموسىٰ ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر و هو قائم يصلي في قبره)۔

(فتح الملہم: ج1 ص329 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور مفسرین کی ایک جماعت نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات کے بارے میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے، اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو انہوں نے صحیح بخاری و مسلم کے راوی یحی بن ابی کثیر عن مستلم بن سعید کے طریق سے روایت کیا ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں:

اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب موسی علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

چوتھی آیت:

وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا۔ (سورۃ الزخرف:45)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے ہیں، آپ ان سے پوچھ لیجئے۔

امام قرطبی کا حوالہ:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م671ھ) حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فی غیر روایة ابن عباس: فصلوا خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعة صفوف، المرسلون ثلاثة صفوف والنبیون أربعة؛ وکان یلی ظهر رسول الله صلی الله علیه وسلم إبراهیم خلیل الله، وعلی یمینه إسماعیل وعلی یساره إسحاق ثم موسی ثم سائر المرسلین فأمهم رکعتین؛ فلما انفتل قام فقال: إن ربی أوحی إلی أن أسألکم هل أرسل أحد منکم یدعو إلی عبادة غیر الله؟ (الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص2774)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ دیگر روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (انبیاء علیہم السلام کی) سات صفیں تھیں، تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحق علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، پھر باقی رسول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ میں آپ یہ سوال کروں کہ کیا آپ نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی؟

علامہ ابن کثیر کا حوالہ:

علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) فرماتے ہیں:

وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: واسألهم ليلة الإسراء، فإن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام جُمِعوا له. (تفسیر ابن کثیر: ج4ص162)

ترجمہ: عبد الرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اس کلام ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ کا تعلق معراج کی رات کے ساتھ ہے کہ آپ معراج کی رات ان سے سوال کریں، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع کر دیا گیا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی پہلا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں:

ويؤيده حديث عبد الرحمن بن هاشم عن أنس ففيه وبعث له آدم فمن دونه من الأنبياء. (فتح الباری: ج7ص263 کتاب المناقب، باب المعراج)

ترجمہ: (معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد حاضر ہونے کی) تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عبد الرحمن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔

امام ابن حجر کا دوسرا حوالہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) مزید فرماتے ہیں:

وطرق ذلك صحيحة فيحمل على أنه رأى موسى قائما يصلى فى قبره ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السماوات فلقيهم النبى صلى الله عليه وسلم ثم اجتمعوا فى بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا

صلی اللہ علیہ و سلم قال وصلاتهم فی أوقات مختلفة وفی أماکن مختلفة لا یردہ العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلك علی حیاتهم۔

(فتح الباری: ج6 ص595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: اس (حدیث معراج) کے یہ طرق صحیح ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کا تذکرہ آپ نے کیا، ان سب نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو (آسمانوں میں) حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات فرمائی پھر یہ سارے بیت المقدس میں جمع ہوئے، نماز ادا کی گئی تو حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی، لہذا ان کے مختلف اوقات اور مقامات میں نماز پڑھنے کی عقل تردید نہیں کرتی اور نقلی دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

ملا علی قاری کا حوالہ:

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) فرماتے ہیں:

ومما يؤيد تشكل الأنبياء وتصورهم على وجه الجمع بين أجسادهم وأرواحهم. قوله: (فإذا موسى قائم يصلي) فإن حقيقة الصلاة وهي الإتيان بالأفعال المختلفة إنما تكون للأشباح لا للأرواح.

(مرقاۃ المفاتیح: ج10 ص571 باب فی المعراج)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کے شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام [اپنی قبر میں] کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان اعمال کا بجالانا جسموں کا کام ہے، صرف روح کا نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م 1225ھ) رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

قال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ لمّا اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذّن جبرئیل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بھم فلمّا فرغ من الصلاۃ قال جبرئیل سل یا محمد من أرسلنا قبلك من رّسلنا۔ (تفسیر المظہری: ج8 ص353)

ترجمہ: حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ کو معراج کرایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں سے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو اٹھایا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھایئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد! ان سے سوال کیجیے۔

قاضی شوکانی کا حوالہ:

علامہ محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) لکھتے ہیں:

قال الزہری وسعید بن جبیر وابن زید: إن جبریل قال ذلك للنبی صلی اللہ علیہ و سلم لما أسری بہ فالمراد سؤال الأنبیاء فی ذلك الوقت عند ملاقاتہ لھم۔ (فتح القدیر ج4 ص661)

ترجمہ: زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کلام ﴿وَاسۡأَلۡ مَنۡ أَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُسُلِنَا﴾ معراج کی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا تھا اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام سے ان کی ملاقات کے وقت سوال فرماویں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ:

اس آیت کے تحت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م1352ھ) فرماتے ہیں:

یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء۔ (مشکلات القرآن ص:234)

ترجمہ: اس آیت سے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کی تشریح میں یہی بات نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مقامِ نزول شب معراج ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور اس موقع پر انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد جمع ہوئے تھے۔

پانچویں آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○ (سورۃ الحجرات:2، 3)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

علامہ رحمت اللہ سندھی کا حوالہ:

علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ السندھی الحنفی رحمہ اللہ (م 978ھ او 993ھ) فرماتے ہیں:

ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعاً خاشعاً مع الذلة و الانكسار و الخشية و الوقار والهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً يمينه على شماله مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة......... محترزاً عن اشغال النظر بما هناك من الزنية، متمثلاً صورته الكريمة فى خيالك، مستشعراً بانه عليه الصلوة و السلام عالماً بحضورك و قيامك و سلامك مستحضرا عظمته وجلالته و شرفه و قدره صلى الله عليه و سلم ثم قال مسلماً مقتصداً من غير رفع صوت لقوله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ولا اخفاء بحضور و حياء۔ (لباب المناسک للسندی: ص508 باب زیارۃ سید المرسلین)

ترجمہ: پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر بات سے اُس مقصود کے لئے فارغ کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لیے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر سلام پیش کرے، میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے،

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو، اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی)، اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے۔

حضرت گنگوہی کا حوالہ:

قطب الاقطاب فقیہہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م1322ھ) فرماتے ہیں:

”اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: ”السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك“ (اے اللہ کے رسول! آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس کے لیے رب سے سفارش کریں) (تالیفات رشیدیہ: ص650 زبدۃ المناسک)

حضرت سہارنپوری کا حوالہ:

شارح ابوداؤد فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م1346ھ) فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔“ (تذکرۃ الخلیل: ص370)

علامہ شبیر احمد ثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) فرماتے ہیں:

”اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی اِن آداب کو ملحوظ رکھے۔“

(تفسیر عثمانی: ج2 ص640)

مولانا محمد مالک کاندھلوی کا حوالہ:

مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی (م1409ھ) فرماتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس حدیث سے علماءِ امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیّ (زندہ) ہیں۔

(معارف القرآن تکملہ ج:7 ص487)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا

احادیث مبارکہ سے ثبوت

اس عنوان کے تحت ہم چند احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جن سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 1:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

(مسند ابی یعلی الموصلی: ص658 رقم الحدیث 3425 من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی: ج3 ص379 بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث 3412، حیات الانبیاء للبیہقی: ص70، الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج2 ص490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی: ص391 الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): علامہ ہیثمی کا حوالہ:

علامہ علی بن ابو بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م807ھ) مجمع الزوائد ج8 ص386 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث 13812 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رجال أبي يعلى ثقات

ترجمہ: امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(2): حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م852ھ) فتح الباری ج6 ص 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ **وصححه البيهقي۔**

ترجمہ: اس حدیث کو امام بیہقی سے صحیح قرار دیا ہے۔

(3): علامہ سمہودی کا حوالہ:

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ) وفاء الوفاء ج4 ص1352 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ **ورواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه**

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کرکے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(4): ملا علی قاری کا حوالہ:

ملا علی قاری حنفی (م1014ھ) شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج3 ص415 باب الجمعۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ **صح خبر الانبياء احياء في قبورهم۔**

ترجمہ: حدیث "الانبياء احياء في قبورهم" صحیح ہے۔

(5): علامہ مناوی کا حوالہ:

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (م1031ھ) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج3 ص239 رقم الحدیث 3089 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ **وهو حديث صحيح.**

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

(6): شیخ عبد الحق دہلوی کا حوالہ:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی (م1052ھ) مدارج النبوۃ: ج2 ص527

مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ابو یعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(7): علامہ عزیزی کا حوالہ:

علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر: ج2 ص134 فرماتے ہیں:

✪ وھو حدیث صحیح

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

(8): قاضی شوکانی کا حوالہ:

قاضی شوکانی (م1250ھ) تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین: ص42 لکھتے ہیں:

✪ أنہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح أن الأنبیاء أحیاء فی قبورھم

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(9): قاضی شوکانی کا دوسرا حوالہ:

قاضی شوکانی نیل الاوطار: ج3 ص263 باب فضل یوم الجمعۃ و ذکر ساعۃ الاجابۃ الخ کے تحت لکھتے ہیں:

✪ وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی۔

ترجمہ: یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(10): علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ:

علامہ محمد انور شاہ کشمیری حنفی (م1352ھ) فیض الباری: ج2 ص64 باب رفع الصوت فی المسجد میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔

(11): علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م1369ھ) نے فتح الملہم: ج1 ص 329 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(12): شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کا حوالہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کاندھلوی حنفی (م1402ھ) فضائل درود شریف: ص67 دوسری فصل، میں حدیث نمبر 3 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ”اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔“

(13): امام اہل السنت کا حوالہ:

ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م1430ھ) تسکین الصدور ص222 میں فرماتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

حدیث نمبر2:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

(سنن ابی داؤد: ج1 ص286 کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد: ج9 ص575 رقم الحدیث 1075، مسند اسحاق بن راھویہ: ص204 رقم الحدیث 520، السنن الکبریٰ للبیھقی: ج5 ص245 باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، شعب الایمان للبیھقی: ج2 ص217 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث 1581، المعجم الاوسط للطبرانی ج2 ص226 رقم الحدیث 3092)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1) :علامہ ابن تیمیہ کا حوالہ:

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م728ھ) مجموع الفتاویٰ: ج27 ص55 کتاب الزیارۃ میں فرماتے ہیں:

✪ وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ.

ترجمہ: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

(2): علامہ سبکی کا حوالہ:

امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م756ھ) شفاء السقام: ص161 الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ھذا اسناد صحیح۔

ترجمہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

(3):حافظ ابن کثیر کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج3 ص674 تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون میں فرماتے ہیں:

✪ وصححہ النووی فی الاذکار۔

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب ”الاذکار“ میں صحیح قرار دیا ہے۔

(4): حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م852ھ) فتح الباری ج:6 ص: 596 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

✪ ورواتہ ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

(5): علامہ سمہودی کا حوالہ:

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) وفاء الوفاء ج4 ص1349 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ وروىٰ ابو داود بسند صحيح...... عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا۔

ترجمہ: امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

(6): علامہ زرقانی کا حوالہ:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1122ھ) شرح المواہب للزرقانی: ج8 ص308 میں فرماتے ہیں:

✪ باسناد صحيح۔

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

(7): علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ:

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م 1352ھ) عقیدۃ الاسلام: ص120 میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

✪ رواته ثقات۔

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(8): علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1369ھ) نے فتح الملہم: ج1 ص330 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔

- ورواته ثقات

”ردِروح“ کا مطلب:

اس حدیث میں ”رد روح“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطا فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(1): علامہ عزیزی کا حوالہ:

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) السراج المنیر: ج3 ص278 میں فرماتے ہیں:

- (الا رد الله على روحى) اى رد على نطقى لانه صلى الله عليه وسلم حى دائماً وروحه لا تفارقه لان الانبياء احياء فى قبورهم

ترجمہ: حدیث ”إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي“ میں ”ردِروح“ سے مراد قوتِ گویائی کا عطا ہونا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(2): حضرت نانوتوی کا حوالہ:

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (م1297ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”آبِ حیات“ کے ص206 پر فرماتے ہیں:

- اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ و تجلیات اللہ سے جو بوجہ

محبوبیت ومحبیت تامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل رہتی ہے، اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ یعنی مبدء انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، سو چونکہ سلام امتیان بھی منجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں، اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسنِ اخلاقِ ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اثباتِ حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاعِ تعلق حیات کے لیے جواب میں اور تکلفات کی حاجت نہ رہے گی۔

(3): حضرت تھانوی کا حوالہ:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) نشر الطیب: ص200 اٹھائیسویں فصل کے تحت فرماتے ہیں:

✪ اس سے حیات میں شبہہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت وجبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو "ردِ روح" سے تعبیر فرما دیا۔

(4): حضرت مدنی کا حوالہ:

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م1377ھ) کے بارے مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول ص248 میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

✪ (الف): ابوداؤد کی روایت میں "رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِیْ" فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی حَتّٰی أُسَلِّمَ

عَلَيْهِ او کما قال“ اگر لفظ ”اِلَیَّ رُوْحِیْ“ فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا تھا، ”اِلٰی“ اور ”عَلٰی“ کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، ”عَلٰی“ استعلاء کے لئے ہے اور ”اِلٰی“ نہایتِ طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہِ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کرکے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔ (ب): اگر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ”عَلٰی“ اور ”اِلٰی“ میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوامِ حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔

(5): مولانا نعمانی کا حوالہ:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ) معارف الحدیث: ج5 ص238 ص239 پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

✪ حدیث کے ظاہری الفاظ ”اِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی“ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ

کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تا کہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے "ردِ روح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو ”ردِ روح“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حدیث نمبر 3:

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ بَلَیْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(سنن ابی داؤد: ج1 ص157 باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی: ج1 ص204 باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجۃ: ص76 باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج3 ص248، 249 باب مایؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ: ج2 ص516 باب فی ثوب الصلوٰۃ علی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، مسند احمد بن حنبل: ج12 ص474 رقم الحدیث 16107، المستدرک للحاکم: ج1 ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث 1068، صحیح ابن خزیمۃ: ج2 ص839 باب فضل الصلاۃ علی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان: ص350 رقم الحدیث 910)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے ؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلقِ روح تو یہ محض بے حس اور لا شعور جسم ہو گا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): امام حاکم کا حوالہ:

امام ابو عبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م405ھ) المستدرک للحاکم: ج1 ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث 1068 میں فرماتے ہیں:

✪ هذا حديث صحيح على شرط البخاري۔

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

(2): امام نووی کا حوالہ:

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م676ھ) کتاب الاذکار: ص150 کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

✪ في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس

بن أوس رضی اللہ عنہ الخ۔

ترجمہ: سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ علیہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں۔)

(3): ابن عبد الہادی کا حوالہ:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی (م744ھ) الصارم المنکی: ص184 میں فرماتے ہیں:

✪ عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة.

ترجمہ: حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

(4) علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔

(تلخیص علی المستدرک: ج1 ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ... رقم الحدیث 1068)

(5): علامہ ابن قیم کا حوالہ:

حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ (م 751ھ) جلاء الافہام: ص39 رقم الحدیث 62 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم۔

ترجمہ: جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو گا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

(6) : حافظ ابن کثیر کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج3 ص673 تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون میں فرماتے ہیں:

✪ وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني، والنووي في الأذكار.

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دار قطنی اور امام نووی نے اپنی "کتاب الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

(7) : حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فتح الباری: ج11 ص200 باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

✪ وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم۔

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(8) : شیخ عبدالحق دہلوی کا حوالہ:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1052ھ) مدارج النبوۃ: ج2 ص920 میں فرماتے ہیں:

✪ در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روزِ جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ بمجرد بقائے ارواح۔

ترجمہ: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ”جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے“، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

(9) : علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج2 ص498 باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر کے تحت رقمطراز ہیں:

✪ وھو حی فی قبرہ الشریف و لحوم الانبیاء علیھم السلام حرام علی الارض کما ورد بہ الاثر۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

(10): امام اہل السنت کا حوالہ:

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) تسکین الصدور ص302 پر فرماتے ہیں:

✪ اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں۔

حدیث نمبر4:

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكثروا الصلاة على يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلى على إلا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبى الله حى يرزق)۔ (سنن ابن ماجہ: ص118 کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): علامہ منذری کا حوالہ:

حافظ ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری رحمۃ اللہ علیہ (م656ھ) الترغیب والترہیب: ج2 ص328 الترغیب فی اکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رواہ ابن ماجۃ باسناد جید۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(2): علامہ ابن المقلن کا حوالہ:

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علي بن أحمد ابن الملقن الشافعی رحمہ اللہ (م804ھ) البدر المنیر: ج5 ص288 تحت الحدیث الخامس بعد الخمسین میں رقم طراز ہیں:

✪ وَإِسۡنَادہ حسن۔

ترجمہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

(3) :حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) تہذیب التہذیب ج 2 ص537 تحت ترجمۃ زید بن ایمن میں رقمطراز ہیں:

✪ رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

(4) :علامہ سمہودی کا حوالہ:

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م911ھ) وفاء الوفاء: ج4 ص1353 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ فرماتے ہیں:

✪ رواه ابن ماجة باسناد جيد۔

(5): ملا علی قاری کا حوالہ:

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م 1014ھ) مرقاۃ المفاتیح: ج2 ص112 باب الجمعۃ الفصل الثالث میں فرماتے ہیں:

✪ بإسناد جيد نقله ميرك عن المنذري وله طرق كثيرة۔

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

(6): علامہ عزیزی کا حوالہ:

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م1070ھ) السراج المنیر: ج1 ص290 میں فرماتے ہیں:

✪ ورجاله ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

(7): قاضی شوکانی کا حوالہ:

قاضی محمد بن علی شوکانی (م1250ھ) نیل الاوطار: ج3 ص263 باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ میں لکھتے ہیں:

✪ وقد أخرج ابن ماجة بإسناد جيد۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

(8): علامہ زرقانی کا حوالہ:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م1122ھ) شرح المواھب اللدنیۃ: ج5 ص336 میں فرماتے ہیں:

✪ رواه ابن ماجة برجال ثقات۔

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

(9): علامہ سندھی کا حوالہ:

علامہ محمد بن عبد الہادی سندھی رحمہ اللہ (م1138ھ) شرح سنن ابن ماجۃ: ج3 ص310 تحت رقم الحدیث 1627 میں فرماتے ہیں:

✪ هَذَا الْحَدِيث صَحِيح۔

(10): شمس الحق عظیم آبادی کا حوالہ:

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م1329ھ) شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ج1 ص261 باب فضل یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ کے تحت لکھتے ہیں:

رواه ابن ماجة باسناد جيد وله طرق كثيرة۔

ترجمہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے جیّد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

(11): امام اہل السنت کا حوالہ:

امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) تسکین الصدور: ص319 میں فرماتے ہیں:

✪ ”اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جیّد اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا جمّ غفیر جیّد کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔“

حدیث نمبر5:

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِى السَّلَامَ۔

(سنن النسائی: ج1 ص189 باب التسلیم علی النبی ﷺ، مسند احمد: ج3 ص536 رقم الحدیث 3666، مصنف ابن ابی شیبہ ج6 ص44 باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ، مشکوٰۃ المصابیح: ص86 باب الصلاۃ علی النبی ، الخصائص الکبریٰ: ج2 ص489 باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ، المستدرک للحاکم: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی، مصنف عبد الرزاق ج2 ص141 باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص351 رقم الحدیث 914، مسند ابی یعلیٰ موصلی ص951 رقم الحدیث 5210)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): امام حاکم کا حوالہ:

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

✪ صحیح الإسناد۔

ترجمہ: یہ روایت کی سند صحیح ہے۔

(2): علامہ ابن عبد الہادی کا حوالہ:

علامہ محمد بن احمد ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ ابن (م744ھ) اپنی کتاب الصارم المنکی: ص202 فرماتے ہیں:

✪ رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرھما من طرق مختلفة بأسانید صحیحة۔

ترجمہ: اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(3): امام ذہبی کا حوالہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ (م 748ھ) نے بھی اپنی کتاب تلخیص علی المستدرک: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔

✪ صحیح

(4): علامہ ہیثمی کا حوالہ:

علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م 807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج8 ص595 باب مایحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(5): علامہ سخاوی کا حوالہ:

امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م902ھ) القول البدیع: ص159 الباب الرابع کے تحت رقمطراز ہیں:

✪ رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیھقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد۔

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابو نعیم، امام بیہقی، امام خلعی نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو روایت اپنی اپنی "صحیح" میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(6): علامہ عزیزی کا حوالہ:

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) السراج المنیر ج1 ص518 میں

فرماتے ہیں:

✪ حدیث صحیح۔

(7): شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا حوالہ:

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م 1239ھ) اپنے فتاوی عزیزی: ج2 ص29 فرماتے ہیں:

✪ نزد احمد و نسائی ہر آئینہ خدائے را فرشتگانند سیر کنندگان در زمین میرسانند مرا از امت من سلام را و بتواتر رسیدہ ایں معنی الخ

ترجمہ: امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں" اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

تشریح حدیث:

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم پر امت کا سلام پیش کی جاتا ہے اور اس کام پر فرشتوں کی ایک جماعت مستقل طور پر مامور ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) نے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سلام کے ساتھ صلوٰۃ (درود شریف) بھی پہنچاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: ان للہ ملئکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلوٰۃ من صلیٰ علی من امتی اخرجہ الدار قطنی

(القول البدیع للسخاوی: ص159 الباب الرابع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔

علامہ ابو الفتح شہاب الدین محمد بن احمد الابشیھی اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن للہ ملائکۃ سیاحین فی الأرض یبلغونی الصلاۃ علیّ من أمتی فأستغفر لھم الحدیث۔

(المستطرف فی کل فن مستظرف: ص583 فیما جاء من فضل الصلاۃ علی رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ پھر میں ان کے لیے استغفار کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) فرماتے ہیں:

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔

(السراج المنیر: ج1ص518)

سلطان المحدثین ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

أی یوصلون من أمتی السلام إذا سلموا علی قلیلا أو کثیرا وھذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر وفیہ إشارۃ إلی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغ سلام أمتہ الکاملۃ وإیماء إلی قبول السلام حیث قبلتہ الملائکۃ وحملتہ إلیہ علیہ السلام وسیأتی أنہ یرد السلام علی من سلّم علیہ۔

(المرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج2ص341)

ترجمہ: یعنی فرشتے مجھ پر میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں جب امتی مجھ پر سلام کہتے

ہیں خواہ یہ سلام قلیل ہو یا کثیر، یہ (سلام کا پہنچانا) اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منوّر اور پاکیزہ آرام گاہ سے دور ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمی ہے اور سلام پہنچے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرشتے جو سلام لاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرماتے ہوئے اس سلام کہنے والے کو خود سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچاوے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

(معارف الحدیث: ج5 ص80)

حدیث نمبر 6:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ "

(مشکوٰۃ المصابیح: ص87 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی: ج2 ص218 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اجلالہ و توقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم: ص22، القول البدیع للسخاوی: ص160 الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی: ص104، کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری: ج13 ص279)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) فتح الباری ج:6 ص: 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید۔

ترجمہ: محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

(2): امام سخاوی کا حوالہ:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) نے القول البدیع: ص 160 الباب الرابع میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(3): ملا علی قاری کا حوالہ:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) المرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج 4 ص 22 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید

ترجمہ: ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

(4): علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1369ھ) نے اس حدیث کے متعلق فتح الملہم: ج 1 ص 330 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں فرمایا ہے:

✪ سندہ جیّد

(5) :نواب صدیق حسن خان کا حوالہ:

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد(1307ھ)اس روایت کو اپنی کتاب "دلیل الطالب" کے ص844 میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

(6):مولانا غلام اللہ خان کا حوالہ:

مولانا غلام اللہ خان(1400ھ) فرماتے ہیں:اس حدیث کی جو سند سدّی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص48اکتوبر1967ء)

(7) :امام اہل السنت کا حوالہ:

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ(م 1430ھ) تسکین الصدور: ص328 میں فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے(جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے)بیان سے واضح ہوگیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

حدیث نمبر7:

عن عطاء مولی أم حبیبة قال : سمعت أبا ھریرۃ یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : لیھبطن عیسی ابن مریم حکما عدلا و إماما مقسطا و لیسلکن فجا حاجا أو معتمرا أو بنیتھما و لیأتین قبری حتی یسلم

عليَّ و لأردن عليه يقول أبو هريرة : أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام۔

(المستدرک للحاکم: ج3 ص489، 490 ذکر نبی اللہ و روحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی: ص1149 رقم الحدیث 6577، مجمع الزوائد: ج8 ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ: ج2 ص490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابو ھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

فائدہ:

اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ و سلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1): امام حاکم کا حوالہ:

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) اسے اپنی کتاب

المستدرک: ج3 ص489، 490 ذکر نبی اللہ و روحہ عیسی بن مریم کے تحت نقل فرماتے ہیں:

✪ هذا حديث صحيح الإسناد۔

(2): علامہ ذہبی کا حوالہ:

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) بھی تلخیص علی المستدرک ج3 ص489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

(3): علامہ ہیثمی کا حوالہ:

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج8 ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام میں فرماتے ہیں:

✪ رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(4): علامہ سیوطی کا حوالہ:

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) نے الجامع الصغیر: ج2 ص260 رقم الحدیث 7742 کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 8:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَيْتُ وَفِيْ رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ۔

(صحیح مسلم: ج2 ص268 کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد: ج10 ص388 رقم الحدیث 12149، سنن النسائی: ج1 ص242 کتاب قیام اللیل وتطوع النہار

باب ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، مسند ابی یعلیٰ: ص643 رقم الحدیث 3325، مصنف عبد الرزاق: ج3 ص384 باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم، صحیح ابن حبان: ص125 رقم الحدیث 49، 50)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے مستدلین:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال فرمایا ہے اور حیات الانبیاء علیہم السلام پر اس کو شاہد اور موید قرار دیا ہے۔

(1) امام بیہقی کا حوالہ:

امام ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 458ھ) اپنی کتاب حیات الانبیاء للامام ص84 اور 85 میں فرماتے ہیں:

✪ فی قصة المعراج أنه لقیهم فی جماعة من الأنبیاء فی السموات وکلمهم وکلموه وکل ذلك صحیح لا یخالف بعضه فقد یری موسی علیه السلام قائما یصلی فی قبره ثم یسری بموسی وغیره إلی بیت المقدس کما أسری بنبینا فیراهم فیه ثم یعرج بهم إلی السموات کما عرج بنبینا فیراهم فیها کما أخبره وصلواتهم فی أوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد به خبر الصادق وفی کل ذلك دلالة علی حیاتهم

ترجمہ: واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح

ہیں، ان کا آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر کرایا گیا جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اسراء پیش آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک معراج کرایا گیا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنے پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قولِ صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

(2): حافظ ابن حجر کا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فتح الباری ج:6 ص: 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم میں فرماتے ہیں:

✪ وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رفعه۔

ترجمہ: حدیث اول [الانبیاء احیاء فی قبورهم الحدیث] کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے۔

(3): علامہ سخاوی کا حوالہ:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے القول البدیع: ص172 تحت العنوان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام میں یہی بات لکھتے ہیں:

✪ وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة

عن أنس رفعه مررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی الخ

ترجمہ: حدیث اول [الانبیاء احیاء فی قبورھم الحدیث] کی شاہد حماد بن سلمہ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میرا گزر شبِ معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔

(4): علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1369ھ) فتح الملہم: ج 1 ص 329 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت البنانی عن انس کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے اس سابق حدیث [الانبیاء احیاء فی قبورھم الحدیث] کی شاہد ہے۔

الغرض ان دونوں احادیث سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھنے کا امر بالکل واضح ہوتا ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا آثار صحابہ و تابعین سے ثبوت

1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م24ھ) کے بارے میں ایک واقعہ مروی ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح البخاری: ج1 ص67 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ (یعنی کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟) انہوں نے کہا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ ہے۔ جس طرح آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں فرمایا۔

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرمارہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں: اول کارِ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء مے کرد سلام بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود. (جذب القلوب: ص200)

ترجمہ: پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمہ اللہ (م 911ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

ولما قدم عمر المدینة کان اول ما بدء بالمسجد و سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم. (وفاء الوفاء ج4 ص1358 الفصل الثانی فی بقیة ادلة الزیارة)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے۔

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م 57ھ) فرماتی ہیں:

كُنتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔

(مسند احمد: ج18 ص24 رقم الحدیث 25536، مشکوٰۃ: ص154 باب زیارۃ القبور، المستدرک للحاکم: ج3 ص609 کتاب المغازی والسرایا رقم الحدیث 4458، شفاء السقام للسبکی: ص430)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے:

آپ جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبر دار!) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جاکر بنوائے تھے (تاکہ ان کے بننے کا شور حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دے) (شفاء السقام للسبکی: ص432)

3 حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ:

شامی فوج کی جانب سے جب 63ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی ہوئی تو اس فوج کے خوف سے سب اہل مدینہ اپنے اپنے گھروں میں جاگزیں ہوگئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی مسلمان نماز کے لئے نہیں آتا تھا، صرف مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (م 93ھ) مسجد میں رہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فکنت إذا حانت الصلاۃ أسمع أذانا یخرج من قبل القبر حتی أمن الناس۔ (طبقات ابن سعد: ج5 ص100 تحت ترجمۃ سعید بن المسیب)

ترجمہ: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا تھا یہاں تک کہ لوگ (اس حملے کے خوف سے) مطمئن ہوگئے۔

4: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (م 101ھ) کے بارے میں مروی ہے: کان عمرُ بن عبد العزیز یُرسِل البرید من الشام الی المدینة لیُسلِّمَ له علی النبی صلی الله علیه وسلم۔ (شفاء السقام للسبکی: ص166)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک قاصد مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے سلام پہنچائے۔

5: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت:

امام اعظم رحمہ اللہ (م150ھ) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: سنت ہے کہ تم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قبلہ کی جہت سے جاؤ، قبلہ کی طرف پیٹھ کرو اور قبر شریف کی طرف چہرہ کرو، پھر کہو: السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته۔ (مسند الامام الاعظم: ص126)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمائے امت سے ثبوت

1: علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ:

علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (م 728ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ } فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذٰلِكَ مِنَ الْبَعِيدِ۔

(مجموع الفتاویٰ: ج 26 ص 70 کتاب الحج، فصل؛ واذا دخل المدینۃ)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔

2: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

حافظ محمد بن ابو بکر ابن القیم الحنبلی (م 751ھ) فرماتے ہیں:

قد صح عن النبی أن الأرض لا تأکل أجساد الأنبیاء -- إلی غیر ذلک مما یحصل من جملتہ القطع بأن موت الأنبیاء إنما ھو راجع إلی أن غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وإن کانوا موجودین .. فإنھم أحیاء موجودون ولا تراھم

(کتاب الروح: ص 42 المسئلۃ الرابعۃ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی ۔۔۔ ایسے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کر

دیے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، ورنہ وہ تو موجود اور زندہ ہیں اور آپ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

3: علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ :

علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (م 771ھ) فرماتے ہیں:

عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ج3 ص412. طبع دار الھجر للطباعۃ 1413ھ)

ترجمہ: ہم شافعیہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس وشعور موجود ہے، امت کے اعمال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام بھی پہنچایا جاتا ہے۔

4: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م 852ھ) فرماتے ہیں:

ان حياته صلى الله عليه و سلم في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والأنبياء احياء في قبورهم۔

(فتح الباری: ج7 ص38 باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا الخ)

ترجمہ: قبر مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

5: علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ:

علامہ بدر الدین عینی الحنفی (م 855ھ) فرماتے ہیں: فإنهم لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء۔ (عمدۃ القاری: ج11 ص402 کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلۃ

(عمدۃ القاری: ج 11 ص 403 کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حیات کا انکار کیا وہ معتزلہ ہیں۔

6: علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ:

محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی (م 861ھ) آدابِ زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله فی أن أموت مسلما على ملتك وسنتك---- ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها۔

(فتح القدیر: ج 3 ص 169 و ص 184 کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

7: علامہ سخاوی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمہ اللہ (م 902ھ) فرماتے ہیں:

و نحن نؤمن و نصدق بانه صلی الله علیه وسلم حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأكله الارض والاجماع علی هذا۔

(القول البدیع: ص 172 تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔

8: علامہ سمہودی رحمہ اللہ:

علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) فرماتے ہیں:

وقصة سعید بن المسیب فی سماعة الاذان والاقامة من القبر الشریف ایام الحرّة مشهورة۔

(وفاء الوفاء ج4 ص1356 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: ایام حرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے سعید بن المسیب کے اذان و اقامت سننے کا قصہ مشہور ہے۔

9: امام سیوطی رحمہ اللہ:

امام جلال الدین سیوطی الشافعی (م 911ھ) فرماتے ہیں:

حیاة النبی صلی الله علیه وسلم فی قبره هو وسائر الأنبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الأدلة فی ذلك وتواترت الأخبار

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی: ص554)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس

پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں۔

10: امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ:

امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ (م 973ھ) فرماتے ہیں:

وقد صحت الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ و سلم حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ۔ (منح المنۃ ص 92)

ترجمہ: (اس مضمون کی) احادیث صحیح ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

11: ملا علی قاری رحمہ اللہ:

حضرت ملا علی قاری الحنفی (م 1014ھ) فرماتے ہیں:

المعتقد المعتمد انہ صلی اللہ علیہ و سلم حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم۔

(شرح الشفاء: ج 2 ص 142 فصل: فی تخصیصہ بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

12: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ:

حضرت شیخ عبد الحق محدث الدہلوی رحمہ اللہ (م 1052ھ) فرماتے ہیں:

بباید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروئے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔ (اشعۃ اللمعات: ج 1 ص 574)

ترجمہ: یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہلِ حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اور روحانی۔

13: علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ:

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی (م 1069ھ) فرماتے ہیں:

وِمما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات۔ (نور الایضاح: ص430 فصل فی زیارۃ سیدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرات محققین کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ علیہ السلام لطف واندوز ہوتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دنیا والوں کی) نگاہوں سے اوجھل ہیں جو ان مقامات شریفہ تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔

14: علامہ خفاجی رحمہ اللہ:

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی (م 1069ھ) فرماتے ہیں:

لانه صلى الله عليه وسلم حي في قبره يسمع دعاء زائره۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج3 ص398)

ترجمہ: اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زیارت کرنے والے کی دعا (یعنی صلوٰۃ وسلام) سنتے ہیں۔

15: علامہ طحطاوی رحمہ اللہ:

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی (م 1232ھ) رقمطراز ہیں:

ينبغي لمن قصد زيارة النبي صلى الله عليه وسلم ان يكثر الصلاة عليه فانه يسمعها و تبلغ اليه۔

(حاشیۃ الطحطاوی: ص746 فصل فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ آپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت سے درود پڑھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس وقت) خود سنتے ہیں اور (اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے) آپ کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

16: قاضی محمد بن علی شوکانی:

قاضی محمد بن علی شوکانی (م1250ھ) فرماتے ہیں:

أنه صلى الله عليه وسلم حى فى قبره وروحه لا تفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء فى قبورهم۔ (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین: ص42)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

17: علامہ شامی رحمہ اللہ:

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م1252ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ۔

(رد المحتار: ج6 ص240 کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ)

ترجمہ: کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

18: علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ:

علامہ محقق شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م1257ھ) فرماتے ہیں:

اما هم (الانبياء عليهم السلام) فحياتهم لا شك فيها ولا خلاف لاحد من العلماء فى ذلك فهو صلى الله عليه وسلم حى على الدوام۔

(رسالہ مدینہ: ص41)

ترجمہ: رہی انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تو اس میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں

سے کسی ایک کو اس میں اختلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں۔

19: نواب قطب الدین رحمہ اللہ:

شارح مشکوٰۃ نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1279ھ) فرماتے ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہے اور اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں بالکل دنیا کی طرح حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے نہ کہ انہیں حیات معنوی روحانی حاصل ہے۔

(مظاہر حق جدید: ج2 ص865 فضائل جمعہ)

20: مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ:

صحیح بخاری کے حاشیہ نگار حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفی رحمۃ اللہ (م 1297ھ) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان حياته صلى الله عليه و سلم لا يتعقبها موت بل يستمر حيا و الانبياء احياء فی قبورهم۔

(حاشیہ صحیح البخاری: ج1 ص517 باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

21: سلطان اورنگ زیب عالمگیر:

سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ (م 1118ھ) کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:

ويبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من

فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين

(عالمگیری ج 1 ص 292 کتاب المناسک، باب النذر بالحج)

ترجمہ: اگر کسی نے اس (زائر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنے کی درخواست کی ہو تو یہ (زائر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سلام بھی عرض کرے اور یوں کہے: ”یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہٰذا آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔“

22: علامہ بغدادی رحمہ اللہ:

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحاصل ان حياة الانبياء عليهم السلام ثابتة بالاجماع۔

(المنحۃ الوہبیۃ: ص 7)

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی حیات اجماع سے ثابت ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل السنت والجماعت علماء دیوبند سے ثبوت

المہند علی المفند:

”المہند علی المفند“ المعروف عقائد علماء دیوبند فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1346ھ) کی تالیف جو علماء حرمین کے ان سوالات کے جوابات ہیں جو انہوں نے اکابرین علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجے تھے۔ اس کا پس منظر یہ ہے مولوی احمد رضا خان صاحب نے 1906ء میں جب مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں ایک رسالہ مرتب کیا جس جس میں اکابرین علما دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ کی عبارات کو قطع وبرید کر کے پیش کیا اور ان پر قطعی تکفیر کا فتویٰ لگایا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ تکفیری عمل یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ موصوف نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (معاذ اللہ)

علماءِ حرمین چونکہ علماءِ دیوبند سے واقف تھے اور نہ ان کی تصانیف سے آشنا، اس لیے اس رسالہ کی مندرجہ عبارات کے پیش نظر اپنی تصدیقات لکھ دیں۔

انہی دنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ (م 1377ھ) مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمہ اللہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت پر اطلاع ہوئی تو آپ نے علماء حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ ان حضرات نے چھبیس سوالات پر مشتمل

ایک سوالنامہ اکابر علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجا کہ ان کے جواب تحریر کریں اور اپنے عقائد و نظریات ان کے جوابات کے ضمن میں واضح کریں۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے، تمام مشاہیر دیوبند حضرت شیخ الہند، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیزالرحمٰن، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے بزرگوں نے تصدیقات ثبت کیں، ہند کے علاوہ حجاز، مصر اور شام وغیرہ کے ممالک کے جید علماء مشائخ نے بھی اپنی تصدیقات و تائیدات کے ساتھ اس کو زینت بخشی۔ یوں یہ رسالہ 1325ھ میں تحریر ہوا اور ”المہند علی المفند“ کے نام سے شائع ہو کر عوام و خواص میں معروف ہوا۔

اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات و تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح و توضیح بھی گئی۔ جن بزرگوں نے اس دستاویز کی تصدیق فرمائی انہوں نے فقط اعتماداً تصدیق نہیں کی بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر ہی اس کی توثیق و تائید فرمائی۔ چنانچہ مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1372ھ) فرماتے ہیں:

رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ۔

(المہند الفمند ص84 ط المیزان)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں حقِ صریح پایا۔

ان سوالات میں سے ایک سوال حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے متعلق تھا، ذیل میں سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے، بعد ازاں علماء دیوبند کی تصریحات پیش کی جائیں گی۔

السوال الخامس: ما قولکم فی حیاة النبی صلی الله علیه و سلم فی قبره الشریف هل ذلك امر مخصوص به ام مثل سائر المسلمین رحمة الله علیهم حیٰوة برزخیة

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حی فی قبره الشریف و حیٰوته صلی الله علیه و سلم دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیٰوة الانبیاء و الشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا و یشهد له صلٰوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلٰوة تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلك لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمها (آب حیات) ای ماء الحیٰوة۔

(المہند علی المفند: ص30 ص31 طبع المیزان)

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو

حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء“ میں بتصریح لکھاہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کہ برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرّہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ”آبِ حیات“ ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م 1297ھ)

پہلا حوالہ:

آپ اپنی کتاب ”ہدیۃ الشیعہ“ میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں، تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری مِلک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے اور آپ بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک ہیں، کوئی اور مالک نہیں ہو گیا اور حدیث ”لانورث ما ترکنا صدقۃ“ جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لِم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟

(ہدیۃ الشیعہ: ص359)

دوسرا حوالہ:

آپ اپنی دوسری کتاب ”لطائف قاسمیہ“ میں فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ: ص3)

تیسرا حوالہ:

”جمال قاسمی“ میں لکھتے ہیں: ارواح انبیاء علیہم السلام کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی ہے۔

(جمال قاسمی ص13 ط: کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

چوتھا حوالہ:

”آبِ حیات“ میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلّہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں، جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بھی محل توریث نہیں۔

(آبِ حیات: ص7)

نوٹ:

”آبِ حیات“ کے نام سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مستقل کتاب عقیدہ حیات پر موجود ہے، تفصیل اس میں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م1322ھ)

پہلا حوالہ:

ولان النبیین صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی

لتواریث الاحیاء منهم۔

(الکوکب الدری شرح جامع الترمذی: ج1 ص423)

ترجمہ: چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں، اس لئے ان کی وراثت جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرا حوالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں ونبی اللہ حی یرزق، اس مضمونِ حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ: ص49)

تیسرا حوالہ:

مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص134)

حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری (م1337ھ)

آپ قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ مجاز ہیں۔

"المہند علی المفند" پر تصدیق رقم فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

الذی کتب فی هذه الرسالة حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح وهومعتقدی ومعتقدمشائخی رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین واحیانا الله بها واماتنا علیها۔

(المہند علی المفند: ص78)

ترجمہ: جو کچھ اس رسالہ (المہند) میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صریح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ

تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م 1339ھ)

پہلا حوالہ:

علماء دیوبند کی متفقہ دستاویز ”المہند علی المفند“ کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وھو معتقدنا و معتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیہ۔

(المہند علی المفند: ص74)

ترجمہ: یہی ہمارا اور ہمارے تمام مشائخ کا عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں

دوسرا حوالہ:

حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر ”انوار المحمود“ میں ہے:

انہم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیہا لا خلاف لاحد فیہ

(انوار محمود شرح سنن ابی داؤد: ج1 ص610)

ترجمہ: حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ:

سنن ابی داؤد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قولہ (ان اللہ حرم علی الارض): ای منعہا وفیہ مبالغۃ لطیفۃ اجساد الانبیاء ای من ان تاکلہا فالانبیاء فی قبورہم احیاء۔

(حاشیہ سنن ابی داؤد: ج1 ص157 تفریع ابواب الجمعۃ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے فرمان کہ ”جو بھی مجھے سلام کرتا ہے تو میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں“ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں زندہ ہوں تو سلام کا جواب دینے پر قادر ہوں (اس لیے جواب دیتا ہوں)

تقدیر الکلام (مامن احد یسلم علی الا ارد علیه السلام) لانی حی اقدر علی رد السلام۔ (حاشیہ سنن ابی داؤد: ج1 ص286، باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے فرمان کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو منع کر دیا ہے اور اس کلام میں بڑے عمدہ مبالغے کے ساتھ زمین کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے سے منع کیا گیا ہے، لہذا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م1346ھ)

پہلا حوالہ:

آپ سنن ابی داؤد کی شرح ”بذل المجہود“ میں لکھتے ہیں:

ان نبی الله حی فی قبره کما ان الانبیاء احیاء فی قبورهم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابها کما لا فرق بین حضوره و غیبته فی زمان حیاته صلی الله علیه و سلم۔

(بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد: ج2 ص117 باب التشہد)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ

ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

دوسرا حوالہ:

"المہند علی المفند" میں سوال نمبر 5 کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حى فى قبره الشريف و حيوته صلى الله عليه و سلم دنيوية من غير تكليف و هى مختصة به و بجميع الانبياء صلوات الله عليهم و الشهداء لا برزخية كما هى حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطى فى رسالته انباء الاذكياء بحيوة الانبياء حيث قال قال الشيخ تقى الدين السبكى: حيوة الانبياء و الشهداء فى القبر كحيوتهم فى الدنيا و يشهد له صلوة موسىٰ عليه السلام فى قبره فان الصلوة تستدعى جسداً حيا الى آخر ما قال فثبت بهذا ان حيوته دنيوية برزخية لكونها فى عالم البرزخ و لشيخنا شمس الاسلام و الدين محمد قاسم العلوم على المستفيدين قدس الله سره العزيز فى هذا المبحث رسالة مستقلة دقيقة الماخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت و شاعت فى الناس و اسمها (آب حيات) اى ماء الحيوة۔

(المہند علی المفند: ص30 ص31 طبع المیزان)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء"

میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کہ برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرّہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ”آبِ حیات“ ہے۔

تیسرا حوالہ:

”تذکرۃ الخلیل“ میں آپ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل: ص370)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری (م1352ھ)

پہلا حوالہ:

آپ اپنی کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ کے حاشیہ ”تحیۃ الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

یرید بقولہ (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط

(تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام: ص119)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: "انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح وبدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔

دوسرا حوالہ:

وفی البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس، ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری: ج2 ص64 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: سنن البیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اس روایت کو حافظ ابن حجر نے امام بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے فتح الباری کی چھٹی جلد میں صحیح فرمایا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ومن ھھنا انحل حدیث اخر رواہ ابوداؤد فی رد روحہ صلی اللہ علیہ وسلم حین یسلم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معناہ انہ یردروحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلك الجانب الی ھذا الجانب فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی کلتا الحالتین لمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری: ج2 ص65 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: اور یہیں سے ابوداؤد والی حدیث بھی حل ہوگئی کہ "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک لوٹائی جاتی ہے" اس روح لوٹانے کا یہ مطلب نہیں کہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) آپ علیہ السلام کی ایک جانب سے دوسری جانب توجہ کر دی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں

حالتوں میں زندہ ہوتے ہیں، آپ علیہ السلام پر تعطل بالکل طاری نہیں ہوتا۔

مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ)

پہلا حوالہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔“

(بیان القرآن: ج1 ص97 تحت سورۃ البقرۃ آیت154)

دوسرا حوالہ:

علمی مضامین پر مشتمل اپنی آخری تصنیف ”بوادر النوادر“ میں فرماتے ہیں:

وقد حرم الله جسده على الارض و احياه فى قبره كسائر الانبياء عليهم الصلوٰة السلام۔ (بوادر النوادر: ص451)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔

تیسرا حوالہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے،

کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: ”ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق“ (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔) (اشرف الجواب: ص318، 319)

مزید فرماتے ہیں:

بہر حال یہ بات باتفاقِ امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔ (اشرف الجواب: ص321)

چوتھا حوالہ:

آپ اپنی تصنیف ”نشر الطیب“ میں فرماتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب: ص199 فصل اٹھائیسویں)

علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1369ھ)

آپ رحمہ اللہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون۔

(فتح الملہم: ج1 ص330 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ۔

(فتح الملہم: ج3 ص419 باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی قبر میں) زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی (م 1372ھ):

پہلا حوالہ:

ایک سوال کے جواب میں رقم فرماتے ہیں:

”انبیاء کرام علیہم صلوٰات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔“

(کفایت المفتی ج1 ص80 دارالاشاعت)

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے:

اول: یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں،

جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کرکے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کرکے مانا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم ازکم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے، نہ موجب تعظیم۔

(کفایت المفتی: ج1 ص168، 169 دارالاشاعت)

دوسرا حوالہ:

"المہند علی المفند" پر تصدیق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

رایت الاجوبة کلها فوجدتها حقة صریحة لایحوم حول سرادقاتها شك ولاریب وهو معتقدی ومعتقد مشائخی رحمهم الله۔

(المہند علی المفند: ص84)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں ایسا حق صریح پایا جس کے گرد شک و شبہ نہیں پھٹک سکتا اور یہی میرا اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

مولانا سید حسین احمد مدنی (م 1377ھ):

پہلا حوالہ:

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول: ص153)

دوسرا حوالہ:

اپنی خود نوشتہ سوانح حیات ”نقشِ حیات“ میں فرماتے ہیں:

وہ (منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام) وفاتِ ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی وبقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ (اکابرین علماء دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور و شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ”آب حیات“ نہایت ہی مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔

(نقش حیات: ص160)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے جہاں ان کا عقیدہ معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ آب حیات اور دیگر کتب لکھنے کی اغراض میں سے ایک غرض اثبات عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھی۔

تیسرا حوالہ:

آپ کے حالات زندگی جو مولانا افضال الٰہی دیوبندی نے لکھے ہیں، ان میں مرقوم ہے:

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث کے دوران آپ کے ایک شاگرد کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اشکال وشکوک تھے۔ (ایک دفعہ) دورانِ درس اس طالب علم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضراء اور نہ روضۂ پاک کی جالیاں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے۔ اس طالب علم نے بولنا چاہا اور دوسرے ساتھیوں کو بتانا چاہا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا

اشارے سے۔ سبحان اللہ! اس طالب علم کو مشاہدہ کرا کے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شکوک کو حل کرا دیا۔ (مناقب شیخ الاسلام: ص118، ص119)

مولانا احمد علی لاہوری (م 1383ھ)

پہلا حوالہ:

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالمِ برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحبِ بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

(بحوالہ مقام حیات: ص698 از علامہ خالد محمود)

دوسرا حوالہ:

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

”کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان

صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔“

(ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن: ص54)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م1394ھ)

آپ فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواحِ کفار کو بھی حاصل ہے۔

(سیرۃ المصطفیٰ: ج3ص129)

مزید لکھتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادت سے معطل نہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ الخ

(سیرۃ المصطفیٰ: ج3ص134)

مزید لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ: ج3ص135)

مولانا ظفر احمد عثمانی (م1394ھ)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من ينكر حياته صلى الله عليه و سلم فى قبره.... كان فؤاده فارغاً من حبه و عقله خاليا من لبه۔

(اعلاء السنن: ج10 ص512 باب زیارۃ قبر النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (م1396ھ)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”معارف القرآن“ میں فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیاتِ برزخی عام لوگوں کی حیاتِ برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔

(معارف القرآن: ج7 ص177، ص178 تحت سورۃ الاحزاب آیت نمبر 46)

مولانا محمد عبد اللہ بہلوی (م1398ھ)

ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم، ہمارے مرشدین نقشبندیہ ‘قادریہ ‘چشتیہ ‘سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔

(القول النقی: ص29)

حضرت مولانا مفتی محمود (م1400ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ مولانا عبد العزیز شجاع آبادی کی کتاب

"دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت مولانا عبد العزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف "دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کو مختلف مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا، حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ
خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان
17 ربیع الاوّل 1400ھ"

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف: ص9)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (م1402ھ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف

سے طرق سے تخریج کی ہے۔ (فضائل درود شریف: ص34)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی (م 1403ھ)

پہلا حوالہ:

برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف و مشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن و سنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام: ج7ص181)

دوسرا حوالہ:

تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

رسالہ نافعہ تسکین الصدور مولفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر سے استفادہ نصیب ہوا۔ رسالہ کی وقعت وعظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مولانا سرفراز خان صاحب کی تالیف ہے جو اپنی محققانہ و معتدلانہ طرز تالیف میں معروف ہیں۔ تسکین الصدور حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے جس سے روحی اور قلبی تسکین ہو جاتی ہے۔ جن جن مسائل پر کلام کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہٖ اپنے تحقیقی رنگ کی وجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہو گئے

ہیں اوران سے دلوں میں سرور اورآنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔

(تسکین الصدور: ص20)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید (م1413ھ)

”الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص295)

مولانا منظور احمد نعمانی (م1417ھ)

سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

(معارف الحدیث: ج5 ص280)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر (م1430ھ):

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ ایک عنوان: ”عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا“ کے تحت لکھتے ہیں: ”بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً 1374ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور

آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرحِ حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ (تسکین الصدور: ص290)

اکابر علماء دیوبند کا مسلک:

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ماہنامہ "پیام مشرق" میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک اور ان کے متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں اکابرین میں سے دس حضرات کے دستخط موجود تھے اور یہ اشتہار حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہفت روزہ رسالہ "خدام الدین" میں ابھی شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے "تسکین الصدور" (ص37) میں اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود زید مجدہ نے "مقام حیات" (ص707) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ افادہ عام کے لیے اس اشتہار کا سکین آئندہ صفحہ پر پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

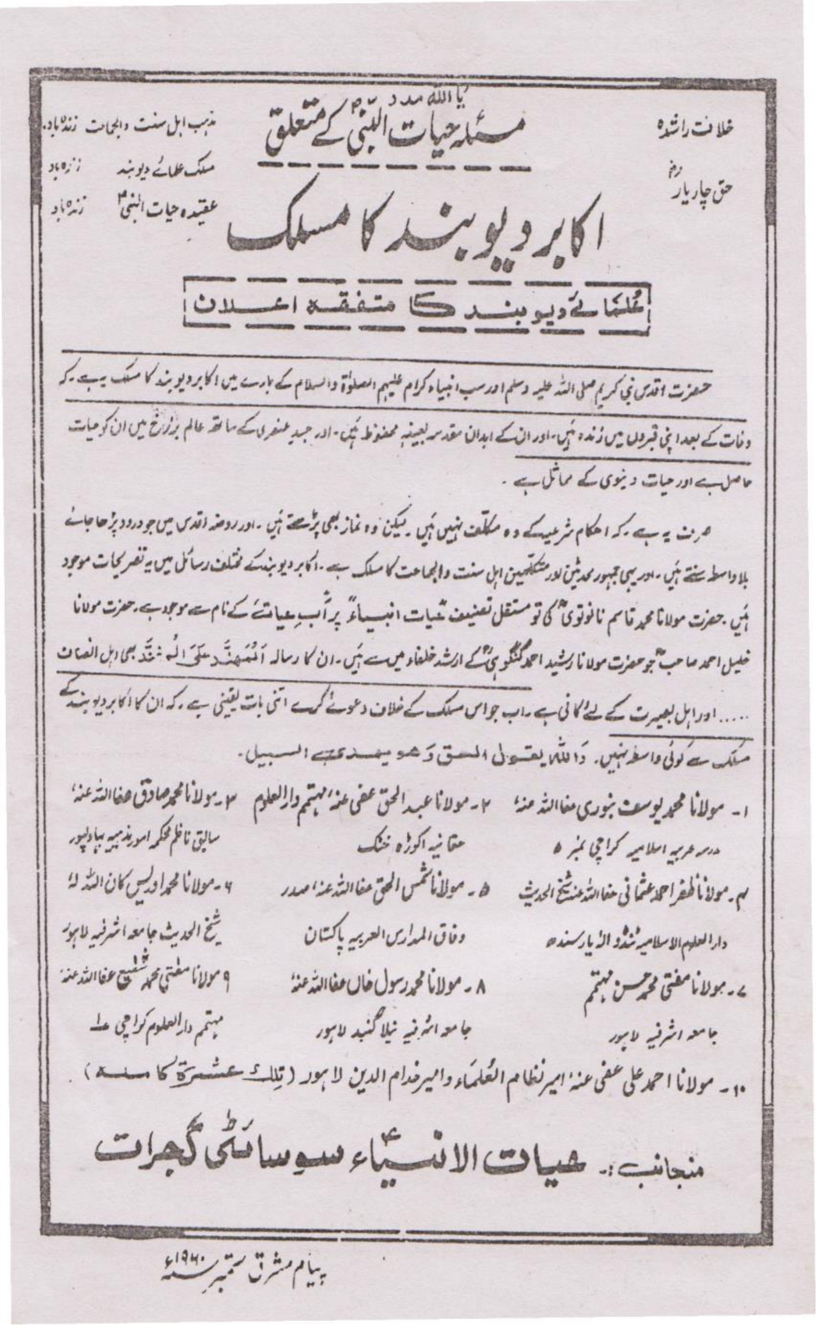

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ
حق چار یارؓ

مذہب اہل سنت والجماعت زندہ باد۔
مسلک علمائے دیوبند زندہ باد
عقیدہ حیات النبیؐ زندہ باد

مسئلہ حیات النبیؐ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے۔ کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں۔ اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے۔ کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف ”حیات انبیاء“ پر ”آب حیات“ کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ ”المہند علی المفند“ بھی اہل انصاف ...... اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے اتنی بات یقینی ہے۔ کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہٗ
مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہٗ مہتمم دار العلوم
حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہٗ
سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث
دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار سندھ

۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہٗ صدر
وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۶۔ مولانا محمد ادریس کان اللہ لہٗ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم
جامعہ اشرفیہ لاہور

۸۔ مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہٗ
جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۹ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہٗ
مہتمم دار العلوم کراچی ۱۴

۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہٗ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)۔

منجانب:۔ **حیات الانبیاءؑ سوسائٹی گجرات**

پیام مشرق ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر "آبِ حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

1: مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر 5

2: مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

3: مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

4: مولانا ظفر احمد عثانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

5: مولانا شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

6: مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

7: مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

8: مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

9: مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر 1

10: مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور

منجانب: حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

(پیام مشرق: ستمبر 1960ء)

﴿باب پنجم﴾

مسئلہ سماع موتیٰ

اس باب میں مسئلہ سماع موتیٰ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات بھی سنتے ہیں۔

چند تمہیدی باتیں

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات اپنی قبروں میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کے مطابق اس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آ رہا ہے اور بعد کے علماء کی آراء بھی اس میں مختلف رہی ہیں۔ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص87 بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص297)

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسئلہ سماع موتیٰ قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔۔۔ تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا۔ ولاشك فی فسادہ (کفایت المفتی: ج1 ص201، 202)

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو برا بھلا نہ کہتا اور نہ ہی دوسرے فریق کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کیا جاتا لیکن فرقہ مماتیت نے تو اخلاقی اور دینی حدود کو پامال کرتے ہوئے ایسے فتوے صادر کیے کہ الامان والحفیظ، مسئلہ سماعِ موتیٰ کو "شرک کی سیڑھی" بتایا، اسے شرک کی عمارت کا "چور دروازہ" کہا اور اس کے قائلین کو مشرکین کا بلا اجرت وکیل ٹھہرایا (معاذ اللہ)۔

ان حضرات کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

1: سید عنایت اللہ شاہ کے بارے میں فضل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

سید مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے سماعِ موتیٰ کو پہلی سیڑھی شرک کی، اور دروازہ شرک کا کہہ دیا۔ (التحقیق الانیق: ص144)

2: محمد حسین شاہ نیلوی کی سوانح حیات میں لکھا ہے: وہ سماع موتیٰ کے عقیدے کو شرک تو نہ سمجھتے تھے مگر شرک کا چور دروازہ ضرور سمجھتے تھے، کیونکہ شرکیہ عقائد کی تمام جڑیں اسی سے پھوٹتی ہیں۔ (مختصر سوانح حیات: ص122)

3: محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب قائلین سماع موتیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس طبقہ کے شرکیہ عقائد و نظریات کی پوری عمارت سماعِ موتیٰ پر قائم ہے۔

(کیا مردے سنتے ہیں: ص5)

مزید لکھتے ہیں: قبر پرستی اور فوت شدہ بزرگوں کی پوجا پاٹ کی بنیاد اور شرک کا چور دروازہ "مردوں کے سننے کا عقیدہ ہے۔" (کیا مردے سنتے ہیں: ص10)

قائلین سماعِ موتیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: عقیدہ سماعِ موتیٰ کا پرچار کر کے مشرکین و مبتدعین کے بلا اجرت وکیل بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے: ص7)

مزید لکھتے ہیں: سماعِ موتیٰ کا عقیدہ شرک کے مکان کا چور دروازہ ہے۔

(شرک کیا ہے: ص11)

قارئین کرام! چونکہ فریق مخالف مماتی حضرات نے اس مسئلہ میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور ان کے فتووں کی زد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کا وہ عظیم طبقہ آ گیا جو سماعِ موتیٰ کا قائل چلا آ رہا ہے (معاذ اللہ) تو ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سماع کے قائلین کے موقف کو قرآن مجید، سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت کریں تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ قائلین سماع کے پاس بحمد اللہ دلائل موجود ہیں اور ان کا موقف قرآن وسنت اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت ہے۔ ہمارا موقف بھی سماع موتیٰ کے اثبات کا

ہے اور یہاں دلائل ذکر کرنے سے ہمارا مقصد محض ان حضرات کے موقف کی تائید کرنا ہے تاکہ فرقہ مماتیت کے ناروا فتوؤں کی حقیقت قارئین کے سامنے آجائے، ہمارا مقصد اس سے فریق مخالف کی تفسیق، تجہیل اور تذلیل ہرگز نہیں۔

مسئلہ سماع موتیٰ کے دلائل

دلیل نمبر 1:

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِہٖ وَتُوُلِّیَ وَذَہَبَ أَصْحَابُہُ حَتّٰی إِنَّہُ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ أَتَاہُ مَلَکَانِ فَأَقْعَدَاہُ فَیَقُولَانِ لَہُ مَا کُنْتَ تَقُولُ فِی ہٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُولُ أَشْہَدُ أَنَّہُ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُولُہُ فَیُقَالُ انْظُرْ إِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَرَاہُمَا جَمِیعًا وَأَمَّا الْکَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَیَقُولُ لَا أَدْرِی کُنْتُ أَقُولُ مَا یَقُولُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ ثُمَّ یُضْرَبُ بِمِطْرَقَۃٍ مِنْ حَدِیدٍ ضَرْبَۃً بَیْنَ أُذُنَیْہِ فَیَصِیحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُہَا مَنْ یَلِیہِ إِلَّا الثَّقَلَیْنِ۔

(صحیح البخاری: ج1 ص178 باب المیت یسمع خفق النعال، صحیح مسلم: ج2 ص386 باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ الخ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں، ابھی وہ ان جانے والوں کے جوتوں کی آواز ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں، پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے: دیکھو تمہارے بیٹھنے کی جگہ

دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بندہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا تو نے عقل سے جانا، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انسان کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

مستدلین:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل محدثین نے استدلال کیا ہے اور عذاب و ثواب قبر کو ثابت کیا ہے:

(1)حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی (م852ھ):

وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله أنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد۔ (فتح الباری: ج3ص299، باب ماجاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث ثابت ہیں مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور یہ کہ اس کو جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ جب اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز ماری جاتی ہے اور یہ کہ منکر و نکیر اُس کو بٹھاتے ہیں۔ یہ جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔

(2)علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (م855ھ):

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ باب ”باب المیت

یسمع خفق النعال“ کے متعلق فرماتے ہیں: أی هذا باب یذکر فیه المیت یسمع خفق نعال الأحیاء وخفق النعال صوتها عند دوسها علی الأرض۔

(عمدۃ القاری: ج6 ص196 باب المیت یسمع خفق النعال)

ترجمہ: یعنی یہ وہ باب ہے جس میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ مردہ زندوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، ”خفق النعال“ سے مراد وہ آواز ہے جو جوتیوں سے زمین کو روندتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

(3) سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی (م1014ھ):

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وقال ابن الملك أی صوت دقها وفیه دلالة علی حیاة المیت فی القبر لأن الإحساس بدون الحیاة ممتنع عادة واختلفوا فی ذلك فقال بعضهم یکون بإعادة الروح وتوقف أبو حنیفة فی ذلك اه ولعل توقف الإمام فی أن الإعادة تتعلق بجزء البدن أو کله۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ج1 ص198، باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: علامہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ ”قرع النعال“ سے جوتیوں کی زمین پر پڑنے کی آواز مراد ہے اور اس حدیث میں مردہ کے قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ زندگی کے بغیر عادۃً احساس ممتنع ہے اور اس میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ زندگی اعادہ روح کے ساتھ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے۔ شاید کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اس بات میں ہو کہ اعادہ روح جزوِ بدن کی طرف ہے یا کل کی طرف (یعنی نفسِ اعادہ روح میں توقف نہیں)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ“ سے حقیقت مراد ہے کہ مردہ سچ مچ دفن کرکے واپس جانے والے آدمیوں کی جوتیوں کی

کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے اور جمہور حضرات شراح حدیث نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

دلیل نمبر 2:

وعن بريدة رضي الله عنه قَالَ : كَانَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فكان قَائِلُهُمْ يَقُولَ : ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسلمينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ للاَحِقونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ))

(صحیح مسلم: ج1 ص314 کتاب الجنائز، سنن ابن ماجۃ: ص111 باب ما جاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج4 ص79 باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو) یہ دعا سکھلایا کرتے تھے، جب وہ قبرستان جائیں تو یوں کہیں: اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم تمہارے پاس آنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے خیر وعافیت کا طلب گار ہوں۔

دلیل نمبر 3:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَيقولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ۔

(صحیح مسلم: ج1 ص313 کتاب الجنائز، سنن ابن ماجۃ: ص111 باب ما جاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج4 ص79 باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ، المشکوٰۃ: ص154 باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں باری ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے جماعت مؤمنین! السلام علیکم تمہارے پاس وہ چیز آچکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔

دلیل نمبر4:

عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة أليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فإنى قد وجدت ما وعدنى ربى حقا فسمع عمر قول النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف يسمعوا وأنى يجيبوا وقد جيفوا قال والذى نفسى بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا ثم أمر بهم فسحبوا فألقوا فى قليب بدر۔

(صحیح مسلم: ج2 ص387، باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کو تین دن تک اسی طرح چھوڑے رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور انہیں آواز دی اور فرمایا اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے وہ کچھ نہیں پالیا کہ جس کا تم سے تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا میں نے تو وہ کچھ پالیا ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! (یہ تو مر چکے ہیں) یہ کیسے سن سکتے

ہیں اور کیسے جواب دے سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دو تو انہیں ڈال دیا گیا۔

مستدلین:

(1)امام ابوزکریا یحی بن شرف النووی (م676ھ):

اس شرح میں لکھتے ہیں: قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع عملا بظاهر هذا الحدیث ثم أنکره المازری وادعى أن هذا خاص فی هؤلاء ورد علیه القاضی عیاض وقال یحمل سماعهم على ما یحمل علیه سماع الموتى فی أحادیث عذاب القبر وفتنته التی لامدفع لها وذلك باحیائهم أو إحیاء جزء منهم یعقلون به ویسمعون فی الوقت الذی یرید الله هذا کلام القاضی وهو الظاهر المختار الذی یقتضیه أحادیث السلام على القبور۔

(شرح مسلم للنووی: ج2 ص387 باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: علامہ مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ”میت سنتی ہے اور یہ لوگ بظاہر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں“، پھر علامہ مازری نے اس موقف کا انکار کیا اور یہ دعوٰی کیا کہ یہ سماع مقتولینِ بدر کے ساتھ خاص ہے، لیکن قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: ”ان کے سماع کو اسی موقف پر محمول کیا جائے گا جس موقف کو سماع موتیٰ کی احادیث ثابت کرتی ہیں، جو عذابِ قبر اور فتنہ قبر سے متعلق ہے جن کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ یہ اس طرح (ممکن ہے) کہ ان (کے پورے جسم) کو زندہ کیا جائے یا ان کی کسی جزو کو زندہ کیا جائے جس سے وہ سمجھ سکیں اور اس وقت سن سکیں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے۔“ یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی ظاہر

اور مختار ہے جو قبور پر سلام کی احادیث سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(2) حافظ ابن تیمیہ (م 728ھ):

وَأَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ، مَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ..... وَثَبَتَ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ نَادَى الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ: لَمَّا أَلْقَاهُمْ فِي الْقَلِيبِ. وَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ. وَالْآثَارُ فِي هَذَا كَثِيرَةٌ مُنْتَشِرَةٌ.

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج4 ص139، ص140 کتاب مفصل الاعتقاد، رقم السوال 34)

ترجمہ: رہا سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں بولتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردہ بولتا ہے اور کبھی بات کرنے والے کی بات کو سنتا بھی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت (دفن کرکے) واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کو سنتی ہے۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے بدر کے دن جب مشرکین کی لاشیں کنوئیں میں ڈالیں تو انہیں آواز دی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ میں ان سے جو گفتگو کر رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے، اس (یعنی سماع موتیٰ کے بارے میں) احادیث کثرت سے موجود ہیں جو (کتب حدیث میں) پھیلی ہوئی ہیں۔

دلیل نمبر 5:

عن ا بن شماسة المهری قال: حضرنا عمرو بن العاص وهو فی سياقة الموت فبكى طويلا وحول وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول يا أبتاه أما بشرك رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا أما بشرك رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا قال فأقبل بوجهه فقال إن أفضل ما نعد شهادة أن لا

إله إلا الله وأن محمدا رسول الله.... فإذا أنا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فإذا دفنتموني فشنوا علي التراب شنا ثم أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي۔

(صحیح مسلم: ج1 ص76 باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ)

ترجمہ: ابن شماسہ (عبد الرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے، وہ بہت دیر تک روتے رہے اور چہرہ مبارک دیوار کی طرف پھیر لیا، ان کے بیٹے ان سے کہہ رہے تھے: اے ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں، کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ بشارت نہیں سنائی؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (آگے لمبی حدیث ہے، ہم اختصار کے پیشِ نظر اپنی مطلوبہ بات نقل کرتے ہیں۔ ناقل) پس جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو، جب تم مجھے دفن کر دو تو مجھ پر مٹی ڈال دینا، اس کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

علامہ یحییٰ بن شرف النووی (م676ھ):

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فيه فوائد منها اثبات فتنة القبر وسؤال الملكين وهو مذهب أهل الحق ومنها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر

لما ذکر وفیہ أن المیت یسمع حینئذ من حول القبر۔

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص76 باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ)

ترجمہ: اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ان میں سے ایک فتنہ قبر اور فرشتوں کے سوال کا ثبوت ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

نواب وحید الزمان (م 1338ھ):

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا چاہئے اور یہ مستحب ہے۔ آٹھویں یہ کہ مردہ اپنی قبر پر حاضر ہونے والوں کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح مسلم شریف مترجم: ج1 ص203 اسلامی کتب خانہ لاہور)

دلیل نمبر 6:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ « السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ »..

(سنن ابی داؤد: ج2 ص105 باب مایقول اذا مر بالقبور، مسند احمد: ج9 ص164 رقم الحدیث 9263، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج4 ص79 باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ، مشکوۃ المصابیح: ص40 کتاب الطہارۃ الفصل الثالث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے (مردوں کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: سلام ہے تم پر اے مؤمنوں کے گھر والو! اور ہم بھی ان شاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

دلیل نمبر 7:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ

(جامع الترمذی: ج1 ص203 باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، مشکوٰۃ المصابیح: ج1 ص154 باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ منورہ کی قبروں (یعنی جنت البقیع کے قبرستان) پر ہوا، آپ ان قبروں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے، تم ہمارے پیش خیمہ ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

مستدلین:

(1) علامہ ابن عبد البر (م463ھ):

أحاديث السلام على القبور [ثابتة متواترة]

(التمہید لابن عبد البر: ج5 ص382 تحت حدیث تاسع عشر لنافع عن ابن عمر)

ترجمہ: وہ احادیث جن سے قبر پر سلام کہنا معلوم ہوتا ہے، ثابت اور متواتر ہیں۔
اور حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے اس قول کی تائید کرتے ہیں۔

(کتاب الروح: ص115 فصل: الارواح علی افنیۃ قبورہا)

(2) علامہ ابن تیمیہ (م728ھ):

فأما استماع الميت للأصوات من القراءة وغيرها فحق۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم: ص379)

ترجمہ: مردے کا سلام اور قراءت کی آوازوں کو سننا حق ہے۔

(3)حافظ ابن القیم (م751ھ):

وقد شرع النبی لأمته إذا سلموا علی أهل القبور أن یسلموا علیهم سلام من یخاطبونه فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین وهذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذلك لکان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن المیت یعرف زیارة الحی له ویستبشر به۔

(کتاب الروح: ص7 المسئلۃ الاولیٰ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے یہ حکم فرمایا کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اس طرح سلام کریں جس طرح مخاطب کو سلام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام کہنے والا یوں کہے: اے مؤمنوں کی بستی میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس خطاب میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم اور بے جان چیزیں، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اُس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

دلیل نمبر8:

امام ابن ابی شیبہ (م235ھ) نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ اپنے مصنف میں نقل فرمایا ہے، اس میں آتا ہے:

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَرْجِعُ مِنْ ضَيْعَتِهِ فَيَمُرُّ بِقُبُورِ الشُّهَدَاءِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَإِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، ثُمَّ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا

تُسَلِّمُونَ عَلَى الشُّهَدَاءِ فَيَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج7ص356 کتاب الجنائز، باب ماذکر علی التسلیم علی القبور اذا مر بھا)

ترجمہ: عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی زمین (کھیتی) سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: (اے قبر والو!) تم پر سلامتی ہو اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، پھر اپنے ساتھیوں سے فرماتے: کیا تم شہداء کو سلام نہیں کہتے تاکہ وہ تمھیں تمہارے سلام کا جواب دیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر، صاحب منقبت اور مستجاب الدعوات صحابی تھے ان کا بھی یہ نظریہ تھا کہ شہداء زندوں کا سلام سنتے اور ان کو جواب دیتے ہیں۔

دلیل نمبر9:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: " إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ "

(شعب الایمان للبیہقی: ج7ص17 فصل فی زیارۃ القبور رقم الحدیث9296)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

دلیل نمبر10:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من

أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام۔

(الاستذکار لابن عبد البر: ج1ص185 کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، التذکرۃ للقرطبی: ص130 باب ماجاء ان المیت یسمع مایقال)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، کی قبر پر گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو یہ قبر والا بھی اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

مستدلین اور مصححین:

(1) امام محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م671ھ):

صححه أبو محمد عبد الحق

(التذکرۃ للقرطبی: ص130 باب ماجاء ان المیت یسمع مایقال)

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو محمد عبد الحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

(2) حافظ ابن تیمیہ الحنبلی (م728ھ):

وقد روى حديث صححه ابن عبد البر أنه قال ما من رجل يمر بقبر الرجل۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم: ص326)

ترجمہ: ایک حدیث روایت کی گئی ہے جسے علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کی قبر کے قریب گزرتا ہے الخ

(3) ابن عبد الہادی الحنبلی (م744ھ):

وهو صحيح الإسناد۔

(الصارم المنکی: ص224)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وھذا قد جاء عموماً فی حق المؤمنین : ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه إلا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام. (الصارم المنکی: ص115)

ترجمہ: یہ تو عام مؤمنین کے حق میں بھی آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، تو جب بھی یہ آدمی اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس قبر والے کی طرف اس کی روح کو لوٹا دیتا اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(4) حافظ ابن القیم الحنبلی (م 751ھ):

قال ابن عبد البر: ثبت عن النبی صلی الله علیه و سلم أنه قال: ما من مسلم یمر علی قبر أخیه الخ۔ (کتاب الروح: ص7 المسئلۃ الاولیٰ)

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی الخ۔

(5) علامہ تقی الدین السبکی (م756ھ):

ذکرہ جماعۃ و قال القرطبی فی التذکرۃ ان عبد الحق صححه الخ۔

(شفاء السقام: ص246 الباب الخامس فی تقریر کون الزیارۃ قربۃً)

ترجمہ: اس روایت کو ایک جماعت نے بیان کیا ہے اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امام عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(6) حافظ ابن کثیر دمشقی (م774ھ):

من أشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححًا له ، عن ابن عباس مرفوعًا: ما من أحد یمر بقبر أخیه المسلم الحدیث۔

(تفسیر ابن کثیر: ج3 ص575 سورۃ الروم تحت الآیۃ52)

ترجمہ: سماع موتیٰ کے مشہور دلائل میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جس کو امام عبد البر نے مرفوعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تصحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرے الخ

(7)علامہ سمہودی (م 911ھ):

ورواہ ابن عبد البر وصححہ۔

(وفاء الوفاء: ج4 ص1351 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور علامہ ابو محمد عبد الحق نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(8)علامہ طحطاوی الحنفی (م 1231ھ):

وأخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید بسند صحیح عن ابن عباس قوله۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ص621 فصل فی زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاستذکار" اور "التمہید" میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے الخ۔

(9)علامہ سید محمود آلوسی الحنفی (م1270ھ):

أخرج إبن عبد البر وقال عبد الحق الأشبيلي إسناده صحيح عن إبن عباس مرفوعا ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن الخ۔

(روح المعانی: ج22 ص55 سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ52)

ترجمہ: امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام عبد الحق

اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے۔ الخ

دلیل نمبر 11:

وأخرج العقیلی عن أبي هريرة رضی اللہ عنه قال قال أبو رزين يا رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يا رسول الله يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال يا أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور: ص 203 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام عقیلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میر اراستہ مردوں کے پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے، کیا میں ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی کلام کر لیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہا کرو: اے مسلمان و مومن قبروں والو! تم پر سلام ہو، تم ہمارے پیش رو ہو اور تم تمہارے تابع ہیں اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سنتے ہیں مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو رزین! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جتنے مردوں کو سلام کہو اتنی ہی تعداد میں فرشتے تمہیں اس سلام کا جواب دیں۔

اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اہل قبور اپنی قبروں میں باہر سے سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں۔

اشکال:

ممکن ہے کسی کو یہ اشکال ہو کہ اس حدیث کے آخری حصہ ”مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے“ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

جواب:

تو اس کا جواب علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م 911ھ) نے دیا ہے، چنانچہ اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قوله لا يستطيعون أن يجيبوا أي جواباً يسمعه الجن والإنس فهم يردون حيث لا يسمع۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور: ص203 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ”وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے“ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب کہ جس کو جن اور انسان سن سکیں، (اس لیے کہ) مردے جواب تو دیتے ہیں مگر وہ (عادۃً) سنا نہیں جاتا۔

معلوم ہوا کہ مردے سلام سننے کے بعد اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی الحنفی (م 1270ھ) لکھتے ہیں:

وما أخرجه العقيلي من أنهم يسمعون السلام ولا يستطيعون رده محمول على نفي إستطاعة الرد على الوجه المعهود الذي يسمعه الأحياء۔

(روح المعانی: ج22 ص58 سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ 52)

ترجمہ: جس حدیث کو امام عقیلی نے تخریج کیا ہے کہ ”مردے سلام تو سنتے ہیں

لیکن سلام کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے" اس کا مطلب یہ ہے کہ روز مرہ کے اس عام طریقہ سے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کو زندہ لوگ سن سکیں۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل قبول ہے اسی لئے انہوں نے اس کو تسلیم کرکے اس کا صحیح محمل اور مطلب بیان فرمایا ہے اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ اس میں سلام کا جواب دینے کی نفی مطلق نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مردے ایسے انداز سے سلام کا جواب دیتے ہیں کہ متعارف اور معتاد طریقہ پر زندہ لوگ اس کو نہیں سن سکتے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (م 1239ھ) کے نواسے اور علمی جانشین شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (م1262ھ) ایک سوال کے جواب میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم یہاں پر سوال اور جواب دونوں نقل کرتے ہیں تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

"**سوال نوزدہم:** اہل قبور زیارت کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور شریعت میں اس کے بارے میں کچھ بیان ہے یا نہیں؟

جواب: مردے کا زیارت کرنے والے کا سلام سننے کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوٰۃ کی شرح میں نقل فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

قال السیوطی وأخرج العقیلی عن أبی ھریرۃ قال قال أبو رزین یا رسول اللہ إن طریقی علی الموتی فھل من کلام أتکلم بہ إذا مررت علیھم قال قل السلام علیکم یا أھل القبور من المسلمین والمؤمنین أنتم لنا سلف ونحن لکم تبع وإنا إن شاء اللہ بکم لاحقون قال أبو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون أن یجیبوا قال أبا رزین ألا ترضی أن یرد

علیك بعددهم من الملائکة اه وقوله لا یستطیعون أن یجیبوا أی جواباً یسمعه الحی وإلا فهم یردون حیث لا نسمع۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیلی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے عرض کیا: یارسول اللہ! میر اراستہ قبرستان میں سے ہے، تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ جب میں اس طرف جایا کروں تو ان سے ہم کلام ہو سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں السلام علیکم یااهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم سلف لنا ونحن لکم تبع وانا ان شاء الله بکم لاحقون کہا کرو۔ ابورزین نے عرض کیا کہ مردے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے (اور کیا اے) ابورزین! تو اس پر راضی نہیں کہ مردوں کے شمار کے مطابق فرشتے تیرے سلام کا جواب دیں (ملا علی قاری فرماتے ہیں) اور یہ قولِ رسول کہ مردے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے مطلب اس سے یہ ہے کہ ایسا جواب جس کو زندہ لوگ بھی سن لیں، نہیں دیتے بلکہ ایسا جواب دیتے ہیں جس کو ہم نہیں سنتے انتہی (شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری)

(امداد السائل ترجمہ مأتہ مسائل: ص37،38)

دلیل نمبر12:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ) لکھتے ہیں:

رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہو گئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اسی کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گذر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھودی، اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے۔ کفن چور نے کہا: ٹھیک ہے، تم کو بخش دیا گیا ہو گا میں کیسے بخشا ہوا

ہوں ؟اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی۔ پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا۔ قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔

(شرح الصدور: ص208 باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ بزوارھم)

دلیل نمبر13:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گذار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہو گئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گذرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

(سورۃ الاعراف:201)

کہ بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا، وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا، اس نے اپنے گھر والوں کو

بلایا، وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا: بیٹا! وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا۔ ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بہ حق ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: اس وقت رات تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فلاں!

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾

(سورۃ الرحمٰن:46)

کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔

اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطاء فرمائی ہیں۔

(شرح الصدور: ص 213 باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ بزوارھم)

دلیل نمبر 14:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (م 1270ھ) نے عبید بن مرزوق کے مرسل سے ابو الشیخ کے حوالہ سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی۔ اس کی وفات ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا

علم نہ ہو سکا، وہ دفن ہو چکی اور آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ ام محجن رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں حضرت وہی۔ لوگوں نے صف باندھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا جنازہ پڑھایا (جو آپ کی خصوصیت تھی یا اس کے لئے اجتماعی صورت میں دعا کی) آپ نے اس بی بی سے دریافت کیا کہ تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس نے جواب یہ دیا ہے کہ میں نے مسجد کی صفائی کو بہترین عمل پایا۔

(روح المعانی: ج22 ص55 سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ 52)

﴿باب ششم﴾

مسئلہ توسل

اس باب میں مسئلہ توسل کو قرآن، سنت، فقہاءِ کرام، محدثینِ عظام اور علماءِ اسلام کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح اعمال کا وسیلہ جائز ہے اسی طرح اشخاص اور ذوات کا وسیلہ بھی جائز ہے۔

تمہید:

مسئلہ کی تفصیل سے قبل چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

لغوی معنیٰ:

1: الوَسِیلَة هی فی الأصل ما یُتَوَصَّلُ به إلی الشَّیْءِ ویُتَقَرَّبُ به۔

(النہایۃ فی غریب الاثر لابن الاثیر الجزری: ج5 ص402)

کہ "وسیلہ" دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی (مطلوبہ) چیز کی طرف پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے

2: مصباح اللغات میں ہے:

الوسیلہ: تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ

(مصباح اللغات: ص946)

3: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "توسل" لغت میں تقرب اور نزدیکی کو کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے: ﴿وابتغوا الیه الوسیلة﴾ یعنی اللہ کا قرب حاصل کرو۔

(ملفوظات حکیم الامت ج25 ص123)

شرعی معنیٰ:

شرعاً توسل کا اطلاق ان اقسام پر ہوتا ہے:

توسل بالدعاء:

التوسل --- بدعاء الرجل الصالح الحی الموجود فتقول یا شیخ ادع اللہ لی ونحو ذلك، کما استسقی الصحابة برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم.

(التوسل المشروع والممنوع: ص17)

ترجمہ: توسل بالدعاء سے مراد یہ ہے کہ زندہ نیک آدمی کو دعا کی درخواست کرنا کہ

حضرت! میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی۔

توسل بالاعمال:

هو التقرب إلى الله تعالى بطاعته وعبادته واتباع أنبيائه ورسله وبكل عمل يحبه الله ويرضاه.

(التوصل الی حقیقۃ التوسل لمحمد نسیب الرفاعي: ص13)

ترجمہ: وسیلہ بالاعمال سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت، اس کے انبیاء ورسل کی اتباع اور ہر اس عمل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور اللہ اس سے راضی ہو۔

توسل بالذات:

و ان یتوسل بالنبی صلی اللہ علیہ و سلم و باحد من الاولیاء العظام جائز بان یکون السوال من اللہ تعالیٰ و یتوسل بولیہ و نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(امداد الفتاویٰ: ج6 ص327)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی ولی کی ذات سے وسیلہ کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مانگا تو اللہ تعالیٰ سے جائے لیکن واسطہ ولی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

مندرجہ بالا تین اقسام کے پیشِ نظر توسل کی شرعی تعریف کچھ یوں ہے:

والتوسل شرعاً هو التقرب إلى الله تعالى بدعاء النبيين و الصالحين و الاولياء و شفاعتهم او بكل عمل يحبه الله ويرضاه من عبادته كالصلاة و الزكوٰة و الصيام و غير ذلك و اتباع أنبيائه ورسله او بجاه النبيين و الصالحين و بحرمتهم و ببركتهم و بحقهم على الله سبحانه و تعالىٰ

سواء کان فی حیاتھم او بعد وفاتھم۔

ترجمہ: شریعت میں توسل سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کروا کر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ پسند فرماتا ہے جیسے اس کی عبادت کرنا مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء، رسل کی اطاعت کرنا یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطفیل فلاں، بوسیلہ فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد والی زندگی میں۔

فائدہ:

توسل کی ان تین اقسام میں سے توسل بالدعاء اور توسل بالاعمال اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند اور منکرین حیات کے ہاں متفق علیہ ہے لیکن توسل بالذات کے اہل السنۃ والجماعۃ تو قائل ہیں البتہ فریق مخالف اس کا منکر ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف کا موقف پیشِ خدمت ہے:

مذہب اہل السنت والجماعت:

1: علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی ابن علی السبکی [م 756ھ] لکھتے ہیں:

ان التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی مدۃ حیاته فی الدنیا وبعد موته فی مدۃ البرزخ.

(شفاء السقام للسبکی: ص 358)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا ہر حال میں جائز ہے چاہے آپ کی تخلیق سے پہلے ہو، آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی دنیوی زندگی میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی برزخی زندگی میں ہو۔

2: علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م923ھ] لکھتے ہیں:

و ینبغی للزائر ان یُکثِرَ من الدعاء و التضرع و الاشتغاثۃ و التشفع و التوسل بہ صلی اللہ علیہ و سلم.

(المواہب اللدنیۃ: ج3 ص417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعا مانگے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

3: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م1176ھ) فرماتے ہیں: ومن ادب الدعاء تقدیم الثناء علی اللہ و التوسل بنبی اللہ لیستجاب.

(حجۃ اللہ البالغۃ ج2 ص6)

ترجمہ: اور دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدّم کیا جائے تاکہ دُعا کو قبولیت کا شرف ہو۔

4: علماء دیوبند کی اجماعی و متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا متفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

السوال الثالث والرابع: ھل للرجل ان یتوسل فی دعواتہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الوفاۃ ام لا؟ ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشھداء واولیاء رب العالمین ام لا؟

الجواب: عندنا وعندمشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشھداء والصدیقین فی حیاتھم وبعدوفاتھم بان یقول فی دعائہ اللھم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك. (المہند علی المفند: ص36، 37)

ترجمہ: تیسرا اور چوتھا سوال: کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

5: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ [م1362ھ] لکھتے ہیں:

والثالث دعاء اللہ ببرکۃ ھذا المخلوق المقبول و ھذا قد جوزہ الجمہور الخ

(بوادر النوادر: ص708)

ترجمہ: توسل کی تیسری صورت یہ ہے کی کسی مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔

لہذا اہل السنت والجماعت کے نزدیک دعا میں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ دینا مستحب، اقرب الی الاجابت اور آداب میں سے ہے۔

مذہب اہل بدعت:

منکرین حیات توسل کے منکر ہیں اور اسے ہنود و نصاریٰ کا طریقہ، شرک کے اسباب اور مشرکین کا عقیدہ بتاتے ہیں۔

منکرین حیات کی چند عبارات:

1: محمد حسین نیلوی اپنی کتاب ”ندائے حق“ (جلد2) میں لکھتے ہیں:

دراصل یہ مسئلہ (توسل) ہنود و نصاری سے چلا آرہا ہے۔

2: محمد طاہر صاحب پنجپیری کی کتاب ”البصائر مصنفہ مولوی حمد اللہ

الداجوی“ کے حاشیہ میں ہے: قائلین توسل اور پہلے دور کے مشرکین کا عقیدہ ایک جیسا ہے۔ (حاشیہ البصائر: ص237)

3: عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: اسلام میں وسیلہ کا کوئی ثبوت نہیں، جواز وسیلہ پر کوئی ایک آیت، حدیث یا صحابی کا عمل موجود نہیں۔ لہذا وسیلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (وسیلہ کیا ہے؟: 41، 42، 46، 64)

ایک مقام پر متوسِل کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور وہ پاگل اپنے درخواست پیش کرنے کے لیے مخلوق میں سے وسیلوں اور واسطوں کو ڈھونڈتا پھرے۔ (شرک کیا ہے: ص19)

4: میاں محمد الیاس صاحب محمد طاہر پنج پیری صاحب کی ایک تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مولانا کی پہلی مطبوعہ تصنیف ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع ”توسل ووسیلہ“ ہے جو کہ پورے ہندوستان میں عام ہے اور شرک کے بنیادی اسباب میں سے ہے۔ (مولانا طاہر کی خدمات: ص194)

توسل بالذات کا ثبوت:

حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ذاتوں سے توسل کرنے کا جواز کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرنے کا جواز عقلاً ونقلاً ثابت ہے۔

عقلاً ثبوت:

1: اعمال کا وسیلہ تو مسلّم ہے حتی کہ فریقِ مخالف بھی اس کا قائل ہے۔ اعمال فرع ہیں اور ذات اصل ہے۔ بالفاظ دیگر نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ اعمال فرع ہیں اور

ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلنے والے اعمال کا نام ”دین“ ہے۔ جب اعمال اور فرع کا وسیلہ جائز ہے تو ذات پیغمبر اور اصل کا وسیلہ بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا۔ نیز اعمال خود نہیں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اعمال ہمیں نہ ملتے۔ تو وہ اعمال جن کے وسیلے کے تم قائل ہو ان کا وسیلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

2: اعمال صالحہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے نعمت ہیں، ان کا وسیلہ جائز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام و صالحین حضرات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام نعمتوں کا سرچشمہ بلکہ نعمتِ کبریٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

(آل عمران:64)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا۔

تو جب چھوٹی نعمتوں (اعمال صالحہ وغیرہ) سے توسل کرنا جائز ہے تو بڑی نعمتوں (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم) سے توسل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز اور درست ہو گا۔

3: اعمالِ صالحہ چونکہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان سے توسل جائز ہے تو انبیاء علیہم السلام ان سے بڑھ کر تقرب کا ذریعہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ایمان نہ ہو تو اعمال صالحہ سے قربِ خداوندی نہیں ملتا اور اگر ایمان ہو اور اعمالِ صالحہ بھی ہوں تو اعمالِ صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

اول کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ

الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ الزمر:65)

کہ اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے سارے اعمال غارت جائیں گے اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

ثانی کی دلیل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تسبوا أحدا من أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه.

(صحیح مسلم: ج2 ص310 باب تحریم سب الصحابہ)

کہ میرے صحابہ کی شان میں نازیبا کلمہ نہ کہنا اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے اور یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایک جو مٹھی بھر جَو خرچ کریں تو تمہارا احد پہاڑ کے برابر سونا اِن کی مٹھی بھر جو کے برابر نہیں۔

مٹھی بھر جَو خرچ کرنا چھوٹا عمل ہے، احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا بڑا عمل ہے۔ اب یہاں احد پہاڑ کی مثل سونا مٹھی بھر جَو کے برابر اس لیے نہیں کہ مٹھی بھر جَو کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت ملی ہے اور ہمارے احد پہاڑ کی مثل سونے کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت نہیں ملی۔ ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

کتاب اللہ سے توسل کا ثبوت

پہلی آیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

(سورۃ البقرۃ:89)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م1239ھ):

ابو نعیم اور بیہقی اور حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے جس وقت ساتھ بت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور غدرہ کے جنگ کرتے تھے، مغلوب ہو جاتے اور شکست کھاتے، لاچار ہو کر طرف دانشمندوں اور کتاب اپنے کے رجوع کیا انہوں نے بعد تامل بسیار کے، یہ دعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں، پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے، دعا یہ ہے:

اللھم ربنا انا نسالك بحق احمدَ النَّبِيِّ الامی الذی وعدتَّنا ان تخرجه لنا فی آخرالزمان وبکتابك الذی تنزل علیه آخرماینزل ان تنصرنا علی اعدائنا ۔ (تفسیر عزیزی:ج2ص581)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی [م1270ھ]:

وہ لوگ یہ دعا کرتے تھے: اللهم إنا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا.

(روح المعانی: ج1 ص320)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس رسول کے حق اور وسیلے سے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

شیخ عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ (م1336ھ):

مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوئے تو اپنے علماء کی تعلیم سے دعا کیا کرتے تھے: اللهم ربنا انا نسالك بحق احمد النبي الامي الذي وعدتنا ان تخرجه لنا في آخر الزمان وبكتابك الذي تنزل عليه آخر ما ينزل ان تنصرنا على اعدائنا کہ الٰہی ہم کو برکت نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ببرکت قرآن مجید کے ہمارے دشمنوں پر فتح یاب کر۔ (تفسیر حقانی: ج1 ص510)

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م1394ھ):

حالانکہ نزولِ قرآن اور آپ کی بعثت سے پہلے ہی لوگ کافر اور بت پرستوں کے مقابلہ میں آپ کے نام کی برکت سے فتح و نصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دعا مانگتے:

اللهم ربنا انا نسالك بحق احمد النبي الامي الذي وعدتنا ان تخرجه لنا في آخر الزمان وبكتابك الذي تنزل عليه آخر ما تنزل ان تنصرنا على اعدائنا۔ (تفسیر معارف القرآن کاندھلوی: ج1 ص233)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہود مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔

اعتراض:

اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ توسل بالذات یہود کا طریقہ تھا اور یہی کچھ مماتی حضرات کہتے ہیں۔

جواب:

اولاً۔۔۔ اصول الفقہ کی مشہور کتاب "نور الانوار" میں ملا جیون (م 1130ھ) فرماتے ہیں: شرائع من قبلنا شریعتنا ما لم تنسخ.

(نور الانوار: ص227 بحث الفرق بین الہام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ)

ترجمہ: ہم سے پہلی شریعتیں جب تک منسوخ نہ ہو جائیں تو انہیں بھی ہماری شریعت سمجھا جائے گا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ (م1270ھ) فرماتے ہیں:

مذهبنا فی شرع من قبلنا وإن كان إنه يلزمنا على أنه شريعتنا لكن لا مطلقا بل إن قصه الله تعالى علينا بلا إنكار.

(روح المعانی: ج8 ص239 تحت سورۃ کہف آیت 21)

ترجمہ: پہلی شریعتوں کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بغیر انکار کے ہمیں بیان فرما دیں تو ہمارے لیے بھی ان کا حکم ثابت ہو گا۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں توسل بالذات سے منع نہیں آیا بلکہ اس کا اثبات منقول ہے جیسا کہ آگے دلائل میں آرہا ہے۔ لہذا اس آیت سے توسل کا جواز ثابت ہوا۔

ثانیاً۔۔۔ اگر اسی شبہ پر توسل بالذات کا انکار کر دیا جائے کہ یہ پہلی شریعتوں کا مسئلہ ہے تو ہم ان منکرین سے پوچھتے ہیں کہ توسل بالاعمال کے آپ بھی تو قائل ہیں اور اس پر جو اصحاب الغار والا واقعہ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی اس امت کے اولیاء نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل کے اولیاء تھے، تو پھر اس کا انکار کر دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے توسل کا تذکرہ کیا اور تردید نہیں فرمائی تو وہ اب ہماری شریعت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الغار والی حدیث بیان فرمائی اور تردید نہیں فرمائی تو وہ بھی ہماری شریعت ہے۔

دوسری آیت:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

(سورۃ النساء:64)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

آیت کا مفہوم:

1: ان لوگوں کا اپنا استغفار
2: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار

اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے استغفار پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا بھی ذکر کیا۔ تو جس طرح ان کے اپنے استغفار کا ذکر کیا درمیان میں پیغمبر کی ذات کو بھی ذکر کیا۔ پیغمبر کو شامل کرنے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾ ہے کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اگر صرف استغفار ہی کافی تھا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ عام استغفار کے قبول ہونے میں ان لوگوں کی ذات کو دخل ہے لیکن وہ استغفار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے قریب آکر کیا جائے اس کی قبولیت میں ذاتِ نبوت کو دخل ہے ورنہ ﴿جَاءُوكَ﴾ ذکر نہ فرماتے۔

امام مالک بن انس المدنی (م179ھ):

امام مالک اسی آیت سے جوازِ وسیلہ پر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله۔ قال الله تعالیٰ: و لو انهم اذظلموا انفسهم الاية

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج2 ص26 الباب الثالث فی تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ)

ترجمہ: میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول

فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م756ھ):

اس آیت کو توسل بالذوات کی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاحادیث و الآثار فی ذلك اكثر من ان تحصر، و لو تتبعتها لوجدت منها الوفاً، و نص قوله تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآیة صریح فی ذلك

(شفاء السقام: ص376 الباب الثامن فی التوسل والاستغاثہ والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: توسل بالذوات کے بارے میں احادیث و آثار شمار سے باہر ہیں، اگر آپ ان کو جمع کریں تو ان کی تعداد ہزاروں میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ توسل بالذوات کے جواز میں نصِ صریح ہے۔

تیسری آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ الاية

(سورۃ المائدۃ:35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم (م405ھ):

امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے: لقد علم المحفوظون من أصحاب محمد صلی الله علیه و سلم أن

ابن أم عبد الله من أقربهم إلى الله وسيلة۔

(المستدرک علی الصحیحین: ج3 ص37 کتاب التفسیر تحت سورۃ المائدۃ)

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے اصحاب میں سے محفوظ حضرات نے جان لیا کہ ابن ام عبد اللہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود) وسیلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب ان حضرات میں سے اقرب اشخاص میں ہیں۔

علامہ زاہد بن الحسن الکوثری (م 1371ھ):

والوسيلة بعمومها تَشْمَل التوسل بالاشخاص، و التوسل بالاعمال... اما شمول الوسيلة فى الآية المذكورة للتوسل بالاشخاص فليس براى مجرد و لا هو بماخوذ من العموم اللغوى فحسب بل هو الماثور عن عمر الفاروق رضى الله عنه ۔الخ (مقالات الکوثری: ص286)

ترجمہ: اس آیت میں لفظ "الوسیلۃ" عموم کے پیشِ نظر ذاتوں کے وسیلہ کو بھی شامل ہے اور اعمال کے وسیلہ کو بھی۔۔۔ آیت مذکورہ میں وسیلہ کا توسل بالاشخاص کو شامل ہونا محض رائے سے نہیں اور نہ ہی لفظ کے عمومِ لغوی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الخ۔

آگے علامہ کوثری رحمہ اللہ نے کئی ایک آثار ذکر فرمائے ہیں جن سے توسل بالاشخاص ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی آیت:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔

(سورۃ الانفال: 33)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ اِن کو اِس حالت میں عذاب دے

جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔

امام ترمذی (م279ھ):

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری اُمت کے لئے دو امانتیں نازل فرمائیں:

{وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ} {وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ} إذا مضيت تركت فيهم الاستغفار إلى يوم القيامة۔

(جامع الترمذی: ج2ص139 ابواب التفسیر، تحت تفسیر سورۃ الانفال)

ترجمہ: ایک امانت یہ آیت: "اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے" اور دوسری یہ آیت: " اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں"۔ پس جب میں (دنیا) سے چلا جاؤں گا تو ان میں استغفار کو قیامت تک کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

عذاب سے بچنے کے دو سبب اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک سبب پہلے حصہ میں وارد الفاظ: ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اس وقت تک عذاب نہ آئے گا اور دوسرا سبب ان الفاظ: ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو یہاں پہلا جملہ ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ ذوات کے بیان کے لئے ہے اور دوسرا جملہ ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ اعمال کے بیان کے لئے ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ذوات کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اعمال کا بھی جائز ہے۔

احادیث مبارکہ سے توسل کا ثبوت

حدیث نمبر 1:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

(صحیح البخاری: ج 1 ص 137 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیر اب کرتا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیر اب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیر اب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)

اعتراض:

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ دیا ہے۔ اگر اموات کا وسیلہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ ذات کا وسیلہ نہ دیا جاتا۔

جواب:

بجائے اس کے کہ ہم اپنی جانب سے کچھ عرض کریں اس اعتراض کے

حضرات اکابر نے کئی جوابات دیے ہیں، افادۃً ہم نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں:

1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے فتح الباری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرى للعباس ما يرى الولد للوالد فاقتدوا أيها الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم في عمه العباس واتخذوه وسيلة إلى الله وفيه فما برحوا حتى سقاهم الله۔

(فتح الباری: ج2 ص641 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ایسا تھا جیسا اولاد کی نظر میں والد ہوتا ہے، اس لیے اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔" ابھی دعا مانگ رہے ہوتے کہ دعا کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"ف: مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء واموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہو گا؟

(التکشف: ص675 بعنوان: غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے)

3: شیخ الاسلام شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) اس حدیث

سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان قول الصحابي: ((كنا نفعل كذا)) ينصَبُّ على ما قبل زمن القول فيكون المعنى ان الصحابة رضى الله عنهم كانوا يتوسلون به صلى الله عليه وسلم فى حياته و بعد لحوقه بالرفيق الاعلىٰ الى عام الرماد و قصر ذلك على ما قبل وفاته عليه السلام تقصير عن هوى و تحريف للنص و تاويل بدون دليل۔ (مقالات الکوثری: ص287)

ترجمہ: صحابی کے اس قول کا کہ ((كنا نفعل كذا)) [ہم ایسا کیا کرتے تھے] مطلب یہ ہے کہ یہ فعل اس قول کے وقت سے پہلے والے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول (إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ) کا مطلب یہ ہو گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا توسل آپ علیہ السلام کی حیات میں اور آپ علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد سے لے کر قحط والے سال تک کرتے رہے ہیں۔ اس توسل کو حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات سے قبل والے زمانے (یعنی صرف حیاتِ دنیوی جو وفات سے پہلے وہ زمانہ ہے) کے ساتھ خاص کرنا خواہشات کی پیروی، نصوص میں تحریف اور بلا دلیل تاویل کرنے کے مترادف ہے۔

4: شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1394ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات صحابہ کا بعد وصال نبوی علیہ الصلوۃ والسلام الی یوم القیامہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ بعد وصال کے حضور سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو دلالت النص و عبارت النص یا اشارۃ النص و اقتضاء النص کے طریق سے کسی طریقہ سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو خود اس

واقعہ میں بھی توسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم تھا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّكَ وَصِنْوِ اَبِیْہِ)) یہاں بھی در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے توسل تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کے لئے آگے کیا تھا۔

(امداد الاحکام: ج1 ص133)

5: فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1422ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بعض حضرات نے جواز توسل کی تخصیص بالاحیاء کا دعوی کیا ہے جو صحیح نہیں، جب توسل ثابت ہو گیا تو احیاء و اموات میں مابہ الفرق کیا ہے؟ اگر کچھ فرق تسلیم کر لیا جائے تو مسئلہ برعکس ہونا چاہیئے کیونکہ زندہ انسان تغیرِ احوال سے مامون نہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ کسی کی اقتداء کرنا چاہو تو میت کی اقتداء کرو:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن علیه الفتنة الحدیث رواہ رزین (مشکوٰۃ: ص32)

پس جب باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم توسل بالحی کا استحباب ثابت ہوا تو توسل بالمیت بطریق اولی مستحب ہو گا۔ علاوہ ازیں دلیل اول، ثالث اور رابع توسل بالمیت کے باب میں صریح ہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں توسل کیا؟ سو اس کی چند توجیہات ہو سکتی ہیں:

1: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کے ساتھ آپ کی دعا بھی

مقصود تھی۔

2: اس پر تنبیہ مقصود تھی کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صورتیں ہیں؛ ایک توسل بذاتہ دوسری توسل باہل قرابتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

3: یہ بتانا مقصود تھا کہ توسل بغیر الانبیاء علیہم السلام من الاولیاء والصلحاء بھی باعث برکت وجالب رحمت ہے۔

4: طبع انسانی اپنے اندر موجود محسوس مبصر شخص پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجنے اور دعا کی درخواست پہنچانے میں انسانی وسائط کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ ملائکہ کا واسطہ انتہائی سریع ہونے کے ساتھ انتہائی قوی بھی ہے، نہ ادائے امانت میں غفلت کا خطرہ، نہ نسیان کا اندیشہ۔

(احسن الفتاویٰ: ج1 ص334، 335)

حدیث نمبر2:

عن عثمان بن حُنَیف : أن رجلا ضرير البصر أتى النبى صلى الله عليه و سلم فقال ادع الله لى أن يعافينى . فقال (إن شئت أخرت لك وهو خير . وإن شئت دعوت) فقال ادعه . فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه . ويصلى ركعتين . ويدعو بهذا الدعاء (اللهم إنى أسألك وأتوجه إليك بمحمد نبى الرحمة . يا محمد إنى قد توجهت بك إلى ربى فى حاجتى هذه لتقضى . اللهم فشَفِّعْه فِیَّ)

(سنن ابن ماجۃ: ص99 باب صلوٰۃ الحاجۃ، مسند احمد بن حنبل: ج13 ص315 رقم الحدیث 17175، المعجم الصغیر للطبرانی: ص183 من اسمہ طاہر، التاریخ الکبیر للبخاری: ج6 ص56 رقم الترجمۃ 2191)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اللہ سے میرے

لئے عافیت اور تندرستی کی دعا مانگیے۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو آخرت کے لئے دعا مانگوں، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور چاہو تو (ابھی) دعا کردوں؟ اس نے عرض کیا: دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ۔

[اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد! میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرمالیجئے۔]

تصحیح حدیث:

(1) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (م 273ھ) نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

قال أبو إسحاق هذا حديث صحيح۔

(سنن ابن ماجۃ: ص99 باب صلوٰۃ الحاجۃ)

(2) امام ابو عیسیٰ ترمذی (م 279 ھ) فرماتے ہیں:

هذا حديث حسن صحيح۔ (جامع الترمذی: ج2 ص198، ابواب الدعوات)

(3) امام ابو عبداللہ الحاکم (م 405ھ) اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔

(المستدرک للحاکم: ج1 ص621 دعاء رد البصر رقم الحدیث 1221)

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو

تخریج نہیں کیا۔

(4) مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسنادہ صحیح۔

(صحیح ابن خزیمۃ: ج2 ص225 باب صلاۃ الترغیب الترہیب)

مستدلین:

1: قاضی محمد بن علی شوکانی (م1250ھ) لکھتے ہیں:

وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی اللہ عز وجل مع اعتقاد أن الفاعل ہو اللہ سبحانہ وتعالی

(تحفۃ الذاکرین: ص208)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل پکڑنا جائز ہے، لیکن اعتقاد یہ ہو کہ فاعل (و مختار) ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔“

(نشر الطیب: ص240 اڑتیسویں فصل)

3: مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (م1372ھ) توسل کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اکثر جواز کے قائل ہیں۔۔۔ اللھم انی اتوجہ الیك بنبیك نبی الرحمۃ

[الخ] حدیث میں موجود، مذکور ہے جو جواز کے لئے دلیل ہے۔

(کفایت المفتی: ج2 ص85)

حدیث نمبر 3:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کی وفات ہوئی ، ان کی قبر کھودی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اپنے ہاتھ سے قبر کی مٹی نکالی۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغْفِر لِأُمِّي فاطمةَ بنتِ أسد ولَقِّنْها حُجَّتَها ووسِّعْ عليها مُدْخَلَها بحق نبيك والأنبياء الذين من قبلي فإنك أرحم الراحمين۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ج10، ص337 رقم الحدیث 20324)

ترجمہ: اللہ کی ذات وہ ہے جو زندہ بھی کرتی ہے اور مارتی بھی ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کو اس کی حجت (دلیل) سکھا دے (تاکہ وہ فرشتوں کو جواب دے سکے) اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے اس حق کے وسیلے سے جو تیرے نبی کا (یعنی میرا) تجھ پر ہے اور جو ان انبیاء علیہم السلام کا ہے جو مجھ سے پہلے ہیں۔

تصحیح الحدیث:

امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہا اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں روح بن صلاح ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہا اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مقالاتِ کوثری: ص380)

استدلال:

علامہ کوثری (م 1371ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و فیہ التوسل بذوات الانبیاء الذین انتقلوا الی الدار الآخرۃ

(مقالاتِ کوثری: ص380)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا توسل جائز ہے۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس میں "والأنبياء الذين من قبلی "وہ انبیاء جو مجھ سے پہلے ہیں] کے الفاظ ہیں جو مذکورہ توسل پر واضح دلیل ہیں۔

حدیث نمبر 4:

امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد البصری (م230ھ) نے روایت نقل کی ہے:

عن سليم بن عامر الخبائری أن السماء قحطت فخرج معاوية بن أبي سفيان وأهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال أين يزيد بن الأسود الجرشی قال فناداه الناس فأقبل يتخطى فأمره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشی يا يزيد ارفع يديك إلى الله فرفع يزيد يديه ورفع الناس أيديهم فما كان أوشك أن ثارت سحابة فی المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يصلون إلى منازلهم۔

(طبقات ابن سعد: ج7 ص444 تحت: مائۃ رجل وسبعۃ نفر)

ترجمہ: سلیم بن عامر الخبائری سے روایت ہے کہ آسمان سے پانی برسنا بند ہو گیا، تو حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما اور اہل دمشق بارش کی دعا کرنے نکلے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن اسود رضی اللہ عنہ جرشی کہاں ہیں؟ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے انہیں پکارا، تو وہ آگے بڑھتے ہوئے تشریف

لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم فرمایا تو وہ منبر پر چڑھے اور نیچے کی طرف بیٹھے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشی کی ذات کو پیش کرتے ہیں، اے یزید! آپ اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب اٹھائیں، حضرت یزید بن اسود نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھایا۔ جلد ہی مغرب کی جانب ایک بادل اٹھا اور اسے ہوا لے (کر ہماری جانب) اڑی، تب (بارش ہوئی اور) ہم لوگ ایسے سیر اب ہوئے کہ لوگوں کا اپنے مکانوں تک پہنچنا تقریباً دشوار ہو گیا۔

مستدلین:

(1) امام ابو اسحٰق ابراہیم بن علی (م476ھ) نے اس روایت کو "المہذب" کے "باب الاستسقاء" میں روایت کرکے استدلال کیا ہے۔

(المہذب مع شرحہ المجموع: ج6 ص100)

(2) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م676ھ) نے اس واقعہ کو ثابت اور مشہور مانتے ہوئے امام ابو اسحاق ابراہیم بن علی کی تائید کی ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ج6 ص101)

مذکورہ احادیث وآثار سے واضح ہوا کہ ذوات سے توسل کرنا جائز ہے۔

حدیث نمبر 5:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م360ھ) نے ایک روایت نقل کی ہے:

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف : أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله عنه في حاجة له فكان عثمان لا

يلتفت إليه ولا ينظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنيف فشكا ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصلی فيه ركعتين ثم قل اللهم إنی أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلی الله عليه و سلم نبی الرحمة۔

(المعجم الصغیر للطبرانی: ص183 من اسمہ طاہر)

ترجمہ: ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے سلسلے میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (غالباً کسی مصروفیت کی وجہ سے) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ ہی اس کی حاجت براری کرتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس بات کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ: اللهم إنی أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلی الله عليه و سلم نبی الرحمة [اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں]

اس روایت کے آخر میں تصریح ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا اور دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم و تکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کر دیا۔

تصحیح حدیث:

1: امام طبرانی (م360ھ) فرماتے ہیں: و الحدیث صحیح

(المعجم الصغیر للطبرانی ج1 ص184)

2: علامہ منذری رحمہ اللہ (م656ھ) بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب: ج1 ص272 الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعاھا)

3: علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (م 974ھ) فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی بسند جید

(حاشیہ ابن حجر المکی علی الایضاح فی المناسک للنووی: ص 500)

فائدہ:

یہ واقعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اس دور میں یہ دعا سکھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل سکھا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ توسل بعد الوفات بھی جائز ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ان دلائل سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذوات سے توسل کرنا ثابت ہو گیا۔

توسل کا ثبوت اجماع سے:

اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے توسل جائز ہے۔

دلیل نمبر 1:

جیسا کہ ما قبل میں گزرا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

(صحیح البخاری: ج 1 ص 137 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیر اب کرتا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیر اب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیر اب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

واتخذوہ وسیلۃ إلی اللہ۔

(فتح الباری: ج2 ص641 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس قول وفعل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہیں کیا۔ گویا اس پر اجماع واتفاق کر لیا۔

دلیل نمبر2:

اسی طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے ہوئے بارش کی دعا کی:

اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشي

(طبقات ابن سعد: ج7 ص444 تحت: مائۃ رجل وسبعۃ نفر)

ترجمہ: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشی کی ذات کو پیش کرتے ہیں۔

حاضرین میں سے کسی ایک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک پر انکار نہیں کیا۔ گویا ذوات سے توسل کرنے کے جائز ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا اجماع ہو گیا۔

اقوالِ سلف اور مسئلہ توسل:

سلف صالحین مسئلہ توسل میں جواز کے قائل چلے آرہے ہیں، ذیل میں ہم بعض حضرات کا کلام نقل کریں گے تاکہ معاندین و منکرین پر حجت پوری ہو جائے۔

خلیفہ رابع حضرت علی (م40ھ):

عن أنس قال: "جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم وشكا إليه قلة المطر وجَدُوْبَةَ السنة فقال: يا رسول الله لقد أتيناك وما لنا بعير نِيْطَ ولا صبي يَصْطَبَحُ، "فمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يده يدعو فما رد يده إلى نحره حتى استوت السماء بأرواقها وجاء أهل البُطَاحِ يَضِجُّونَ يا رسول الله الطرق، فقال: حوالينا ولا علينا، فانجلى السحاب حتى أحدق بالمدينة كالإكليل فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه وقال: "لله در أبي طالب لو كان حيا لقرت عيناه، من ينشدنا قوله، " فقام علي بن أبي طالب فقال: يا رسول الله لعلك أردت قوله:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

(کنز العمال: ج8 ص204 باب صلاة الاستسقاء رقم الحدیث 23544)

کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بارش کی قلت اور خشک سالی کی شکایت کی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارے پاس

کوئی جانور نہیں رہا اور نہ کوئی آواز نکالنے والا بچہ رہا تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے نہیں فرمائے تھے کہ بادل برسا اور کھل کر برسا۔ تو جن لوگوں کے گھر پانی میں ڈوب رہے تھے وہ آئے اور چیخ و پکار کرنے لگے اور عرض کی: یارسول اللہ! آمد و رفت کے راستے ختم ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نہ برسا قریب والوں پر برسا تو بادل کھلا اور مدینہ کو اس طرح گھیر لیا جس طرح بہت کھانے والا (کھانے کو گھیر لیتا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور آپ نے فرمایا: ابو طالب کے کیا کہنے! اگر وہ آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، ہمیں ابو طالب کا شعر کون پڑھ کر سنائے گا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ کی مراد ان کا یہ شعر ہے:

ترجمہ شعر: آپ سفید (گندم گوں) ہیں، آپ کے چہرہ کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، آپ یتیموں کے فریادرس ہیں، آپ بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

اسے سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں میری مراد یہی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (م58ھ):

عن ابی الجوزاء اوس بن عبداللہ قال قحط اھل المدینۃ قحطا شدیدا فشکوا الی عائشۃ فقالت: انظروا الی قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم فاجعلوا منہ کُوًّا الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف قال: ففعلوا فمطرنا مطراًحتی نبعت العُشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

(سنن الدارمی: ج1 ص56 باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ، رقم الحدیث 92)

ترجمہ: حضرت ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف دیکھو (یعنی آپ کی قبر پر جاؤ)، پھر آسمان کی طرف ایک روشن دان بناؤ کہ آپ کے اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، تب بارش سے سیر اب ہوئے حتیٰ کہ سبز گھاس اگی، اونٹ اتنے موٹے ہوئے کہ گویا چربی سے پھٹے جا رہے ہوں۔ تو اس سال کو تنگی والا سال قرار دیا گیا۔

امام مالک بن انس (م 179ھ):

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؟ بل استقبله وا ستشفع به فيشفعه الله۔ قال الله تعالىٰ: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج2 ص26 الباب الثالث فی تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ)

ترجمہ: میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تا قیامت اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

امام محمد بن ادریس الشافعی [م 204ھ]:

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ:

انی لأتبرك بأبي حنيفة وأجيء إلى قبره فی کل یوم یعنی زائرا فإذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت إلى قبره وسألت الله تعالى الحاجة عنده فما تبعد عنی حتی تقضی۔

(تاریخ بغداد للخطیب: ج1 ص101 باب ماذکر فی مقابر بغداد الخ)

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دُعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت جلد میری دعا پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "الخیرات الحسان" میں تحریر فرماتے ہیں:
واضح رہے کہ علماء اور اہل حاجات ہمیشہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کرتے اور اپنی حاجات براری میں ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ ان علماء میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ (الخیرات الحسان: ص129)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات اہل بیت نبوی سے توسّل کرتے ہوئے یہ شعر فرمایا ہے، جسے علامہ ابن حجر الہیثمی نے نقل کیا ہے: شعر

آل النبی ذریتی وهم الیه وسیلتی
ارجو بهم اعطی غدا بید الیمین صحیفتی

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کی جانب میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان ہستیوں کے وسیلہ سے کل (قیامت) کے دن اللہ تعالیٰ میرا صحیفہ مجھے داہنے ہاتھ میں دے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ج2 ص524)

امام احمد بن حنبل (م 241ھ):

علامہ یوسف بن اسماعیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ کو وسیلہ بنایا تو ان کے بیٹے عبد اللہ کو تعجب ہوا، اس پر امام احمد بن حنبل نے فرمایا: امام شافعی رحمہ اللہ لوگوں کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کی مانند ہیں۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق: ص166)

امام ابو عیسیٰ ترمذی (م 279ھ):

آپ رحمہ اللہ نے ذواتِ مسلمین سے توسّل کو جائز رکھا ہے۔ چنانچہ جامع الترمذی کے ابواب الجہاد میں سے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیك المسلمین

(جامع الترمذی: ج1 ص299 کتاب الجہاد)

کہ یہ فقراء مسلمین کے وسیلہ سے مدد طلب کرنے کے بارے میں آئی ہوئی روایات کا باب ہے۔

پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول آبغونی ضعفاء کم فإنما ترزقون وتنصرون بضعفائکم۔

(جامع الترمذی: ج1 ص299 کتاب الجہاد)

ترجمہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: مجھے اپنے ضعفاء میں ڈھونڈو کہ تم لوگوں کو اپنے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور مدد کی جاتی ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی [م 505ھ]:

آپ نے احیاء علوم الدین کے "مدینہ منورّہ کی زیارت اور اس کے آداب" کے باب میں فرمایا کہ زائر جب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے تو دیگر دعاؤں کے ساتھ یہ کلمات بھی کہے:

اللهم إنا قد سمعنا قولك وأطعنا أمرك وقصدنا نبيك متشفعين به إليك في ذنوبنا۔

(احیاء علوم الدین: ج1 ص308)

ترجمہ: اے اللہ! ہم نے آپ کا فرمان سنا اور آپ کے حکم کو مانا اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت طلب کرتے ہوئے آپ کا قصد کیا۔

امام نووی الشافعی (م 676ھ):

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ويستحب إذا كان فيهم رجل مشهور بالصلاح أن يستسقوا به فيقولوا اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان روينا في صحيح البخاري أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب۔۔۔ وجاء الاستسقاء بأهل الصلاح عن معاوية وغيره.

(کتاب الاذکار للنووی: ص218 باب الاذکار فی الاستسقاء)

ترجمہ: یہ مستحب ہے کہ جب لوگوں میں کوئی آدمی پاکیزگی اور تقویٰ کے لحاظ سے مشہور ہو تو اس کے وسیلہ سے استسقاء کریں اور یوں کہیں:

اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان۔

کہ اے اللہ! ہم تیری جانب تیرے بندہ فلاں کے وسیلہ سے استسقاء کرتے ہیں اور ان کی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں۔

جیسا کہ صحیح البخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء فرمایا اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اہل خیر و پاکیزہ لوگوں کے وسیلہ سے استسقاء کرنا بھی آیا ہے۔

امام کمال الدین بن الہمام الحنفی (م 861ھ):

آپ رحمہ اللہ ”باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں فرماتے ہیں:

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله فى أن أموت مسلما عن ملتك وسنتك....... ثم ينصرف متبا كيا متحسرا على فراق الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ والقرب منہا۔

(فتح القدیر: ج 3 ص 169 و ص 174 کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی [م 923ھ]:

علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ نے ”المواہب اللدنیۃ“ میں لکھا ہے کہ:

و ینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء و التضرع و الاشتغاثۃ و التشفع و التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(المواہب اللدنیۃ: ج 3 ص 417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعا مانگے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1176ھ):

اپنی مشہور زمانہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں: ومن ادب الدعاء تقدیم الثناء علی اللہ و التوسل نبی اللہ لیستجاب۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ج2 ص6)

ترجمہ: اور دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدّم کیا جائے تا کہ دُعا کو قبولیت کا شرف ہو۔

المہند علی المفند کا حوالہ:

علماء دیوبند کی اجماعی و متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا متفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

ھل للرجل ان یتوسل فی دعواتہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الوفاۃ ام لا؟ ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشہداء واولیاء رب العالمین ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشہداء والصدیقین فی حیاتہم وبعد وفاتہم بان یقول فی دعائہ اللھم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك۔ (المہند علی المفند: ص36، 37)

ترجمہ: کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا

توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

تنبیہ:

”المہند علی المفند“ کی اس دور کے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ و دیگر عرب ممالک کے علماء کے ساتھ ساتھ اکابرین دیوبند مثلاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری، مولانا محمد احمد قاسمی بن حضرت نانوتوی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا محمد یحی سہارنپوری وغیرہ نے تائید و تصدیق فرمائی تھی۔ گویا جوازِ توسل پر ان تمام حضرات اکابر و مشائخ کا اجماع و اتفاق ہے۔

﴿باب ہفتم﴾

مسئلہ استشفاع عند القبر

اس باب میں مسئلہ استشفاع عند القبر پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جاکر آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اہل السنت والجماعت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جاکر آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔ لیکن فرقہ مماتیت نے اس کو بدعتِ قبیحہ، ذریعہ شرک، گمراہی اور ممنوع قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

1: شیر محمد صاحب خطیب جامع مسجد اشاعت التوحید و السنۃ جھنگ ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی (جلد 23 شمارہ100) کے حوالے سے اشاعت التوحید و السنہ کا موقف یوں لکھتے ہیں:

استشفاع کے متعلق مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جاکر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں بدعت قبیحہ، مستحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ [دستخط]

☆عنایت اللہ ☆احقر محمد طاہر ☆سجاد بخاری
☆عارف طاہری ☆احقر عبد اللہ غفر اللہ ☆بدیع الزمان
☆فضل حق ☆احسان الحق عفا اللہ عنہ ☆سمیع الحق
☆ضیاء الحق ☆محمد حسین غفرلہ ☆عصمۃ اللہ

(آئینہ تسکین الصدور: ص199)

2: سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

استشفاع عند القبر تعاملِ امت کے خلاف ہے......... اس کے بدعت اور گمراہی ہونے میں بھی شک نہیں۔ (اقامۃ البرہان: ص309)

مزید لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے استشفاع ...... بدعتِ سئیہ ہے۔ (اقامۃ البرہان: ص312)

3: شہاب الدین خالدی صاحب بھی استشفاع کو بدعت اور ممنوع لکھتے ہیں۔

(دیکھیے عقائد علماء اسلام: ص681)

لہذا ہم اس باب میں مسئلہ استشفاع کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

قرآن پاک سے دلیل:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

(سورۃ النساء:64)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

وہ آیات جو کسی خاص پس منظر کے تحت نازل ہوئی ہوں لیکن الفاظ عام استعمال کیے گئے ہوں تو جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک سبب نزول کے اس خاص واقعہ کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا۔ اس قاعدہ کے لیے علماء اصول اور ارباب تفسیر کے ہاں ایک معروف قاعدہ ہے:

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

(کشف الاسرار: باب حکم الاجماع، تفسیر القرطبی: سورۃ الاعراف، الایۃ 31)

کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا نہ کہ سببِ نزول کے خاص واقعہ کا۔

اس آیت کریمہ میں بھی عموم الفاظ کی وجہ سے حکم بھی عام ہے کہ جو بھی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی مغفرت فرمادیں گے

اس آیت کریمہ میں ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ [رسول بھی ان کے

لیے مغفرت کی دعا کرتے] کے الفاظ اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک مؤمنین کی مغفرت اور قبولیتِ دعا کے لئے ایک سبب اور وسیلہ ہے، ورنہ آیت میں صرف ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ﴾ [یہ لوگ اللہ سے مغفرت مانگتے] کے الفاظ پر اکتفاء کیا جاتا۔

مؤمنین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دعائیں کرانے کے لئے آپ کے پاس آنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے دعائیں فرمانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے، چاہے وہ دعا مغفرت کے لئے ہو یا دنیاوی کام کاج کے لئے، یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما کر عالمِ برزخ میں چلے گئے اور اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہوئے تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی و مغفرت کی دعا کرانا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ سے درخواست کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ کام جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس آیت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد باقی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی سوادِ اعظم کے اندر رہتے ہوئے جمہور علماء کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے اب بھی قابلِ عمل ہے، ہم اس میں کسی قسم کی تنسیخ یا ترمیم کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے اکابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس کا حکم اسی طرح باقی رکھا ہے جس طرح آپ کی زندگی میں تھا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

”مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ، ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی

زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور آپ کے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے۔۔۔ اور ان محمد بن حرب کی وفات 228 ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔“

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ص242، 243)

(2) شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1394ھ) لکھتے ہیں:

فثبت ان حکم الآیۃ باق بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

(اعلاء السنن: ج10 ص512 باب زیارۃ قبر النبی الکریم)

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

(3) مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م1396ھ) لکھتے ہیں:

”اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔“

(معارف القرآن: ج2 ص459 تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ:64)

ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کا حکم بعد وفات

بھی باقی ہے۔ اب ہم چند مفسرین و محدثین اور دیگر علمائے امت سے ثابت کرتے ہیں کہ سلف صالحین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آکر آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔

(1) علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (م710ھ):

علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت ایک اعرابی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہو کر استشفاع کرنا نقل کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

ایک بدوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد حاضر آیا اور قبر مبارک پر گر گیا، اس کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا میں نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں سے یہ آیت بھی ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء مغفرت فرمائیں۔ قبر مبارک سے آواز آئی کہ تم کو بخش دیا گیا۔

(مدارک التنزیل: ج1 ص342 تحت سورۃ النساء: آیت64)

(2) علامہ ابن کثیر دمشقی (م774ھ):

علامہ ابن کثیر نے بھی اس آیت کے تحت یہ واقعہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ کیا نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس میں شیخ ابو منصور الصباغ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب "الشامل" میں بیان کیاہے کہ عتبی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھاہوا تھا کہ ایک اعرابی آیااور اس نے کہا: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادسناہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

کہ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑامہربان پاتے۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کررہاہوں۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

یا خیرَ من دُفنَت بالقاع أعظُمُه
فطاب منْ طیبھنّ القاعُ والأکَمُ
نَفْسی الفداءُ لقبرٍ أنت ساکنُه
فیه العفافُ وفیه الجودُ والکرمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین ذات! جوٹیلے میں مدفون ہے، جس کی پاکیزگی سے یہ ٹیلے اور صحرا بھی پاکیزہ ہوگئے، میری جان اس قبر پر فداہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہائش پذیر ہیں (اس لئے کہ) اس میں عفت، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔

عتبی کہتے ہیں: پھر وہ اعرابی لوٹ گیا اور مجھے نیند آگئی، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتاہوں کہ آپ مجھ سے فرمارہے ہیں: اے عتبی جاکر اس

اعرابی کو خوش خبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج1 ص679 تحت سورۃ النساء: آیت64)

(3) علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی (م 911ھ):

علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے دعا کرانے کے متعلق اس آیت کے ذیل میں دو واقعات نقل کئے ہیں۔

پہلا واقعہ:

علامہ سمہودی فرماتے ہیں:

علمائے کرام نے موت وحیات کی دونوں حالتوں میں آیت سے عموم سمجھا ہے اور قبر انور پر آنے والے کے لئے یہ حضرات مستحب سمجھتے ہیں کہ وہ اس (آیت) کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ یہاں ایک اعرابی کی حکایت بھی ملتی ہے، چنانچہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا، زیارت کی اور آپ کے بالمقابل بیٹھ گیا، اتنے میں ایک اعرابی آیا، اس نے زیارت کی اور عرض کی: اے سب رسولوں میں سے بہتر! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، اور اس میں فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

اور میں بھی گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ پھر وہ رونے لگا اور مذکورہ اشعار کہے:

پھر وہ شخص استغفار کرتا رہا اور واپس چلا گیا۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں سو گیا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت کی وجہ سے

اسے بخش دیا ہے۔ میں بیدار ہوا اور اسے تلاش کرنے نکلا لیکن وہ کہیں نہ مل سکا۔

(وفاء الوفاء: ج4 ص1360، 1361 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

دوسرا واقعہ:

حافظ ابو سعید السمعانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے تو تین دن کے بعد ایک اعرابی (دیہاتی) ہمارے پاس آیا۔ وہ قبر انور پر گر گیا اور خاک اُٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! آپ ارشاد فرماتے تھے تو ہم اسے سنتے تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے (اس کا کلام) محفوظ کیا اور ہم نے آپ سے محفوظ کیا۔ اللہ نے آپ پر یہ آیت اتاری:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

میں نے بھی اپنے آپ پر ظلم کر رکھا ہے، اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ قبر مبارک سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(وفاء الوفاء: ج4 ص1361 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

(4) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م1052ھ)

حافظ ابو عبد اللہ "مصباح الظلام" میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا، اس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا، اور وہ یہ آیت ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قد غفر لك، کہ تیری مغفرت کر دی گئی ہے۔ (جذب القلوب: ص226)

(5) مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (م1396ھ):

اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعاءِ مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ اُس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی: ((قد غفرت لك)) یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔"

(معارف القرآن: ج2 ص459 تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ: 64)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسئلہ استشفاع:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک قحط پڑا، اس میں مسلمانوں پر بہت تنگی کے ایام آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرنے کی درخواست کی۔

اس واقعہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م235ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ, قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ, قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ, فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم, فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ, اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا, فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ, وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ, عَلَيْكَ الْكَيْسُ, فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ, ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج17 ص64، 65 باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب)

ترجمہ: مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آگیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی اور ان سے کہو: تم پر سوچ بوجھ (دانائی) لازم ہے۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ

عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس واقعہ کے ضمن میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور فرمایا:

اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں میرے طرزِ عمل سے زیادہ کوئی بہتر طرزِ عمل معلوم ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلال بن حارث کا خواب سنایا تو انہوں نے کہا: ان کا خواب سچا ہے۔

(تاریخ طبری مترجم: ج2 ص87 عامۃ الرماد کے واقعات، البدایہ والنہایہ: ج4 ص98)

تصحیح روایت:

(1): علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) فرماتے ہیں:

وهذا إسناد صحيح.

(البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص98)

(2): حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں:

وروى ابن أبي شيبة بإسناد صحيح من رواية أبي صالح السمان عن مالك الدار۔ (فتح الباری: ج2 ص639 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو صالح السمان کے طریق سے مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

(3) علامہ السمہودی رحمہ اللہ (م911ھ) لکھتے ہیں:

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء: ج4 ص1374 الفصل الثالث فی توسل الزائر)

استدلال:

علامہ سیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الفتوح" میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اس واقعہ سے استدلال یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ (یعنی قبر) میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجاء ہوئی اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تعالیٰ سے دعاء کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے اور جو آپ سے سوال کرتا ہے آپ اسے پہچانتے ہیں جیسے گزر چکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں ایسا سوال کیا جاتا تھا۔

(وفاء الوفاء: ج4 ص1374 الفصل الثالث فی توسل الزائر)

اس حدیث کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے، بعض کتب میں کہیں الفاظ کی کمی پیشی بھی ہے مگر جس بات سے ہمارا استدلال ہے وہ سب میں موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

فوائد و مسائل:

حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(1) یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد پیش آیا، اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

(2) قبر مبارک پر جا کر دُعا کرنے والے اور پھر خواب دیکھنے والے جلیل القدر صحابی بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

(3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت کرنا شرک نہیں، ورنہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہر گز نہ کرتے۔

(4) اس سچے خواب کو خلیفہ راشد کی تائید و تصویب حاصل ہے۔

(5) یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تو انہوں نے ((صَدَقَ بلال)) فرما کر اس کی پرزور تائید و تصدیق کی۔

(6) اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت علمائے اسلام کے محتاط طبقہ حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اس فتوٰی سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب مغفرت اور سوال شفاعت کی دُعا کرنا جائز ہے۔ (اس کی عبارات آگے نقل ہو رہی ہیں)

مسئلہ استشفاع اور حضرات فقہاء کرام اور محدثین عظام:

(1) امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ):

علامہ قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا کہ میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج2 ص26 الباب الثالث فی تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ)

(2) محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ (م 861ھ):

علامہ ابن الہمام الحنفی آدابِ زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم يسأل النبى صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله فى أن أموت مسلما على ملتك وسنتك---- ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها۔

(فتح القدیر: ج3 ص169 و ص184 کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے قربِ اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

(3) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1297ھ):

”سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہوں۔

(آب حیات: ص52)

(4) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م1322ھ):

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے لئے کافی ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: ج112)

آپ نے مسائل حج پر ایک مستقل کتاب ”زبدۃ المناسک“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:

”پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تاکہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے، اور باادب تمام اور با خشوع کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب و ہیبت ہے، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے:

السلام علیك یا رسول اللہ،

السلام علیك یا خیر خلق اللہ

(یہ سلام کافی بڑا ہے ہم نے دو فقرے نقل کر دیئے ہیں، سلام کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ استشفاع اور توسّل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں)

اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے، کہے:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَ اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِكَ وَ سُنَّتِكَ۔

[اے اللہ کے رسول! میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مسلمان کی حیثیت پر جان دوں]

اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو مستحسن رکھتے ہیں اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو، عرض کرے۔

السلام یا رسول اللہ من فلان بن فلان یَسۡتَشۡفِعُ بك الی ربّك

[اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو، فلاں بن فلاں آپ کی شفاعت کا طلبگار ہے]

(تالیفات رشیدیہ: ص649، ص650، رسالہ زبدۃ المناسک)

(5) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ):

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اعرابی کا واقعہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آنے او مغفرت کی دعا کا ذکر ہے، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اوران محمد بن حرب کی وفات 228 ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔“

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ص242، 243)

﴿باب ہشتم﴾

مسئلہ عرضِ اعمال

اس باب میں مختصر طور پر مسئلہ عرض اعمال کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ مماتی فرقہ اس کا بھی انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کو شیعوں کا مسئلہ کہتا ہے۔

قارئین کرام! اس باب میں ہم مسئلہ عرضِ اعمال کے متعلق کچھ دلائل عرض کریں گے، مگر پہلے تنقیح مسئلہ کے طور پر مسئلہ کی کچھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں تین گروہ پائے جاتے ہیں:

پہلا گروہ:

اس گروہ میں مماتی، موجودہ غیر مقلدین اور بہت سے آزاد خیال لوگ شامل ہیں۔ یہ گروہ سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں عرض اعمال کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے (معاذ اللہ)۔ چنانچہ خان بادشاہ صاحب (مماتی) لکھتے ہیں:

وقد ذکرت مختصراً أن عرض الاعمال عقیدۃ الشیعۃ۔

(التحفۃ العجیبۃ: ص340)

ترجمہ: میں نے مختصراً یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال کا پیش ہونا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔

عبد المقدس صاحب بن ناصر شاہ لکھتے ہیں: شیعوں کا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام پر عمل پیش ہوتا ہے۔

(تحقیق الحق: ص309)

دوسرا گروہ:

اس گروہ میں شیعہ حضرات، بریلوی حضرات اور دیگر اہلِ بدعت شامل ہیں۔ یہ لوگ تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے قائل ہیں۔ ہم اس موقف کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اس موقف اور نظریہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی طور پر ہر ہر عمل

پیش ہونے کی تردید کی ہے۔

(دیکھئے بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان: ص 323 خلاصہ سورۃ حٰم الجاثیہ)

امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔ آپ اپنی کتاب "تبرید النواطر فی تحقیق الحاضر والناظر" یعنی "آنکھوں کی ٹھنڈک" میں فریق مخالف کی چوتھی دلیل اور اُس کے بطلان کی بحث میں لکھتے ہیں:

"یہی وہ آیت ہے جس سے شیعہ حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ہاں امت کے سب اعمال پیش ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے اصول کافی: باب عرض الاعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمۃ، کتاب الحجۃ: جزء 3 ص 139 مع الصافی طبع نولکشور) درحقیقت تمام اور سب اعمال کے عرض کا مسلک شیعہ شنیعہ کا ہے۔" (تبرید النواظر: ص 136)

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی مقامات پر آپ نے اس غلط نظریہ کا رد فرمایا ہے۔

(دیکھئے تبرید النواظر: ص 75، ص 76 و حاشیہ ص 185، تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص 208 و ص 306، ازالۃ الریب، تسکین الصدور: ص 234 وغیرہ)

تیسرا گروہ:

یہ گروہ اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی اور دیگر اہل حق کا گروہ ہے۔ یہ نہ تو پہلے گروہ کی طرح بالکل عرضِ اعمال کا منکر ہے اور نہ ہی دوسرے گروہ کی طرح ہر ہر بات اور ہر ہر جزء کے پیش ہونے کا نظریہ رکھتا ہے۔ اہلِ حق کا یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ فقہاء ومحدثین اور قرآن وسنت کے صحیح شارح حضرات اکابر اہل السنت والجماعت نے جو مفہوم ان احادیث کا (جن میں عرض اعمال کا ذکر ہے) سمجھا ہے اس کے مطابق صرف اجمالی طور پر بعض اعمال کا پیش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر

علماء دیوبند بھی اجمالی عرض اعمال والے کے نظریہ کے قائل ہیں۔

ذیل میں اس نظریہ کہ اجمالی طور پر اعمال پیش ہوتے ہیں، کے مطابق دلائل پیش کئے جائیں گے اور قارئین کو یہ بھی یاد رہے کہ یہ مسئلہ ضروریات اسلام میں سے نہیں بلکہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے۔

عرضِ اعمال کا ثبوت

دلیل نمبر1:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيۡهِمۡ مِنۡ أَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ﴾

(سورۃ النحل:89)

ترجمہ: اور وہ دن بھی یاد رکھو جب ہم ہر امت میں ایک گواہ انہی میں سے کھڑا کریں گے اور (اے پیغمبر!) ہم تمہیں ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے لائیں گے۔

اس کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کے اعمال ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں، آپ اعمالِ خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔“

(تفسیر عثمانی: ج2ص850)

دلیل نمبر2:

عَنۡ عَبۡدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنۡ أُمَّتِي السَّلَامَ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: حَيَاتِي خَيۡرٌ لَكُمۡ تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمۡ، وَوَفَاتِي خَيۡرٌ لَكُمۡ تُعۡرَضُ عَلَيَّ

أَعْمَالُكُمْ ، فَمَا رَأَيْتُ مِنَ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ ، وَمَا رَأَيْتُ مِنَ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ. (مسند البزار: ج5 ص308 رقم الحدیث 1925)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور ہم (ان کی حقیقت کو) تمہارے لیے بیان کریں گے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث:

1: علامہ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (م 807ھ):

رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح

(مجمع الزوائد: ج8 ص594 رقم الحدیث 14250)

ترجمہ: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

2: علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) فرماتے ہیں:

وأخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج2 ص491)

ترجمہ: امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

3: علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م 1122ھ) فرماتے ہیں:

اس کی سند جید ہے۔ (شرح المواہب: ج5 ص337)

4: علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م 1352ھ) فرماتے ہیں:

بسند جید عن ابن مسعود۔

(فہرست عقیدۃ الاسلام: ص 401 من رسائل الکشمیری)

5: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1369ھ) فرماتے ہیں:

رواہ البزار باسناد جید۔

(فتح الملہم: ج 1 ص 413 باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

ترجمہ: امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

استدلال:

1: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت نقل فرما کر اس کے تحت لکھتے ہیں:

تعرض علیہ عرضا مجملا فیقال عملت امتك شرا عملت خیرا

(فتح الملہم: ج 1 ص 413 باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

ترجمہ: آپ علیہ السلام پر اعمال کا پیش ہونا اجمالی طور پر ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے۔

2: مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جو بھلائی (تمہاری طرف پیش کی جائے گی جسے) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا، اور جو کوئی بُرائی دیکھوں گا

(جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کروں گا۔ (جمع الفوائد)" (احوالِ برزخ: ص57)

3: امام اہل السنۃ شیخ التفسیر و الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرما کر اس سے استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"عرضِ اعمال کے بارے میں نہایت مختصر تحقیق یہ ہے کہ صحیح روایت سے عرض اعمال اجمالی طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ اس کو بزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی بخاری کے راوی ہیں۔"

(تسکین الصدور: ص234، 235حاشیہ)

دلیل نمبر3:

عن بكر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض على أعمالكم فإذا رأيت خيرا حمدت الله وإن رأيت شرا استغفرت الله لكم۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج2ص149، 150 ذکر ما قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الخ، الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج2ص491)

ترجمہ: حضرت بکر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کروگے اور (ہماری طرف سے ان کی حقیقت کو) تمہارے لیے بیان کر دیا جائے گا اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جب میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م 744ھ) لکھتے ہیں:

وهذا إسناد صحيح إلى بكر المزني، وبكر من ثقات التابعين

(الصارم المنکی: ص 203)

ترجمہ: اس کی سند بکر المزنی تک صحیح ہے اور ان کا شمار ثقہ تابعین میں ہوتا ہے۔

دلیل نمبر4:

علامہ الشیخ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 923ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں:

وقد روى ابن المبارك عن سعيد ابن المسيب: ليس من يوم الا ويعرض على النبي صلى الله عليه وسلم اعمال امته غدوة وعشية

(المواہب اللدنیۃ: ج3 ص410 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف)

ترجمہ: امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

استدلال:

1: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) عرضِ اعمال پر استدلال کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

”فصل اٹھائیسویں: آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے عالمِ برزخ میں تشریف رکھنے کے متعلق بعض احوال و فضائل میں؛

پہلی روایت: ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں (کذا فی المواہب)“

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ص198)

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے آگے چل کر خود ہی تصریح فرمائی کہ یہ عرض اجمالی ہے نہ کہ تفصیلی۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ص217 محصلہ)

2: شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1398ھ) نے اسی روایت کو مستدل بنا کر لکھا: ”ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں کذا فی المواہب۔

(القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ و سلم: ص8)

عرضِ اعمال اور اکابرینِ امت:

(1) علامہ تاج الدین السبکی الشافعی رحمہ اللہ (م 771ھ) لکھتے ہیں:

لأن عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام على ما بينا

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ج2 ص282)

ترجمہ: اس لیے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(2) علامہ علی بن احمد السمہودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿جَاءُوكَ﴾ پر معطوف ہے، تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار ان کے استغفار کے بعد ہے، اور پھر ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ آپ وصال کے بعد استغفار نہیں فرماتے کیونکہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ آپ زندہ ہیں اور اس وقت جب آپ کے سامنے ان کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کی کامل رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کرتا ہے آپ اس کے لئے استغفار ترک نہیں فرماتے۔

(وفاء الوفاء: ج4 ص1360 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

(3) مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1346ھ) لکھتے ہیں:

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنّت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمالِ امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کو علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے

بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر جانتے ہیں اور بس۔

(براہین قاطعہ: ص203، 204)

نداء وخطاب اگر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے، خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو، اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ [رکھتا] ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں، اور اعمال اُمت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے۔

(براہین قاطعہ: ص220، 221)

(4) علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م1352ھ) فرماتے ہیں:

یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے، اس سے علم محیط مراد نہیں ہے۔ (پھر آگے فرمایا) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دِن آپ سے فرمایا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا بدعات گھڑی ہیں؟ حالانکہ آپ پر اعمال پیش ہوتے رہے۔

(فہرست عقیدۃ الاسلام: ص11 بحوالہ حاشیہ تسکین الصدور: ص236)

(5) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

”مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشاغل ثابت ہیں:

1: اعمالِ امت کا ملاحظہ فرمانا۔

2: نماز پڑھنا۔

3: غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔

4: سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ سلام کو جواب دینا۔

یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواصِ امت سے یقظہ میں کلام اور ہدایات

فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے، اور حالتِ رؤیا وکشف میں تو ایسے واقعات حصر واحصاء سے متجاوز ہیں۔ (نشر الطیب:ص249)

(6) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م1413ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کے اعمال کا پیش کیا جانا ”کنز العمال“ (ج:15 ص:318) اور ”حلیۃ الاولیاء“ (ج:6 ص:179) کی حدیث میں آتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:ج1ص312)

(7) امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) لکھتے ہیں: یعنی اگر اس عرضِ اعمال سے تفصیلی عرض مراد ہو جو اُمت کے تمام اعمال اور جزئیات کو شامل ہو تو ((اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، اور یہ صحیح، صریح اور مشہور روایت ہے، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شقی القلب اور بدبخت بدعتیوں نے جو بدعات آپ کے بعد ایجاد کی ہیں ان کا آپ کو علم نہیں، حالانکہ ان کے اعمال بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں، تو یہ سوائے عرضِ اجمالی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ (تسکین الصدور:ص236،237حاشیہ)

ہم نے قرآن (مع التفسیر) وسنت اور حضرات اکابرین امت کے چند حوالہ جات نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور اعمال کا پیش کیا جانا اجمالی طور پر ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔

عام اموات اور عرضِ اعمال:

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ (م1262ھ) فرماتے ہیں: زندوں کے اعمال ان کے مردہ خویش اور اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں اور وہ ان کے لیے دعا بھی کرتے ہیں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (مائۃ مسائل:ص38)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م 1413ھ) فرماتے ہیں:

بلکہ احادیث میں عزیز و اقارب کے سامنے اعمال پیش کیا جانا بھی آتا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص312)

امام اہل السنت رحمہ اللہ (م 1430ھ) لکھتے ہیں: اجمالی طور پر بعض اعمال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام) پر عرض اہل السنت والجماعت کے ہاں ایک مسلّم حقیقت ہے...... اہل حق کے نزدیک جملہ اموات پر بھی بعض اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اچھے ہوں تو ان پر وہ خوش ہوتے ہیں، برے ہوں تو اُن کو اِن سے رنج ہوتا ہے۔ (تسکین الصدور ص238)

دلیل نمبر 1:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، آپ نے فرمایا: سنو! دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی مکھی فضا میں اِدھر اُدھر جاتی ہے، اس لیے تم قبروں میں دفن ہونے والے اپنے بھائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم: ج5 ص437 کتاب الرقاق رقم الحدیث 7919، شعب الایمان للبیہقی: ج7 ص261 باب فی الزہد وقصر الامل، رقم الحدیث 10242)

دلیل نمبر 2:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بُرے اعمال کے ذریعہ اپنے مردوں کو رسوا نہ کرو، کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے قبروں والے رشتہ داروں کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔

(کنز العمال: ج15 ص288 کتاب الموت رقم الحدیث 42732، احیاء العلوم: ج2 ص1809 کتاب ذکر الموت ومابعدہ الخ)

دلیل نمبر 3:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور قریبی لوگوں کے سامنے قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے نکلیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے دل میں یہ بات ڈال کہ یہ اچھے کام کریں۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی: ج2 ص371 رقم الحدیث 1903)

دلیل نمبر 4:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے قریبی لوگوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔ (مسند احمد: ج10 ص532 رقم الحدیث 12619)

دلیل نمبر 5:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: الٰہی میں تجھ سے ایسا کام کرنے سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے فضیحت (رسوائی) ہو۔

(کتاب الزہد لابی داؤد السجستانی: ص227)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اور پہلے فوت ہو چکے تھے۔

(احیاء العلوم: ج2 ص1809 کتاب ذکر الموت ومابعدہ)

﴾باب نہم﴿

منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

اس باب میں ہم فرقہ مماتیت کے متعلق حضرات اکابرین امت کے فتاویٰ جات اور آراء پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مماتیوں کا عقیدہ فاسد ہے، یہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان عقائد کے حامل کو امام بنانا درست نہیں۔

اس باب میں ہم فرقہ مماتیت کے متعلق حضرات اکابرین امت کے فتاویٰ جات اور آراء پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مماتیوں کا عقیدہ فاسد ہے، یہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان عقائد کے حامل کو امام بنانا درست نہیں

دارالعلوم دیوبند

مولانا مفتی سید مہدی حسن:

﴿استفتاء﴾

یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک علّیین میں ہے، آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا آپ کی قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ و سلم سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی

هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من بعید اعلمته رواه ابو الشیخ و سنده جید۔

(القول البدیع ص116)

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون رواه ابن عدی و البیهقی و غیرهما

(شفاء السقام: ص134)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ السید مہدی حسن
مفتی دارالعلوم دیوبند
13/5/76ھ
مہر دارالعلوم دیوبند

الجواب الصحیح جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور، 21 شوال 1376ھ

اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

(بحوالہ تسکین الصدور: ص49، 50)

دار العلوم دیوبند

مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی:

﴿الاستفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرماویں نوازش ہوگی، کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید و بکر کا اختلاف ہے:

زید کا عقیدہ	بکر کا عقیدہ
1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے، روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سُنتے ہیں اور دُور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔	1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سُنتے بلکہ دُور و نزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے، جسم بے رُوح قبر میں محفوظ ہے۔
2: قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے، اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق	2: قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے، روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے، سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی

باقی رہتا ہے۔	جسم ہوتا ہے۔
3: دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔	3: دعاؤں میں انبیاء واولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے؟ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی تصریح ضروری ہے۔ فقط بینوا توجروا!

خادم اہلسنت والجماعت محمد یعقوب ہرنولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے، وہ صحیح عقیدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن خیر آبادی عفااللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل وعقائد جو مندرجہ ذیل ہیں:

1: باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿کِتَابٌ أُحۡكِمَتۡ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: ”حسبنا کتاب اللہ“ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے، بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں الخ

(اربعین حدیث: ص4، ص5 مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

2: اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے: جی سنتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب و مخالفت کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (بلفظہ اربعین حدیث ص5)

3: اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب! تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی! نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ خوب غور سے سوچو۔

(اربعین حدیث ص11)

4: بعد از موت سماع ورؤیتہ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔

(اربعین حدیث ص28)

5: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُرود و سلام عند القبر سُننا و جواب دینا یہ قصّہ من گھڑت ہے۔

(دعوۃ الرشاد: ص8 مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

6: یہی مسئلہ سماع اموات توحید کی راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

(اربعین آیات: ص17 مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

7: چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی، تابعی، تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث ((من صلی علی عند قبری سمعتہ)) آپ کو اچھال رہی ہے اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آ رہی ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنے کا تمغہ من خدم الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنے والوں سے) بھی حاصل ہو جائے گا۔ (ندائے حق: ص134 محمد حسین نیلوی سرگودھا)

8: خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں، بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدّث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے پاس بھی نہیں سُنتے چہ جائیکہ دور، ہاں درود وسلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے مگر پہنچنے اور سننے میں فرق ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

(ندائے حق ص135)

9: بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے الخ۔ (ندائے حق ص135)

10: انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعوٰی ہے کہ اجساد محفوظ ہیں۔ (اقامۃ البرہان ص226 تا ص235)

11: استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عند قبر الشیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) فقہاء احناف رحمہم اللہ وغیرہم اور علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر ونورالایضاح وفتاوٰی رشیدیہ وزبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے، مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو ”بناسپتی دیوبندی“ کہتا ہے، ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

(1): حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال

(اقامۃ البرہان ص312 لسجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

(2): اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر

جا کر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کراؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ، فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے، پھر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پکارو کر کہو: اے ابا بکر! اے عمر! حضور کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے: الشفاعۃ الشفاعۃ یارسول اللہ وغیرہ وغیرہ۔ بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ؟ (الی ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہم کو دور نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو پکارے تو موحّد، اگر ان تینوں کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک؟

(ندائے حق: ص298)

(3): خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ، بریلویوں سے ایک قدم آگے، وہ تو کہتے ہیں: اے فقیر! میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا والتجاء) ہے اور بنا سپتی دیوبندی فرماتے ہیں: ہماری ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے آگے اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ۔ (ندائے حق: ص67)

(4): بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا استغفار استفشاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے وہ باغیوں

کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ (ندائے حق ص311)

12: عذاب قبر کا انکار: قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہوتا ہے، وہ مؤمن کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ (البرزخیۃ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیۃ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاماً تردید ہوگئی۔

وھذا ھوالحق وبہ یقول اھل الحق وبہ نأخذ والحمد للہ رب العالمین۔ (ندائے حق ص326)

1: کیا یہ عبارات مذہب اہلسنّت والجماعت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف؟

2: کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہلسنّت ہیں؟

3: ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی احقر محمد حبیب اللہ

مدرس دارالعلوم مدرسہ نعمانیہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب باسمہ تعالیٰ:

1: یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج نہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ﴾ بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوبِ عمل میں قرآن کے حکم میں ہیں۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکورہ عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

2: اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سُنتے بلکہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾ میں سُننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، صحیح روایات کو موضوع کہنا باطل ہے۔

3: یہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں قریب سے سُنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود پہنچاتے ہیں"۔

4،5: سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جیّد بلفظ: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغته۔

(فتح الباری: پارہ 13 ص 279)

دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

6: سماع موتیٰ میں علماء کا اختلاف ہے، اگر سماع اموات ثابت بھی ہو تو توحید میں رکاوٹ نہیں بلکہ توحید کی تائید ہے، کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی سنانے والے ہیں۔

7: صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہچانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور پوچھا: کہاں کے ہو، کہنے لگے: طائف کے، فرمایا: اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا، جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں؟

8: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کمافی جذب القلوب۔

9: انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

11: استشفاع بمعنی توسّل جائز ہے۔

12: ”قبر“ اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخیں رکھی ہیں۔

جس شخص کے یہ عقائد ہوں ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے کمافی الشامی والدر المختار

فقط واللہ اعلم

کتبہ رضاء الحق عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مہرودستخط مفتی ولی حسن
رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

جامعہ خیر المدارس ملتان

(حوالہ نمبر 64/ 777 مورخہ: 27/ 3/ 1407ھ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے،

آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں، اس پر تمام اہلسنّت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے، امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے: وکرہ امامۃ الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبھۃ أو استحسان۔ (ص165)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلاحیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان 27/3/1407ھ

جامعہ اشرفیہ لاہور

﴿الاستفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں:

مسئلہ نمبر 1: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ و سلام سُنتے ہیں، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

مسئلہ نمبر 2: ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

مسئلہ نمبر 3: ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اور بُرا جانتا ہے، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

نوٹ: ان تمام سوالات کا جواب مفصّل طور پر تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے؟

فقط والسلام

العبد لاشئ حافظ محمد یوسف بقلم خود عفا اللہ عنہ

الجواب واللہ الموفق للصواب:

1: سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواترہ احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغۃً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج2 ص347 میں ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ

نیز علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ

(شرح فقہ اکبر: ص80، حاشیہ مواقف: ص317 ج8)

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن وشبہ نیست

(فتاوٰی عزیزی: ج1 ص93)

(فاقول) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لماقام عند نا من الادلۃ فی ذالک وتوارث بہ الاخبار۔

(حاوی للفتاوٰی: ج2 ص147، عالمگیری ج1 ص265، مراقی الفلاح ص447)

2: جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت و گناہ ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

3: اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے، اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ومن سبّ اصحابا فسق (فتاوٰی عزیزی ج2 ص95) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ شیر محمد علوی

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

12 ربیع الثانی 1401ھ

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی

مہر مرکز علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ رجسٹرڈ لاہور 1366ھ

دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عام موتی کا ثواب و عذاب قبر میں نہیں مانتا بلکہ صرف روح پر تسلیم کرتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے جسد مبارک کو روضہ اطہر میں بے حس و شعور خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنتے۔ کیا ایسے عقیدے والا شخص اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ فتح الباری ج3 ص185 میں ہے:

ذهب ابن حزم وابن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت فى الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم: ص386 ج4 میں فرماتے ہیں:

ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ ص25 ج2 میں فرماتے ہیں:

فتعاد روحه الىٰ جسده ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حرانی حنبلی: شرح حدیث النزول: ص88 پر فرماتے ہیں: سَائِرُ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلَى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ

ابن قیم جوزی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الروح ص51 فرماتے ہیں:

بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق أهل

السنة والجماعة

تفسیر روح المعانی: ص51 ج21 میں ہے:

والجمهور على عود الروح إلى الجسد أو بعضه وقت السؤال لا يحس به أهل الدنيا الى ان قال: أجرى الله سبحانه عادته بتمكينها من السمع وخلقه لها عند زيارة القبر الى ان قال: وهذا الوجه هو الذى يترجح عندى

شرح فقہ اکبر ص122، میں ہے: اعادة الروح الى العبد فى قبره حق۔

اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حيوة فى القبر قدر ما يتألم ويتلذذ.

نبراس ص322، میں ہے: ان ا لاحاديث الصحيحة ناطقة بأن الروح يعاد الى الجسد عند السوال

ابو بکر جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن ج1 ص108 مصری میں فرماتے ہیں:

وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا فى قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحى الكفار فى قبورهم فيعذبوا

علامہ صدر الدین علی ابن محمد ازدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقیدہ الطحاوی ص330 طبع مکّہ مکرّمہ رقمطراز ہیں:

و كذلك عذاب القبر يكون للنفس و البدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة۔

شامی ص201 ج3، میں ہے:

ولا يرد تعذيب الميت فى قبره لأنه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر الحس بالألم۔

تلك عشرة كاملة

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی پر جمیع صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ائمہ اربعہ، جمیع حضرات محدثین و مفسرین و جمیع علماء اُمت کا اتفاق ہے، یہ بھی اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

فتح الباری ص 342، میں ہے:

وقد جمع البيهقى كتابا لطيفا فى حياة الأنبياء فى قبورهم أورد فيه حديث أنس الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون أخرجه من طريق يحيى بن أبى كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج الأسود وهوا بن أبى زياد البصرى وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه۔

آگے بہت سے شواہد نقل فرمائے۔

عینی ص 185 ج 16 میں لکھتے ہیں:

إنهم (اى الأنبياء) لا يموتون فى قبورهم بل هم أحياء وأما سائر الخلق فإنهم يموتون فى القبور--- حياة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات ص 263 ج 5 میں فرماتے ہیں:

فدل على أن الأنبياء أحياء حقيقة ويريدون أن يتقربوا إلى الله فى عالم البرزخ من غير تكليفهم كما أنهم يتقربون إلى الله بالصلاة فى قبورهم۔

تفسیر ابن کثیر ص 207 ج 4 میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال العلماء: يكره رفع الصوت عند قبره، كما كان يكره فى حياته؛ لأنه موجود فى قبره دائما.

روح المعانی ص32 ج22 میں ہے:

فحصل من مجموع هذا الكلام النقول والأحاديث أن النبى حى بجسده وروحه وأنه يتصرف ويسير حيث شاء فى أقطار الأرض وهو بهيئته التى كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شىء

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء ص2 پر لکھتے ہیں:

حياة النبى صلى الله عليه وسلّم فى قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة فى ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذالك

اوجز المسالک ص482 ج6 شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت: او لانهم احياء فى قبورهم فالاموال باق على ملكهم

آگے علامہ مناوی کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے، پھر یہ لکھا ہے:

فقال ابن عابدين فى رسائله: و اما عدم موت المورث بناء على ان الانبياء عليهم السلام احياء فى قبورهم۔

پھر آگے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی نقل فرمایا بحوالہ الکوکب الدری

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ القول البدیع ص125 میں رقمطراز ہیں:

نحن نصدق بأنه صلى الله عليه وسلم حى يرزق فى قبره و ان جسده الشريف لا تاكله الارض و الاجماع على هذا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ص613 ج1 اور مدارج النبوۃ ص447 ج2 میں فرماتے ہیں:

حیات جسمانی انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین متفق علیہ

است میان علماء امت وہیچ کس را در آں اختلاف نیست

تلك عشرة كاملة

یہ دس دس حوالہ جات نقل کر دے ہیں، ویسے تو بہت سا ذخیرہ احادیث وتفاسیر میں موجود ہے۔ ان دلائل کی رو سے جو شخص بھی عذاب وراحت فقط روح پر مانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کا قائل نہ ہو وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

منظور الحق عفی عنہ

الجواب صحیح علی محمد عفی عنہ مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا 5 ذی قعدہ 1398ھ

روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق اہل السنت میں متفق علیہ ہے، اس تعلق کی کیفیت میں اہلسنت کے اقوال مختلف ہیں۔ لہٰذا کیفیت کی تعیین میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ فقط

الجواب صحیح محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

عبد القادر عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا 5/11/98ھ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قبر شریف میں جسد مبارک کے ساتھ ثابت ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

جواب درست ہے، اللہ تعالیٰ احقاق حق کی سعی منظور فرماویں۔

العبد الفقیر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

1398/11/6ھ

(منقول از خیر الفتاوی ج1 ص181، 184)

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

پہلا فتویٰ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿الاستفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل وعقائد مندرجہ ذیل:

1: زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیلئے ید (ہاتھ) وجھہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہم السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحۡكِمَتۡ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَدُنۡ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس مسئلہ میں اہلسنت والجماعت کے مخالف کون ہے؟

2: زید کہتا ہے کہ جن صحیح حدیثوں میں سماع موتیٰ کا ذکر آگیا ہے، ہمیں اس حد تک سماع الموتیٰ کا قائل ہونا چاہیے اور اس کو سماع الموتیٰ فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتیٰ کی سب حدیثیں موضوع ہیں اگرچہ بخاری ومسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے؟

3: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جواہر القرآن ج1 ص19 ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ اُمت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے؟ یا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلط لکھا ہے۔

4: انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سُنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے، عمرو کہتا ہے: ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع وناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے؟

5: زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ "زبدۃ المناسک" میں استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتلاتے ہیں، اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہما۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے، اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے؟

6: زید کہتا ہے: جہاں انسان کا جسم عنصری ہو، اس کو وہاں عذاب ہو گا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہو گا وہی قبر ہو گی، یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچّا کون اور جھوٹا کون ہے؟

بینوا توجروا عند اللہ العظیم

المستفتی حافظ عبد الکریم

مسلم دندان ساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب الموافق للصواب:

1: زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہلسنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی کما لا یخفی علی ذوی الفہم

2: سماع کا مسئلہ صدر اوّل سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، زید نے جو قول اختیار کیا ہے یہی قائلین سماع موتی کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں

جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں، عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے یہ نیا قول ہے، سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتیٰ میں اختلاف ضرور ہے مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

3: عالم مسلّم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سُنتے ہیں جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہلسنت والجماعت کا ہے، اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں اسلئے اس کا منکر بدعتی ہے۔

4: زید حق پر ہے۔

5: عمرو جھوٹا ہے۔

6: اس میں زید کا قول اہلسنّت والجماعت کی اکثریّت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیّت میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے۔ ھذا

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب 11 جمادی الثانیہ 1401ھ

عبدالرشید

مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

الجواب صحیح بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

23 جمادی الاخریٰ 1401ھ 29/4/81

دوسرا فتویٰ:

الاستفتاء

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی احمد سعید خان صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف پر پڑھا ہو ادرود شریف

صلوٰۃ وسلام سُنتے ہیں وہ کافر ہے، وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتا ہے، دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔

نیاز مندِ علماء

احقر عبد القادر خان عباسی احمد پور شرقیہ سابق ریاست بھاولپور

الجواب وھوالموفق للصواب: کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے، العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد الرشید

مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی 22 صفر 1396ھ

الجواب صحیح لا شئ غلام اللہ

جواب درست ہے ناکارہ خلائق غلام ربانی

(بحوالہ خیر الفتاوٰی: ج1 ص127)

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب (دامت برکاتکم)

گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ نے

راولپنڈی میں جو فیصلہ فرمایا تھا، جس پر فریقین کے دستخط بھی ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سُنتے ہیں، اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

السائل

ابو احمد نور محمد تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصورت مسئولہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ شرعاً کتاب وسنت کے موافق ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجساد عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں حیات ہیں، علماء دیوبند جو خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل السنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔

اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور حضرات کا ہے اور اسی عقیدے کو سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے اور مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ایسے شخص کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں اس باب میں بکثرت

احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویکرہ امامۃ مبتدع ای صاحب بدعۃ (الدر المختار ج1 ص83)

اور علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ فتاوٰی رشیدیہ ج3 ص118 (ماخوذ خیر الفتاوٰی اور مزید تفصیل بھی اس میں موجود ہے) فقط واللہ اعلم

کتبہ شکور احمد غفرلہ

المتخصص فی الفقہ دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب صحیح محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ

مہر: رئیس دار الافتاء

مہر: دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

30/10/1417ھ مطابق:10/3/1997ء

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہور اہل السنّت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ مسئلہ کے آخری حل اور تصفیہ کے لئے 18 محرم 1382ھ بمطابق 22 جنوری 1962ء کو راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی

فریقین کے ذمہ دار حضرات نے سوال میں درج عبارت پر دستخط فرمائے۔ اس صاف وصریح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں امانت ودیانت کی دنیامیں حیران کن ہے، وہاں باعث صد افسوس بھی ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کا انکار کرنے والا اہلسنّت والجماعت سے خارج ہے یانہیں؟ اس کے لئے خیر الفتاوٰی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ایسے شخص کو اہل السنّت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتوٰی پر دیگر بہت سے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں (خیر الفتاوٰی ص124 ج1 بتغیر یسیر) اور منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں اور چونکہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے لہذا اس کے منکر کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

العبد عمر فاروق غفراللہ لہ
متعلم جامعہ فاروقیہ کراچی

الجواب صحیح عبدالحمید ربانی

مہر: دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی 1/11/1417ھ

جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[سائل حضرت مولانا نور محمد تونسوی زیدہ مجدہ نے کراچی کا فتویٰ بھی سوال کے ساتھ بھیجا تھا، اس لیے جواب میں اس کی بابت بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے]

کراچی کے فتویٰ میں اجمال ہے، تفصیل ہونی چاہیئے تھی کہ سوال میں مذکورہ تفصیل پر

ایمان لانا مومن ہونے کے لیے تو ضروری نہیں ہے البتہ سنی ہونے کے لیے ضروری ہے کیونکہ عام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں، جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی تفصیل خیر الفتاویٰ صفحہ 94، 129، 181 تا صفحہ 189 میں موجود ہے۔

نیز سوال میں ذکر کی گئی عبارت کہ "وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں"، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمودہ ہے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے اس پر دستخط کیے تھے اور یہ عبارت دیگر دلائل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک دستی فتوٰی (جو خیر الفتاوٰی میں چھپا ہوا ہے) میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبد الستار

مہر: دارالافتاء ورئیس دارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصریحات اکابر سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ (سوال میں) مندرجہ بالا تحقیق سے منحرف ہونے والا شخص اہل السنت والجماعت سے خارج اور معتزلی العقیدہ ہے، اسی پر اجماع منقول ہے اور اجماع کا منکر گمراہ ہے، ایسے شخص کی

امامت مکروہ ہے۔ مزید تحقیق دوسرے مفتیان کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

فقط واللہ اعلم حررہ منظور احمد مفتی جامعہ قاسم العلوم

مہر: مفتی صاحب ودارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

بسم اللہ العلیم والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم

الجواب بتوفیق العلام الوھاب:

چونکہ اہل السنت والجماعت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا اس مسئلہ میں اجماع واتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرم علیہم السلام کو بہ تعلقِ روح باجسامِ اطہار حیات حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور جذب القلوب میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلافے نیست الخ، اور جذب القلوب میں فرماتے ہیں: بدانکہ درحیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مر ایشاں راوترتب وآثار واحکام آں ہیچ کس راازعلماء خلاف نیست الخ (احسن الفتاوٰی ج1ص172)

پس ظاہر ہوا کہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہوگا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہوگا اور اگر حق کو اہلسنت والجماعت کے ساتھ خاص سمجھتا ہے تو ظاہر ہے ان کے عقیدہ کا منکر حق پر نہ ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم، امامت کا مسئلہ اس سے معلوم ہوگیا۔

کتبہ احقر الوارئ عبد اللطیف
جامعہ قاسم العلوم فقیر والی
مہر دارالافتاء قاسم العلوم فقیر والی

مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم

نحمدہ العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین فانہم کانوا علی ھدی المستقیم۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب موصوف کے مع تمہید میں ضروری اضافہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ج 23 شمارہ 6 ستمبر 1962ء ص 11 تا 17 میں شائع ہوا۔ اس تحریر کی ابتداء یوں ہے: امابعد برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے، علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی روح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی چلا آرہا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتوٰی بنام "المہند علی المفند" مرتب فرما کر حرمین کے پاس ارسال فرمایا، جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا........ یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء) بطرز مذکورہ سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلّمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی منحرف نہیں

ہے......... آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے: "وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔"

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی 22 جون 1962ء

جب اثبات مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمہور علماء دیوبند کا اجماعی مسئلہ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے، انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں، لائق امامت نہیں، اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی مہدی حسن صاحب نے 13 جمادی الاول 1376 ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ الفاظ لکھے ہیں: جو اس کے (اثبات مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے الخ۔ (مقالہ حیات ص267)

نوٹ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ کی یہ تحریر خطبات حکیم الاسلام ج8 ص437 تا444 کے حوالہ سے ماہنامہ حق چاریار ج10 شمارہ نمبر4 ذوالحجہ

1417ھ مطابق اپریل 1997ء زیر عنوان ”مالکی قادری بھائی بھائی“ قسط نمبر 13 کے ضمن میں ص 22 تا ص 26 میں شائع ہوا ہے۔

فقط خادم اہلسنت والجماعت محمد شریف عابد بقلم خود
مفتی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مبسملاً ومحمدلاً ومصلیاً

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (مسند ابویعلیٰ ج6 ص147)

اگر برزخ ہی کی زندگی مراد ہوتی آپ یوں فرماتے: احیاء فی البرزخ، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں بہ تعلق روح زندہ ہیں اور اس پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے، کذا فی الفتاوٰی رشیدیہ ص 34 اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تسکین الصدور، مقام حیات، حیات انبیاء کرام علیہم السلام۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ شیر محمد عفی عنہ

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

5 رجب 1417ھ

مہر: دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالعلوم عید گاہ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم

السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا مذکورہ فی السوال امور کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعاً درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے اثبات پر چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

1: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی "اعلاء السنن" میں مسئلہ زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا مندوب ہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ احتج القائلون بانہا مندوبۃ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ وجه الاستدلال بها انه صلى الله عليه و سلم حی فی قبره بعد موته كما فی الحديث: الانبياء احياء فی قبورهم۔ (اعلاء السنن ج10 ص494)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور اہل علم کے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے۔

2: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: فقال اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ (ابوداؤد ج1 ص150)

3: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ کلمات ہیں: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔

(سنن ابن ماجہ ص119)

4: عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی علیَّ عند قبری سمعته ومن صلی علیَّ نائیا ابلغته

(مشکوٰۃ ج1 ص87)

5: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وصلوا علیَّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم

(رواہ ابوداؤد بحوالہ فتح الباری ج11 ص352)

مذکورہ بالا آیت وروایات سے یہ بات روزروشن کی طرح ثابت ہورہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس بارے میں احادیث وروایات درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن ان کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا اور حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اجماع امت بھی ہے۔

1: چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حیات متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلافے نیست (اشعۃ اللمعات ج1 ص613 بحوالہ تسکین الصدور ص135)

2: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی، لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے ملاحظہ ہو۔ (حیات نبوی ص2 بحوالہ تسکین الصدور ص139)

اب حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکابرین کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

1: امام استاذ ابو منصور طاہر الشافعی المتوفیؒ 429ھ فرماتے ہیں:

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ و سلم حی بعد وفاته۔ (اعلاء السنن ج10 ص494)

2: علماء دیوبند کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد کی کتاب "المہند علی المفند" مصنّفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں: السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ الشریف هل ذلك امر مخصوص به ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیهم حیوۃ برزخیة؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیوته صلی اللہ علیہ و سلم دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المومنین۔

(المہند علی المفند: ص13)

3: حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ودلت النصوص الصحیحة علی حیات الانبیاء علیهم السلام

(فتح الملہم: ج1 ص325)

4: حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیّ 1377ھ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے قوی تر ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج1 ص130)

5: اور غیر مقلدین کے "شیخ الکل فی الکل" مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی المتوفیؒ 1320ھ لکھتے ہیں کہ اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ

ہیں، خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دُور سے پہنچایا جاتا ہوں۔

(فتاوی نذیریہ ج2ص55 بحوالہ تسکین الصدور ص143)

6: علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے عقائد کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ حیات الانبیاء کے بارے میں ہمارا عقیدہ اسلاف امت کے عقیدہ سے متفق ہے دیکھئے۔ (الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ ج1ص260 طبع مصر)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس کے بارے میں کسی بھی اہل السنت والجماعت کے فرد کا خواہ وہ مقلد یا غیر مقلد کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی لئے شیخ التفسیر والحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا آپ کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے، کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک صریح حوالہ موجود نہیں ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان (تسکین الصدور ص1187) واللہ اعلم

عبد الرؤف عفی عنہ
مدرس دار العلوم کبیر والا
1418/3/6ھ
الجواب صواب عبد القادر عفی عنہ
مہر: دار الافتار دار العلوم عید گاہ کبیر والا

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

باسم ملہم الصواب: انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی قبر مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں، قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو شخص سلام عرض کرتا ہے یا درود شریف پڑھتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت میں سے ہے، جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کا منکر ہے وہ گمراہ ہے یا بدعتی ہے، غلط عقیدہ والا ہے، ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ ظفر اقبال

مفتی جامعہ الاسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

19 ذیقعدہ 1417ھ

مہر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء کرام علیہم السلام وشہداء عظام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں بلکہ اہل السنّت والجماعت اور اہلِ حق کے عقیدہ کے مطابق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قبر (برزخ) میں روح کے تعلق سے ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔ اس کی تصریح علماء عقائد نے کی ہے، صرف روح یا صرف بدن کی حیات بغیر تعلق روح کا عقیدہ جمہور اہلسنّت کے خلاف معتزلہ وغیرہ کی شاخ صالحیہ اور کرامیہ اور روافض کا عقیدہ ہے، اسی قبر میں عذاب وثواب کے عقیدہ میں اہلسنّت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اہلسنّت واہل حق کا مذہب یہی ہے کہ میت کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ حیات حاصل ہوتی ہے اور بدن وروح کے مجموعہ پر عذاب وثواب ہوتا ہے، بدن پر بغیر روح کے عذاب وثواب اہل

سنت کے نزدیک غیر معقول ہے کیونکہ روح کے بغیر بدن جماد محض ہے اسمیں حیات نہیں ہے اور حیات کے بغیر جماد میں الم اور لذت کا احساس غیر متصور ہے جیسا کہ علامہ خیالی و علامہ عبد الحکیم نے اس کی تصریح کی ہے۔ عقائد اہلسنت کی درسی کتاب "الخیالی" کے مشہور محشی علامہ ایوبی اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اعلم ان المذاهب في هذا المقام ثلاثة: الاول، الميت حي في قبره فيعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق، والثاني، انه جماد لايعذب ولا يدرك العذاب هذا هومذهب جمهور المعتزلة والروافض، والثالث، انه جماد يعذب وهذا هومذهب الصالحية من المعتزلة ومذهب ابن جرير

(الخیالی ص118)

اور علامہ نووی شارح مسلم وغیرہ نے اعادہ روح کی تصریح کی ہے اور بغیر روح کے تعذیب کو فاسد کہا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں:

ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه وخالف فيه محمد بن جرير وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما يكون في الحي الخ

(شرح مسلم ج2ص385)

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث: **فيعاد روحه في جسده** کی شرح میں فرماتے ہیں:

ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض ولا إلى قول ابن حجر إلى نصفه فإنه لا يصح أن يقال من قبل العقل بل يحتاج إلى صحة النقل

(مرقاۃ ج4ص25)

امام ابو بکر الجصاص الرازی الحنفی المتوفی 370ھ لکھتے ہیں:

وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحيا الكفار في قبورهم فليعذبوا

(احکام القرآن ج1 ص58)

علامہ سید محمود الحنفی آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں:

وتحقيقه في شرح الشمائل للعلامة ابن حجر ثم اعلم أن اتصال الروح بالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هي متصلة مشرقة على سائر أجزائه وإن تفرقت وكان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب ولعل هذا الإشراق على الأجزاء الأصلية لأنها التي يقوم بها الإنسان من قبره يوم القيامة على ما اختاره جمع۔ (تفسیر روح المعانی ج15 ص163)

ان عبارات سے واضح ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور یہ زندگی ان کی ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا کر حاصل ہوتی ہے، یہی مذہب اہل حق اہلسنّت والجماعت کا ہے، اس کا انکار معتزلہ وغیرہ اہل باطل نے کیا ہے، جو شخص بھی عذاب قبر کا قائل ہو اس کو احیاء موتیٰ فی القبر بتعلق روح کا قائل ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ احیاء فی القبر کے قائل ہوئے بغیر عذاب قبر کا اقرار کرنا حقیقت میں اس کا انکار کرنا ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا قول در حقیقت انکار حیات ہے۔ کما مر مفصلاً

تو اب جو شخص بغیر تعلق روح کے قبر کی حیات کا قائل ہے اور مجمل طریقہ پر قبر کی حیات کا قائل ہے وہ مذہب حق اور مذہب اہلسنّت کے مختار مذہب کے خلاف کا قائل ہے کیونکہ حیات کے بغیر عذاب وثواب کے کوئی معنی نہیں اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں، اسی لئے سلف امت میں احیاء موتیٰ کے اندر کوئی

اختلاف نہیں تھا اور ”عذاب القبر حق“ اہلسنّت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ شرح مواقف میں ہے:

احیاء الموتیٰ فی قبورهم و مسئلة و منکر نکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلها حق عندنا اتفق علیه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق علیه الاکثر بعده۔

اور مواقف کے شارح علامہ سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں:

واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسئلة لان کل من قال بعذاب القبر قال بهما۔

(شرح مواقف ص716)

جب ہر قائلِ عذاب قائلِ حیات فی القبر ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے، یعنی کل من لم یقل بهما لم یقل بعذاب القبر، تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہو گا حالانکہ عذاب قبر تمام اہلسنّت کے نزدیک دلائل متواترہ سے ثابت ہے، آیات سے بھی احادیث سے بھی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر سے متعلق آیت ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾ کے تحت عذاب قبر کی احادیث کے بارے میں لکھا ہے: ”ولنا أیضا أحادیث صحیحة وأخبار متواترة“، پھر احادیث درج کی ہیں احادیث صحیحہ کو متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا تو حسب اصول حدیث تواتر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور علامہ کے کہنے کے بعد وہ قابل اعتناء بھی نہیں ہو گا۔ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہو سکتا ہے جو قبر میں ہے اور زندہ ہے۔ اس لئے روح کا قبر میں ہونا یا اس کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ یہی حیات ہے ورنہ جسم خالی از ارواح جو جمادات میں سے ہے، عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ

ہے اس کو عذاب کے کیا معنٰی؟ اور بغیر تعلقِ روح کے حیات کے کیا معنٰی؟

"عذاب" تفعیل کا اسم مصدر بخاصیت سلب ہے، "عذوبۃ" یعنی شرینی حیات کو سلب کرنا ہے، "عذوبتِ حیات" حیات ہی کو لائق ہو گی، اسی کا سلب "عذاب" ہے، یہ جماد میں کیسے ممکن ہے جب کہ اس میں حیات ہی نہیں ہوتی اور معتزلہ کی شاخ کرامیہ جو کہ میت کو جماد مانتے ہیں اور اس کے عذاب کے قائل ہیں، جیسا کہ حاشیہ خیالی سے اوپر گزرا، وہ مردود اور سفسطہ ہے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں:

جوز بعضهم تعذيب غير الحي ولا شك انه سفسطة لان الجماد لا حس له فكيف يتصور تعذيبه۔

(تعذیبہ ص118)

عقائد اہلسنّت کی سب کتابوں میں عذابِ قبر کے برحق ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور اس عقیدہ کو ضروریات اہلسنّت میں شمار کیا گیا ہے اور "عذاب القبر حق" اس کے حق ہونے کی تصریح کر رہا ہے اور یہ بغیر حیات فی القبر کے متصوّر نہیں اور حیات بغیر تعلق روح کے ثابت اور تعذیب و تنعیم کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں احساس ہی نہ ہو گا۔

اب جو شخص بتعلق روح قبر میں جسم کی حیات کا قائل نہ ہو اور صرف حیات کا قول کرتا ہو وہ در حقیقت منکر حیات ہے، معتزلہ اور روافض کے موافق اور اہلسنّت کے مخالف ہے کیونکہ اہلسنّت بتعلق روح قبر میں حیات کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ اور روافض اس کے قائل نہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ قبر میں جو حیات انبیاء کرام و شہداء عظام کو حاصل ہے وہ بتعلق روح ہے اور یہی عقیدہ اہلسنّت والجماعت کا ہے۔ اس کے خلاف جو عقیدہ ہو گا وہ اہلسنّت کے خلاف ہو گا اور اسی تحقیق سے سوال

میں درج شدہ مفصّل عقیدہ کی شرعی حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ وہ اہلسنّت والجماعت کے موافق ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ اہلسنّت کے خلاف لازم آئے گا۔

اب رہا سوال کا دوسرا جز کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے، تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بغیر واسطہ کے خود سنتے ہیں تو اس میں اہلسنّت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگرچہ اموات کے سماع عند القبر میں اختلاف ہے مگر سماع انبیاء کرام علیہم السلام عند القبر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اور اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ج1 ص99، 100)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر اجماعی مسئلہ ہے، فقہاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے، ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں، سماع انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار اجماع فقہاء کا انکار ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب حدیث "ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" جس کو علامہ ابن تیمیہ نے حدیث جید فرمایا ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ ج1 ص361) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اتنی بات سب کے نزدیک مسلّمہ اور دلیل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء

کرام علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتے ہیں۔ اس بنا پر اکثر شارحین نے ”ردّ روح“ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے، جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، پس اس روحانی توجہ اور التفات کو ”ردّ روح“ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تشریح بخاری میں ارقام فرمایا ہے اور عند القبر سماع اس کے علاوہ دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

(1) من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی نائیا ابلغته رواه البیهقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ شریف ص152، وتحریرات حدیث ص211 لمولانا حسین علی)

(2) لیهبطن عیسی بن مریم حکما وإماما مقسطا، ولیسلکن فجا فجاجا أو معتمرا، ولیأتین قبری حتی یسلم علی، ولأردن علیه۔

(الجامع الصغیر ج2 ص140)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ سماع سلام کے بغیر جواب کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ مبارک کے پاس سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح

ہے، اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ عرضِ سلام اور اس کا جواب آپ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے جو جسم مع روح کا نام ہے، صرف جسم یا تنہا روح کا یہ کام نہیں۔

اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ:

اکابر دیوبند کا مسلک بھی یہی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اوران کے ابدانِ مقدّسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ (تلذذاً) نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین کا اور متکلمین اہلسنّت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر ”آب حیات“ کے نام سے موجود ہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ”المہند علی المفند“ بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعوٰی کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق ویہدی السبیل

دستخط علماء کرام:

- ✪ محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی
- ✪ عبد الحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- ✪ مفتی محمد صادق عفا اللہ سابق محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

- ✪ مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
- ✪ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالعلوم کراچی
- ✪ ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار،
- ✪ محمد رسول خان عفا اللہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

(مقامِ حیات ص 272 مطبوعہ اوّل)

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا، جس میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، آگے لکھا ہے کہ تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے اور خارج اہل السنّت والجماعت ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں (267) اس فتوٰی پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں، ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو اہل السنّت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدے والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، نیز حیاتِ جسدی بغیر تعلقِ روح کے ممکن نہیں، چونکہ جو حیات بغیر تعلق روح کے ہو گی وہ حیات جمادی ہو گی جس کے ساتھ عذاب و ثواب ناممکن اور غیر متصور ہے، جیسا کہ علماء متکلمین کی عبارات میں صراحۃً گزر چکا ہے، اس لئے روح کے تعلق کے ساتھ حیات فی القبر کا

عقیدہ ضروری ہے اور مسلک اکابر دیوبند سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ قبر مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات بتعلق روح حاصل ہے جیسا کہ اوپر مفصّلاً اس تحریر میں بھی گزر چکا ہے۔ مذکورہ تمام تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ قبر میں تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں کے ساتھ ہے اور بغیر روح کے حیات کے کوئی معنیٰ نہیں ہے اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں سے ہے (احسن الفتاویٰ ج4ص194) پر ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں: بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح وجسد پر ہوتا ہے، باقی رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی میں ہی روح کا اعادہ ہوتا ہے مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے الخ جب تعذیب و تنعیم کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہوتا ہے اور بغیر تعلق روح حیات فی القبر کا تصور ممکن نہیں تو پھر روح کے تعلق کو بدن مادی کے ساتھ تسلیم کرنا ضروری ہوا اور اس تعلق کو ضروری نہ سمجھنا تعذیب و تنعیم فی القبر کا حقیقۃً انکار کرنا ہے، گو لفظوں میں انکار نہ بھی ہو کیونکہ یہ عقیدہ معتزلہ کی شاخ کرامیہ کا ہے کہ وہ بدوں حیات کے بھی قبر میں جسم کو جماد مانتے ہوئے اس کے معذب اور مثاب ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ قطعاً اہل السنّت والجماعت کے ائمہ اور متکلّمین اسلام کے خلاف ہے، لہٰذا حیات فی القبر کے عقیدے کے لئے جسم خاکی کے ساتھ روح کے تعلق کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا کوئی معنیٰ نہیں، یہ اقرار بھی درپردہ انکار ہی ہے۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام

کے سماع پر اجماع ہے اور اس کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر اس تحریر میں بھی مختصراً گزرا ہے، اس لئے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔ عبارت مسئولہ میں جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس میں انہی مذکورہ دونوں عقیدوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس لئے اس تفصیل پر اعتقاد کا ضروری ہونا اہلسنّت والجماعت میں ثابت کر دیا گیا ہے اور جب جسد مادی کے ساتھ تنعیم وتعذیب کا تعلق روایات صحیحہ اور اکابر اہلسنّت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے تو جسد مثالی کے ساتھ اس کا تعلق صحیح نہ رہا جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت میں بھی تصریح ہے جسم مثالی سے اس کا تعلق صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ ”من صلی علیّ عند قبری الخ“ میں محمد بن مروان سدی صغیر مجروح راوی ہے؛ اول تو اس پر مسئلے کا دارومدار نہیں بلکہ دوسری احادیث صحیحہ سے سماع عند القبر کا ثبوت ہو رہا ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے اور اجماع کے بعد ہر ہر راوی کی توثیق کی ضرورت نہیں رہتی، دوسرے امام بیہقی کی اس روایت کی سند میں ابو عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، امام بیہقی کی رائے یہ ہے کہ وہ محمد بن مروان سدی صغیر ہے اور وہ مجروح ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ھذا ھو عبد الرحمٰن السدی فیما اری وفیہ نظر۔ (حیات الانبیاء للبیہقی ص 17)

اوّل تو اس ابو عبد الرحمٰن سے محمد بن مروان سدی کا مراد ہونا متعین نہیں ہوتا، صرف امام بیہقی کی رائے ہے اور اس کو مان لینے کے بعد بھی وہ اس حدیث کے مضمون کو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ ”وفیہ نظر“ کے متصل فرماتے ہیں: ”وقد مضی ما یوکدہ“ ثابت ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اگرچہ یہ راوی منظور فیہ ہے مگر اس روایت کا مضمون مقبول ہے، متروک نہیں۔ اب امام بیہقی کی نظر وجرح کو بیان کرنا اور ان کی تائید بیان کرنے اور اس روایت کے مضمون کو قبول کرنے سے صَرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس کی مزید تفصیل

بندہ کی کتاب حیات الانبیاء کرام علیہم السلام ص 158 پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر جمہور اہلسنت نے اس حدیث کی جس سند سے استدلال کیا ہے وہ اس کی دوسری سند ہے جو "ابو الشیخ" کی سند کہلاتی ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں، محدثین کی خاص جماعت اس کو صحیح مانتی ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ابو الشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: سندہ جید (فتح الباری ج6 ص 352)

علامہ سخاوی فرماتے ہیں: سندہ جید (القول البدیع)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے "سند جید" فرماتے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس سند کی توثیق کی ہے، یہ روایت جید اور صحیح ہے اس کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر الشریف جمہور اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس میں وہی تفصیل حق ہے جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب۔

کتبہ الاحقر السید عبد الشکور الترمذی

مدیر الجامعہ الحقانیہ الساہی وال من مضافات سرگودھا 25 شوال المکرم 1417ھ

رئیس المناظرین مولانا علامہ عبد الستار تونسوی

صدر تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعاً یہ فیصلہ اہل السنت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ تمام اہل السنت کا

اجماعی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر اجماع ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، عرب وعجم کے علماء اہل السنت اس مسئلہ پر متفق ہیں، جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ سلف وخلف اہلسنت کے خلاف ہے، سُنی نہیں ہے۔

محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ

یکم ذوالحجہ 1417ھ

مولانا منظور احمد نعمانی

جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنت والجماعت کے نزدیک یہ نظریہ مسلمات میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ عنصریہ اسی ارضی قبور میں صحیح وسالم اور محفوظ ہیں اور انہی اجساد کے ساتھ قبور شریفہ میں تعلق روح قائم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے آذان سے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، لیکن عوام الناس کو اتنا طاقت اور قرب حاصل نہیں ہے کہ یہ جواب سن سکیں البتہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا قرب حاصل ہے اور ان کی روحانی قوت انتہائی قوی ہے وہ خود یہ جواب سنتے ہیں جیسے کہ اولیاء اللہ کی روایات اس قسم کی مشہور منقول ہیں اور یہ نظریہ نصوص کے ساتھ مدلل ہے اور روایات جو معنیً متواتر ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قبور ارضیہ میں اموات کو تنعیم اور تعذیب ہوتی ہے

اور تنعیم و تعذیب کا جماد بے روح کو تو احساس نہیں ہو سکتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس قبر ارضی میں ہر میت کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق روح اتنا ضروری ہے جس کے ساتھ تنعیم اور تعذیب کا احساس ہو اور شہداء کی حیوٰۃ چونکہ قوی ہے لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد قوی ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب شہداء سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ افضل الرسل ہیں، ان کے روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد مبارک سے انتہائی قوی ہوگا اور یہ احادیث صیحہ قویہ سے ثابت ہے اور یہی نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو شخص اس نظریہ کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہے لیکن یہ اس کا قول نفس الامر کے خلاف اور جہل مرکب پر مبنی ہے، چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں انتہائی گستاخ ہیں جیسا کہ ان کی تقریر کی کیسٹیں شاہد ہیں، تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے، کبھی غلطی سے اقتداء کر لی گئی ہے تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ منظور احمد نعمانی عفی عنہ

مہر دارالافتاء جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

مولانا منظور احمد نعمانی

مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر رحیم یار خان

وھو الموفق للصدق والصواب: حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں حیات اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فریقین کے اتفاق اور دستخطوں سے جو فیصلہ صادر فرمایا تھا، فقیر کا عقیدہ بھی وہی ہے اور اسی کی اشاعت

کرتا ہے اور اسی عقیدہ کو اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ تصور کرتا ہے۔ جو حضرات اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کے متعلق میرے اکابر دیوبند کا جو فتوٰی ہے اس سے فقیر من کل الوجوہ متفق ہے یہ فتوٰی تسکین الصدور مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ کے ص 41، 42 پر موجود ہے، فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

خاکسار منظور احمد عفی عنہ
خادم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر
ضلع رحیم یار خان 18 ذوالقعدہ 1417ھ بروز جمعہ

نوٹ:

یہاں تک حضرت مولانا نور محمد تونسوی زید مجدہ کے مذکورہ سوال کے جواب میں مختلف مدارس اور علماء کرام کے چودہ (13) فتاویٰ جات نقل کیے گئے ہیں۔

(منقول از قبر کی زندگی: ص 474 تا ص 499)

مولانا شمس الحق افغانی، مفتی جمیل احمد تھانوی ودیگر علماء کرام

﴿الاستفتاء﴾

بخدمت اکابرین دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے جانشینان کرام! متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائکم بالخیر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ آج کل بعض حضرات

1: انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد حیات برزخی جسمانی کا انکار کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں کسی حس وحرکت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی روضہ پاک پر سلام عرض کرنے والے کے سلام سننے کے قائل ہیں اور

ساتھ ہی اس خیال کو اکابر دیوبند کا مسلک بتاتے ہیں۔

2: عالم برزخ میں ثواب وعقاب کا تعلق صرف روح سے مانتے ہیں، جسد عنصری پر عذاب وعتاب کے قائل نہیں اور اسے دیوبندی مسلک قرار دیتے ہیں۔

3: ذواتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کو صحیح نہیں سمجھتے اور اسے بزرگان دیوبند کا مسلک سمجھتے ہیں۔

4: سماع موتیٰ کے قائل ہونے کو شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ حضرات جو مسلک دیوبند کے ترجمان ہیں اور بزرگان دیوبند کے سابقین اولین سے براہِ راست مستفیض ومستفید ہونے والے ہیں۔ یہ وضاحت فرماویں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے صاحبان مسلک دیوبند سے منسوب ومنسلک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا اکابرین دیوبند کا یہی مسلک تھا یا یہ ان کی ذاتی آراء ہیں اور بزرگان دیوبند کے مسلک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بینوا توجروا

السائلون: حضرت مولانا (خان محمد) صاحب خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں ضلع میانوالی

مولانا (محمد رمضان) صاحب مہتمم مدرسہ تبلیغ الاسلام میانوالی

حافظ (سرج الدین) صاحب کلور کوٹ

الجواب وباللہ التوفیق:

مسائل مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی بار بار اس کی اشاعت ہوچکی ہے۔ نیز علماء دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر، سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام وخاص میں معروف ومشہور ہیں مثلاً:

- آبِ حیات، جمال قاسمی
- نشر الطیب
- الشہاب الثاقب
- المصالح العقلیہ
- فیض الباری
- المہند علی المفند، اور متفقہ اعلان وغیر ذلک اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الف: چنانچہ "المہند علی المفند" میں بجواب سوال خامس صاف طور پر بیان کیا گیاہے کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں اورآپ کی یہ حیات عام مؤمنین یاعام لوگوں کی طرح برزخی ہی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی) ہے مگر مکلّف بالاعمال نہیں ہیں اور یہ حیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت میں سے ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون پر علماء دیوبند کے طبقہ اولیٰ وعلیا کے تقریباً تمام اکابرین کے دستخط موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند، حضرت تھانوی، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت شاہ عبد الرحیم رحمہم اللہ، اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے تو یہ مضمون خود ہی تحریر فرمایا۔

ب: اسی طرح تقسیم ہند کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب اس مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بعض صاحبان کی تقریروں اور تحریروں سے بزرگان دیوبند کا مسلک مشتبہ ہونے لگا تو اس وقت اکابر علماء نے بھی متفقہ اعلان کے نام سے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر شائع کرکے مسلک دیوبند کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت بھی مقام حیات از مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور دوسرے رسائل میں مطبوع ہے۔ اس میں یہ صفائی سے لکھا گیاہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور

سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس متفقہ اعلان پر مرحومین حضرات میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق اعلیٰ مدرس دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن ورحمۃ القدوس وغیرہ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

عذابِ قبر: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم سے جسم عنصری مراد ہے نہ کہ جسم مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ عالم مثال کے آئینہ میں جسم کا ایک عکس ہے کما صرح به المجدد الالف الثانی رحمة الله علیه اور جیسا کہ کتب فقہ وعقائد میں مذکور ہے کہ: ان المیت اذامات یکون فی نعیم اور عذاب وان ذالك یحصل لروحه وبدنه۔ (کتاب الروح)

یہی اکابرین دیوبند کا مسلک ہے۔

توسّل بالانبیاء والصلحاء علیہم الصلوات و السلام: توسّل بالانبیاء علیہم السلام بھی بزرگان دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ المہند علی المفند ص28 مطبوعہ جہلم، نشر الطیب للعلامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور الشہاب الثاقب للشیخ المدنی رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی

تصریح موجود ہے۔ علامہ آلوسی نے آیت کریمہ ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ کے تحت توسّل بالمقبولین کو جائز قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا مآل بھی توسّل بالصفات ہی ہے: كانه يقول برحمتك وفضلك على فلان ادعو منك هذا۔

سماع موتیٰ: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں فرمایا ہے:

وهذا السلام (اى السلام عند زيارة القبور) والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويردون السلام و إن لم يسمع المسلم الرد---والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف الحي ويستبشر به۔ (کتاب الروح)

ہمارے مشائخ بھی فی الجملہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ فیض الباری للعلامہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں ہے اور اسے ہرگز شرک کی بنیاد قرار نہیں دیتے۔ جو لوگ ان مسائل میں کچھ اور رائے رکھتے ہوں وہ کچھ بھی ہوں بہر حال مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں ہے، انہیں بزرگان دیوبند کی طرف غلط نسبت نہیں کرنی چاہیئے۔ واضح رہے کہ بزرگان دیوبند کے یہ نظریات بحمد اللہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کی تصریحات کے عین مطابق ہیں، سائلین کو چونکہ صرف مسلک دیوبند کا تعین اور تشخص مقصود تھا اس لئے صرف مسائل کے بیان پر اکتفاء کیا گیا، دلائل سے تعرض نہیں کیا گیا۔ والله يقول الحق ويهدى السبيل

کاتب الحروف عبد الکریم عفی عنہ بحکم سیدی حضرت افغانی مد ظلہ

دستخط و مہر مولانا شمس الحق افغانی

دستخط مہر مولانا محمد یوسف بنوری

احمد الرحمٰن غفرلہ، ولی حسن عفااللہ عنہ

(بحوالہ تسکین الصدور: ص38، 39، 40)

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا فتویٰ کی تائید و توثیق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ لاہور) نے فرمائی ہے۔ یہ تائید خود حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

”از احقر جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا افغانی زید معالیہم کا املائی جواب حق و صواب ہے۔ چار مسئلوں میں علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے بلکہ:

[1]: ”الف“ تو کل اہل السنت و الجماعت کا اجماعی یہ مسئلہ ہے، عدم حیات کا قول تو صرف بعض معتزلہ اور رافضیہ کا ہے، اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔ البتہ اہلسنت والجماعت میں تین قول ہیں:

1: حیات من وجہ کا مسلسل رہنا

2: منقطع ہو کر عود کرنا پھر منقطع ہو کر عود کرنا

3: منقطع ہو کر عود کرنا اور تا قیامت رہنا

مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے، حق و باطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق و باطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب و عقاب نہیں ہو سکتا اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب و ثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔

(فتاوٰی عزیزی ج 1 ص 93) بحذفِ دلائل، تفصیلی دلائل وہاں ہیں۔

[2]: جمہور امت کے نزدیک بر قول اصح جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر اس کے متواتر ثبوت کی دلیل ہے، کیونکہ عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے جو قبر

میں ہو۔ اگر قبر میں فقط جسم ہو تو نہ عذاب عذاب ہے اور ثواب نہ ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے، لہذا دونوں پر عذاب ہو گا۔ عذاب قبر سے صرف عذابِ برزخ مراد لینا عذابِ قبر کا انکار بنے گا۔ قبر خاص ہے، برزخ (جو موت سے قیامت تک کا زمانہ ہے) عام، ہر قبر تو برزخ ہے مگر برزخ ہر ایک قبر نہیں جو عام خاص کا خاصہ ہے، اگر عذابِ قبر ہو تو عذابِ برزخ ہے عذاب برزخ عذاب قبر نہیں، اگر صرف روح کو عذاب مانا گیا تو وہ قبر میں نہیں ہو گا تو عذابِ قبر نہ ہوا گو عذابِ برزخ ہو گا۔ یہ انکار متواتر کا ہے۔

[3]: وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہو گا لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جاسکے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے، اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ فقط حدیث شریف میں انبیاء کرام علیہم السلام سے توسّل آیا ہوا ہے، **بعیسیٰ روحك وموسیٰ نجیك او کما قال** لمبی حدیث ہے۔

[4]: میں ہمارے بزرگوں نے احتیاط کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف رہا ہے، ایسا نہ ہو دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے مگر مدار اس کا حیات پر ہے۔ اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم ونقم ثابت ہے، حیات کے لئے سماع لازم ہے، یہی بات علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سوال وجواب کرکے نظم بھی کیا ہے جس میں یہ شعر بھی ہے۔ (الحاوی ج2ص174)

سماع موتیٰ کلام الخلق معتقد
جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

یعنی جمہور امت کا عقیدہ ہے، احادیث قریب بمتواتر دلالت کرتی ہیں مثلاً

احادیث سلام، احادیث معرفتِ غاسل وغیرہ، احادیث تلقین جو بکثرت وارد ہیں اور مجموعہ متواتر بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتوٰی راجح وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو ان اسلاف کا تھا اور چودہ سوسالہ اسلاف کا ہے۔

جمیل احمد تھانوی

مہر: مفتی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور 13 رمضان 1396ھ

(منقول از تسکین الصدور: ص40 تا 41)

جامعہ قاسم العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلّیاً امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں، ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "فانه قد مات" اس کے شاہد عدل ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رفع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ "آبِ حیات" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المؤمنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا، واقع نہیں ہوا۔ ص127 انتھیٰ۔

لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی

رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلّم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلّم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر، بطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں، یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا، عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ اور علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہلِ حق کے اقوال کو اس ترتیب سے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین، طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

الاحقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان

21/ 6/ 1977ء

(منقول از رسالہ القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: از مولانا محمد عبد اللہ بہلوی)

جامعہ خیر المدارس ملتان

حضرت مولانا مفتی محمد انور دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر

المدارس مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت العلامہ مدظلہ نے ایک کتاب مسمیٰ بہ ”تنبیہ الغافلین علی اقوال الخادعین“ پر تقریظ لکھتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ”سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے میں میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کا ہے وغیرہ ذالک“۔ اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی صاحب نے حضرت والا مدظلہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو دوران بحث حدیث ”من صلیٰ علی عند قبری سمعته“ کی سند پر بھی تبصرہ ہوا۔ جس کو بعد میں ان صاحب نے بعنوان ”اعلان برات“ شائع کر دیا جس سے بظاہر یہ تاثر ہوتا تھا کہ حضرت والا کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت والا اس عقیدے سے برات ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت والا کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں حضرت نے وضاحت وتصریح کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے اور اس پر جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتیان عظام کے تائیدی دستخط بھی ثبت ہیں۔ فقط

محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

سماعِ صلوٰۃ والسلام عند القبر کے بارے میں

حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہ کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ”تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین“ پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان فتویٰ من جانب خطباء اہل السنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا، وہ عبارت میری ہے، میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل السنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب

اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہیئے۔ اب میں علی وجہ البصیرت بتائد مفتیان خیر المدارس و قاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں، جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کرکے شائع کیا جائے اسے غلط سمجھیں، میری طرف منسوب کرکے اعلان براءت کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ شائع کی گئی، وہ ایک حدیث "من صلی علی عند قبری سمعته" کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی، لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اس حدیث کے مضمون و معنیٰ کو صحیح قرار دیا ہے (الصارم المنکی ص 113) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص 282) علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثم حکم ابن عبد البر مع ذلك بصحته لتلقی العلماء له بالقبول

(نیل الاوطار جلد نمبر 1 ص 24)

پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد شریف کشمیری

شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

26 جمادی الاخریٰ سن 1401ھ

التحریر صحیح محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھری

مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ اس کا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں، سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان 26-6-1401ھ۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان 26-6-1401ھ۔

محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

(منقول از خیر الفتاویٰ: ج1 ص128، 129)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

آپ عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص295)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں

سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص310، 311)

حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ

امیر: جمعیت علماء اسلام پاکستان

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بزبان عربی ایک قصیدہ لکھا اس میں فرماتے ہیں:

هو حی فی قبره کحیات الانبیاء
وحرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

حیاتهم اعلی واکمل من الشهداء
وشانهم ارفع فی الارض والسماء

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان آسمان اور زمین سے نہایت اونچی ہے۔

(ماہنامہ انوار القرآن کراچی حافظ الحدیث نمبر ص122)

خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ خط ایک رسالہ ہیں شائع ہوا ہے۔ جس کا نام ہے (مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں) یہ رسالہ حضرت مولانا محب اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں

چنانچہ بسم اللہ والحمدللہ، کے بعد لکھتے ہیں۔ ملک حاکم خان صاحب مکرمی۔ السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجتماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دینوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کے احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین۔

(بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ

سربراہ سپاہ صحابہ پاکستان

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت برحق ہے موت کے قانون سے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی شخص بھی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن موت کا پیالہ پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم قبر وبرزخ میں چلا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ہر مرنے والے کو اس عالم کے حالات کے

مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم اسلام کو نصیب ہوتی ہے ان کے بعد شہید کا درجہ ہے اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب سنت سے ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیاتِ قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مراحمت فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حیات بتعلق روح مع الجسد العنصری حاصل ہے۔

(بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عقیدہ "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم":

یہ تو ابتدائی تمہیدی کلمات تھے، اسکے بعد ایک بات دو ٹوک الفاظ میں اور بہت واضح انداز میں یہ کریں گے، کہ ہمارا جامعہ فاروقیہ اور ہمارا وفاق المدارس قرآن وحدیث کی تشریح کے ذیل میں علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب کو عام کرنے کے لیے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو پھیلانے کے لیے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو خلقِ خدا تک پہنچانے کے لیے قائم ہوا۔ علمائے دیوبند نے، جن کی پیروی وفاق کرتا ہے، جن کی پیروی جامعہ فاروقیہ کرتا ہے، بڑے بڑے جبالِ علم بڑے بڑے نامور علماء، اکابر مفسرین، اکابر محدثین، اکابر فقہاء، اکابر جہاد آزادی اور اکابر صوفیا اور اصحابِ دعوت وارشاد پیدا کیے ہیں اور یہ ایک دو نہیں، دس پانچ نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان سب کی خدمات گوشہ گمنامی میں نہیں، ان میں سے

اکثر کی خدمات پورے عالم میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں ہیں۔ ان کی خدمات کا عمومی طور پر، خصوصی طور پر ، ہر مقام پر، ہر جگہ اکرام و احترام کیا گیا ہے اور ہم صرف تقلیداً نہیں، تحقیق پر، عالم کے حالات کا اچھی طرح، تفصیلی جائزہ لے کر ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ آپ جامعہ فاروقیہ کو رہنے دیجیے، وفاق المدارس اتنا عظیم ادارہ ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں موجود نہیں ہے اور وفاق المدارس مذاہب دینیہ اور مذاہب اسلامیہ اور ہمارے ان تمام اداروں کی حفاظت کا، استحکام کا، ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہے، جس نے بڑوں بڑوں کو جو دینی تعلیم کی عظمت کے دشمن تھے، اللہ کی مدد سے پسپائی پر مجبور کیا۔ ان کی ناجائز کوششوں کو جو ہمارے مدارس کے خلاف تسلسل کے ساتھ جاری تھیں، ناکام بنایا۔

الحمدللہ! یہ اتنی بڑی تعداد صرف ایک مدرسے میں موجود ہے۔ آپ ملک کے کسی علاقے میں چلے جائیں ہم ابھی بلوچستان ہو کر آئے ہیں، جسے لوگ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مدارس کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اتنے طلبا، اتنے علماء، اتنے مدارس کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں، جلسہ میں بیٹھ کر بات کرو تو حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی، یہ ساری کی ساری برکت وفاق کی ہے، اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جامعہ فاروقیہ اور وفاق علمائے دیوبند کا پیروکار ہے، لہٰذا نہ جامعہ فاروقیہ میں مماتیوں کے لیے کوئی گنجائش ہے اور نہ وفاق میں۔ یہ بات طے شدہ ہے، وفاق کا موقف کمزور نہیں ہے، وفاق کے موقف میں تردد اور شک شامل نہیں ہے، وفاق کا موقف مبنی علی الیقین ہے اور وفاق اپنے خیالات میں، اپنے عزائم میں مستقل اور مضبوط ہے، تو اس لیے میں اپنے اُن بھائیوں سے، وہ ہمارے بھائی ہیں، یہ گذارش کروں گا کہ وہ حضرات جو مماتی ذہن رکھتے ہیں وہ یہاں (جامعہ فاروقیہ میں) تشریف نہ لایا کریں، آپ سن رہے ہیں یا نہیں؟ سن رہے ہیں؟ بات سمجھ آرہی ہے؟ میں خدا کی

قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اُن کے دشمن نہیں ہیں، ہم اُن کے بد خواہ نہیں ہیں، ہم اُن کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے لیے اُن کو شرح صدر نصیب فرمائے، لیکن ہم اپنے مدرسوں کو اِن دوستوں سے محفوظ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا مزاج و مذاق:

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ بہت سخت ہے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گذارا۔ اور ایک اور بات، بہت سے لوگوں نے گذارا ہے مگر فقط ایک سال، دورے کے لیے گئے۔ ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر میں نے وہاں پانچ سال گذارے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کو بتا دوں، فخر کے طور پر نہیں میں نے وہاں پانچ سال اِس طرح گذارے ہیں کہ میں وہاں اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گذارے ہیں کہ مجھے حضراتِ اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لیے میں جس طرح علمائے دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں، اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہر گز نہیں ہے۔

اس لیے میری درخواست ہے اپنے اُن دوستوں سے، کہ وہ مماتیوں ہی کے مدرسے میں جایا کریں، ہمارے مدرسوں میں نہ آیا کریں، ٹھیک ہے نا؟ میرے مماتی بھائی جتنے یہاں موجود ہیں، ناراض نہ ہوں، میں نے بہت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے اُن کا ذکر کیا ہے، لیکن حق حق ہوتا ہے، اُس کو بیان کرنے میں تکلف نہیں ہونا چاہیے،

وہ میں نے بیان کر دیا۔ (ماہنامہ الفاروق بابت ماہ رمضان المبارک 1434ھ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے، علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں، جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔

(خوشبو والا عقیدہ حیات النبی ص21)

شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور

جامعہ اشرفیہ لاہور

"خوشبو والا عقیدہ" مصنفہ مولانا محمد حسن دامت برکاتہم کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ روح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ وہ درود شریف سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کے خلاف گمراہی ہے اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اور مولانا محمد حسن صاحب کی تحریر کی تائید کرتا ہوں۔ (خوشبو والا عقیدہ: ص20)

مولانا محمد جمیل

امام تبلیغی مرکز رائے ونڈ، پاکستان

مولانا محمد جمیل صاحب رائے ونڈ تبلیغی مرکز کے امام ہیں۔ ان کے پاس چند لوگ آئے اور اس عقیدہ سے متعلق سوالات کیے۔ موصوف نے اسی وقت مفتی شیر محمد رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور سے فون پر اس موضوع سے متعلق ان کے سوالات کیے تو مفتی صاحب نے ان کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔

سلام مسنون کے بعد!

مفتی شیر محمد صاحب: جی

مولانا محمد جمیل: محمد جمیل بات کر رہا ہوں رائے ونڈ سے

مفتی شیر محمد علوی: اھلاو سھلا اھلاو سھلا مرحبا

مولانا جمیل: آپ مفتی صاحب خیریت سے ہیں؟

مفتی صاحب۔ اللہ کا احسان الحمد اللہ بارک اللہ تعالیٰ فی الدرین۔

مولانا جمیل: میرے پاس تقریبا چالیس آدمی سرگودھا سے آئے بیٹھے ہیں ایک امام کے بارے میں

مفتی صاحب: اچھا، اللہ خیر کرے۔۔۔

مولانا جمیل: امام کا عقیدہ جو مماتیوں کا عقیدہ ہے وہ ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

مفتی صاحب: جی

مولنا جمیل: یہ میرے پاس اب سارے بیٹھے ہیں وہ امام بھی بیٹھا ہے عقیدہ اس کا مماتیوں والا ہے اب یہ کہہ رہا ہے جو علماء دیوبند کا عقیدہ ہے وہی میرا عقیدہ ہے اب یہاں پر اجمالی یہ کہہ رہا ہے یہ پوچھتے ہیں کہ مفتی صاحب بتائیں اس کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟

مفتی صاحب: اس سے علماء دیوبند کے عقیدہ کی وضاحت پوچھنی چاہیے کہ وہ علماء دیوبند کا عقیدہ کیا مانتا ہے حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں؟

مولنا جمیل صاحب (مماتی مولوی سے) بتا کھڑے ہو کر بول ان کو بھی سنا مفتی صاحب بھی سنیں۔

مماتی مولوی: میرا عقیدہ حیات الانبیاء کا عالم برزخ میں ان کی حیات ہے

مفتی صاحب: ۔برزخ سے کیا مراد ہے؟؟

مماتی مولوی: قبر میں

مفتی صاحب: روح کا تعلق بدن سے ہے کہ نہیں؟؟

مماتی مولوی: تھوڑا سا۔۔۔ جیسے علماء دیوبند کہہ رہے ہیں۔

مفتی صاحب: نہیں نہیں پوری بات بتائو گڑبڑ نہ کرو۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں مین زندہ ہیں. بتعلق روح۔ روح کا تعلق ہے اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ اسلام خود سنتے ہیں دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں یہ ہے علمائے دیوبند کا عقیدہ۔

مماتی مولوی: میں اس کا اقرار کرتا ہوں

مفتی صاحب: تعلق روح اور صلوۃ سلام کے سماع کے ساتھ؟ دیکھو مولوی صاحب جھوٹ نہ بولو یہ کہ دنیا کی زندگی جو چند روزہ ہے ختم ہو جائے گی امامت آپ کو اور مل جائے گی صرف امامت بچانے کے لیے جھوٹ مت بولنا۔

مماتی مولوی: جھوٹ نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔

مفتی صاحب: آپ کا مماتیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ آپ کی شکایت کیوں لے کر آئے ہیں؟

مولانا محمد جمیل: بول مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مماتیوں کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے یہ لوگ شکایت کیوں لے کر آئے؟

مماتی مولوی: کیونکہ شرک کے موضوع پر جب میں بیان کرتا ہوں اس وقت میں آیات وغیرہ پڑھتا ہوں تو اس سے ان کو اشکال ہے میں عام بیان کرتا ہوں یہ اس طرف لے آتے ہیں۔

مفتی صاحب: آخر ہم لوگ بھی بیان کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہمارے

مقتدی یہ نہیں کہتے۔

مماتی مولوی: جو قرآن میں توحید والی آیات ہیں جب ان کو بیان کرتا ہوں لایسمعون وغیرہ

مفتی صاحب: میرے عزیز سارے علماء دیوبند آیات توحید بیان کرتے ہیں لیکن کبھی حیات انبیاء کے انکار کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا کوئی مقتدی شکایت لے کر نہیں آیا آپ کے بارے میں یہ شکایت کیوں آئی ہے؟ آخر کوئی بات ہو گی جو یہ شکایت لے کر آئے یہاں۔ آپ نے پڑھا کہاں ہے؟

مماتی: میں نے پڑھا ہے جامعہ صدیقیہ اشاعت التوحید گوجرانوالہ میں۔

مفتی صاحب: قاضی شمس الدین کا؟

مماتی مولوی: جی

مفتی صاحب: وہاں تو یہ پڑھایا جاتا ہے جو عقیدہ مماتیوں کا ہے۔

مماتی مولوی: جی ہاں

مفتی صاحب: تو پھر ان کا اشکال صحیح ہے۔؟

مماتی مولوی: جی ہاں

مفتی صاحب: پھر آپ اپنی امامت بچانے کے لیے یہ بات کر رہے ہیں میرے عزیز ایسا نہیں کرنا چاہیے امامت اور مل جائے گی آپ کو۔ اگر آپ علماء دیوبند کو حق سمجھتے ہیں اور یقیناً وہی حق ہیں اور ان کا عقیدہ المہند کے اندر لکھا ہوا ہے اور یہ سارے علماء دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ تعلق روح اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ و سلام خود سنتے ہیں دور سے پڑھا جائے تو فرشتے سناتے ہیں مولانا سرفراز نے اس پر کتاب لکھی ہے تسکین الصدور جو کہ کئی سو صفحے کی کتاب ہے اور آب حیات حضرت نانوتوی نے کتاب لکھی اور نا معلوم کتنے

حضرات نے اس پر لکھا ہے علامہ خالد صاحب نے مقام حیات لکھی ہے تو آپ لوگوں کو دھوکہ نہ دیں جو صحیح بات ہے وہی کہنی چاہیے۔

مولانا جمیل: اس کے پیچھے اب مقتدی نماز پڑھیں کیا کریں۔؟

مفتی صاحب: مفتی صاحب یہ تو بات صاف نہیں کر رہا یہ تقیہ کر رہا ہے تقیہ۔

مولانا جمیل: اب تقیہ کر رہا ہے تو مقتدیوں کو کیا حکم ہے۔

مفتی صاحب: جن کو امام رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے ان کی نماز ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو گی یہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

مولانا محمد جمیل: یہ اہل بدعت ہیں نماز مکروہ تحریمی ہو گی یہ مفتی صاحب فرما رہے ہیں۔

مفتی صاحب: اور واجب الاعادہ ہو گی جن لوگوں کو امام کے رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے اور جن لوگوں کو اچھا امام مل سکتا ہے متبع سنت صحیح العقیدہ ان کی نماز بھی ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہو گی۔

مولانا محمد جمیل: اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی

مرکزی راہنما اہلسنت والجماعت پاکستان

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے جسے گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے خوشبو والا عقیدہ قرار دیا ہے اور اس کے خوشبودار ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ خوشبو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے خوشبو والا عقیدہ، عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں اور اس خوشبو سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

امام العصر والنحو ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے اس خوبصورت عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سارے اس مقدس خوشبو سے بھرے ہوئے واقعات کو اکٹھا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ خوبصورت انداز اور ترتیب کے ذریعہ سے اس خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد احمد لدھیانوی

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا

سربراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء والمرسلین

امابعد! میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہوں، اہل حق کا مؤقف سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے، لہذا اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

اللہ وسایا عفی عنہ

مفتی محمد عیسیٰ زید مجدہ

سابق مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکرمی محترمی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدھم سلام مسنون سلام

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں اہلسنت کے مسلک کی وضاحت فرمائیں کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات سے ایسے مطالب اخذ کر کے بیان کرتے ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف ہمارے خیال

میں درست نہیں ہے۔

[1]: فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع صلوٰۃ و سلام صرف صوفیاء کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں؟

[2]: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کے عند القبر سماع صلوٰۃ و سلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم میں شامل ہے یا نہیں؟

[3]: مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی کہ "عند القبر حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے سماع صلوٰۃ و سلام کے منکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے" کیا صحیح ہے؟

[4]: انبیاء کرام علیہم السلام اور عام موتیٰ کا سماع اگر ثابت ہے تو یہ سماع روحانی ہے یا جسمانی؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل السنت اور دیوبندی ہے؟

[5]: ملا علی قاری، علامہ عینی، حضرت نانوتوی، شاہ محمد اسحاق، حضرت تھانوی رحمہم اللہ احناف میں شامل ہیں یا نہیں؟

[6]: مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتوٰی جو کہ کفایت المفتی ج1 ص160 پر موجود ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی روح مبارک کی جسد اطہر سے مفارقت ماننے کو باعث توہین قرار دیا ہے، درست ہے یا نہیں؟

[7]: ثواب اور عذاب قبر صرف روحانی ہے یا جسمانی بھی اور اہلسنت کا اس میں کیا مسلک ہے؟ بینوا توجروا

فقط محمد عبد اللہ گرجاکھ گوجرانوالہ 20/7/88

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

بعض سوالات کے جواب میں:

راقم الحروف نے سماع موتیٰ کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوٰی پر اکتفاء کیا، مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا، حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے، آخری عبارت یہ ہے: ”تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھا، اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا ولا شك في فسادہ“

(کفایت المفتی ج1 ص196)

[1]: البتہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں یہ فرمانا: ”لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں“ محل نظر ہے۔ سماع موتیٰ کے قائلین کی فہرست میں فقہائے احناف اور محققین امت کی جم غفیر آتی ہے، ان کی تصانیف اور تالیفات اس کا بیّن ثبوت ہیں جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

[2]: روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام کے سماع کا انکار کرنے والا شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہو سکتا اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دور جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

[3]: راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاوٰی میں مولانا مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی متعلق حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے اور اس کی اپنے دستخط اور مہر سے تصدیق کی ہے۔

[4]: محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے، ایسے اعتقاد والا اہل سنت سے نہیں ہے۔

[5]: ان ھولاء الاکابر من جھا بذۃ العلماء الحنفیۃ ومحققیھم بلا شك ولاارتیاب۔

[6]: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی جس میں آپ نے روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا کہ "اس سے جسدِ اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے" بعبارتہ ومنطوقہ درست ہے۔

[7]: موت کے بعد جزا اور سزا میں روح اور بدن دونوں مشترک اور متّحد ہیں، یہی اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے۔

خاتم المحققین حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "انسان رابعد موت ادراک باقی میماند بریں معنیٰ شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر وتنعیم قبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتیٰ کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند، وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور نمیتواند شُد پس ظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است وروح در شعور وادراک دائما در ترقی است الخ" (فتاوٰی عزیزی ص88)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

إن أرواح المؤمنين فی عليين وأرواح الكفار فی سجين ولكل روح اتصال وهو اتصال معنوی لا يشبه الاتصال فی الحياة الدنيا بل اشبه شيئ بها فی حال النائم انفصالا و شبهه بعضهم بالشمس ای بشعاع الشمس و

هذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فی علیین و فی سجین و من کون افنیة الارواح عند افنیة قبورهم کما نقله ابن عبد البر عن الجمهور

(فتاوٰی ابن حجر العسقلانی ص40)

جب عام اموات کی حیات بھی محض روحانی اور برزخی نہیں ہے اس کے لیے تنعیم و تعذیب کا ہونا لازمی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے، اس حیات کو علماء دیوبند نے "حیات دنیوی اور برزخی" سے تعبیر کیا ہے۔ "برزخی" بایں معنی کہ آپ عالم برزخ میں ہیں، اور "دنیوی" بایں معنی کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوٰۃ و سلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرمارہے ہیں، اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ بعض علماء کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام کے سماع کے بھی قائل ہیں، بایں ہمہ "حیات دنیوی" کی بجائے آپ کی حیات کو "حیات برزخی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس صورت میں صرف عنوان کا فرق ہے مطالب اور معنوں میں فرق نہیں، یہ بھی اہل سنت میں سے ہیں۔

عذابِ قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہلسنّت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔ قال فی الهداية: ومن يعذب فی القبر يوضع فيه الحيوٰة فی قول العامة۔

(ج2ص504)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرۃ العلوم گوجرنوالہ 13 ذی الحجہ 1408ھ

مہر دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿باب دہم﴾

فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب

اس باب میں فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب کی فہرست دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے اکابر نے اس فتنہ کے خلاف کس قدر علمی کام کیا ہے۔ نیز اس سے عامۃ الناس کو اس فتنہ کے بارے میں قرآن و سنت سے دلائل میسر ہوں گے۔

اس باب میں فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب کی فہرست دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے اکابر نے اس فتنہ کے خلاف کس قدر علمی کام کیا ہے۔ نیز اس سے عامۃ الناس کو اس فتنہ کے بارے میں قرآن و سنت سے دلائل میسر ہوں گے۔

فرقہ مماتیت سے متعلق مشہور کتب کی فہرست

(1) حیات الانبیاء علیہم السلام (عربی) امام ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ

(2) شفاء السقام (عربی) امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ

(3) کتاب الروح (عربی) علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

(4) جلاء الافہام (عربی) حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

(5) القول البدیع (عربی) امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

(6) التذکرہ فی احوال الموتیٰ واُمور الآخرۃ امام قرطبی

(7) شرح الصدور (عربی) علامہ جلال الدین سیوطی

(8) البدور السافرۃ فی اُمور الآخرۃ (عربی) علامہ جلال الدین سیوطی

(9) جذب القلوب الی دیار المحبوب شیخ عبد الحق محدّث دہلوی

(10) آبِ حیات مولانا قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند

(11) عالمِ برزخ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

(12) احوال البرزخ مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی

(13) مقامِ حیات ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب مد ظلہ

(14) تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور مولانا سر فراز خان صفدر

(15) المسلک المنصور فی ردّ الکتاب المسطور مولانا سر فراز خان صفدر

(16)سماع موتی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر

(17)الشھاب المبین مولانا سرفراز خان صفدر

(18)ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع الموتیٰ وحیات الانبیاء علیہم السلام شیخ الحدیث مولانا عبد القدیر صاحب

(19)رحمتِ کائنات مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

(20)عقیدۃ المحدثین مولانا میرک شاہ صاحب

(21)حیات الاموات مولانا سید نور الحسن بخاری

(22)دعوت الانصاف مولانا عبد العزیز شجاع آبادی

(23)قہر حق بر صاحب ندائے حق مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی

(24)ضرب المہند علی القول المسند مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی

(25)ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن مفتی عبد الشکور ترمذی

(26)حیات انبیاء کرام علیہم السلام مفتی عبد الشکور ترمذی

(27)خلاصہ عقائد علماء دیوبند مفتی عبد الشکور ترمذی

(28) ادراک الفضیلۃ فی الدعاء بالوسیلۃ مفتی عبد الشکور ترمذی

(29) توضیح البیان بمافی ھدایۃ الحیران مفتی عبد القدوس ترمذی

(30)القول النقی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولانا محمد عبد اللہ بہلوی

(31)وسیلہ رفیعہ مولانا محمد عبد اللہ بہلوی

(32)تحفہ ابراھیمیہ فارسی مولانا حسین علی واں بچھراں

(33)مقدمہ فیوضاتِ حسینی ترجمہ تحفہ ابراھیمیہ مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی

(34) اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور حافظ عبد القدوس قارن

(35)مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسماع موتیٰ مولانا غلام رسول دین پوری

(36)تسکین الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء مولانا محمد مکی

(37)القول المعتبر فی حیات خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم حافظ عبد الجبّار سلفی دیوبندی

(38)مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پس منظر مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

(39)مسئلہ حیات النبی سے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

(40)مسلک اہل سنت والجماعت (ردّ مماتیت) مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

(41)خطبات صفدر پر اعتراضات کے جوابات مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی

(42)اسلام کے نام پر ہوا پرستی مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ

(43)قبر کی زندگی مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ

(44)منکرین حیاتِ قبر کی خوفناک چالیں مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ

(45)معیارِ صداقت مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ

(46)مجموعہ سوالات وجوابات مولانا نور محمد تونسوی

(47) عقیدہ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث مولانا نور محمد تونسوی

(48)رُوح کی آڑ میں مسلّمہ حقائق کا انکار مولانا نور محمد تونسوی

(49) البرہان القوی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولانا نور محمد تونسوی

(50)عذابِ قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم مولانا نور محمد تونسوی

(51) خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولانا محمد حسن

(52)عقیدہ حیات انبیاء اور قائدین اُمت مولانا نور اللہ رشیدی

(53) شیخ طیب معتزلی عذاب قبر کا منکر کیوں؟ مفتی ابویحییٰ خان مدنی

(54)تسکین الخواطر فی اثبات التوسّل بالذّوات الفواضل مولانا شوکت علی

اس اجمالی فہرست کے بعد بعض کتابوں کی اہمیت کے پیش نظر ان کے متعلق کچھ تفصیل کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

1: المھند علی المفند

اس کو "التصدیقات لدفع التلبیسات" بھی کہتے اس کے مصنف حضرت مولانا خلیل احمد محدّث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

وجہ تالیف:

اہل سنّت اور اہل بدعت کے درمیان اختلاف تو شروع سے ہی چلا آرہا تھا مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نقشبندی کے زمانہ سے کچھ زیادہ ہی بڑھتا چلا گیا، پھر آپ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو اس قدر بڑھا کہ بعض اہل بدعت نے تو آپ کی تکفیر بھی کر دی اور آپ کی وجہ سے آپ کے دیگر خاندان کے افراد کو بھی بُرا بھلا کہا گیا۔ دوسری طرف شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی حنفی نقشبندی کے نواسے جو آپ کے شاگرد اور جانشین بھی تھے دہلی میں مقیم تھے اہل بدعت نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو شاہ اسماعیل شہید کے ساتھ کیا۔ شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کی مخالفت میں جو شخص سب سے آگے آگے تھا وہ فضل رسول بدایونی تھا۔

بریلوی مسلک کے مولوی محمد صدیق ہزاروی اپنی کتاب "تاریخ شاز شخصیت" جو تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ ثانویہ خاصہ طالبات کے نصاب میں شامل ہے اس کے ص166 و167 میں لکھتے ہیں۔

حضرت نے وہابیت کے انسداد کے لئے بڑی کوشش فرمائی (ص166)

مزید لکھتے ہیں: یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول صف اوّل کے اُن ممتاز علماء و مشائخ میں تھے جنہوں نے فتنہ وہابیت کے سدّباب کے لئے کوشش بلیغ فرمائی، آپ کی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کی ذات قدسی صفات کی وجہ سے اہل باطل کے مقابلہ میں اہل حق دور اوّل میں " بدایونی "اور " خیر آبادی " کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ (ص167)

اس سیف اللہ المسلول فضلِ رسول بدایونی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کے خلاف کئی کتابیں لکھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(1) بوارق محمدیہ

(2) تصحیح المسائل

(3) المعتقد المنتقد (عربی)

(4) سیف الجبار

(5) فواز المؤمنین

(6) تلخیص الحق

(7) احقاق الحق

(تذکرہ علماء ہند اُردو ص 381)

فرقہ بریلویہ کے بانی احمد رضا خان بریلوی نے فضل رسول بدایونی کی کتاب المعتقد المنتقد پر عربی میں حاشیہ لکھا، اور اسکا نام المعتمد المستند رکھا۔ اس حاشیہ میں ہمارے اکابر

(1) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی چشتی صابری خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

(2) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی چشتی صابری خلیفہ مجاز حضرت حاجی صاحب

(3) فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری چشتی صابری مجاز مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(4) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی چشتی صابری خلیفہ مجاز حاجی حضرت امداد اللہ مہاجر مکی

کی تکفیر کر دی، پھر خان صاحب موصوف جب حج پر جانے لگے تو حاشیہ کے اس حصّہ کو جس میں ان لوگوں کی تکفیر تھی، الگ کر کے ایک استفتاء کی اس کو شکل دی پھر دھوکہ سے مکہ و مدینہ کے علماء سے اپنے فتوٰی پر تصدیق کروائی اور واپس ہندوستان آکر اس تحریر کو "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا اور تمام ہندوستان میں شور مچادیا کہ دیکھو علماء حرمین شریفین نے بھی میری تائید کر دی ہے۔

انہی دنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمہ اللہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے علماء حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ ان حضرات نے چھبیس سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ اکابر علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجا کہ ان کے جواب تحریر کریں اور اپنے عقائد و نظریات ان کے جوابات کے ضمن میں واضح کریں۔ زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے۔ یوں یہ رسالہ 1325ھ میں تحریر ہوا اور "المہند علی المفند" کے نام سے شائع ہو کر عوام و خواص میں معروف ہوا۔ اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات و تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح و توضیح بھی گئی۔

ان جواب کی تصدیقات اُس وقت کے بڑے بڑے تمام علماء سے کروائی۔

بعد میں علماء مکہ، مدینہ اور دیگر علماء نے المہند کی تصدیق کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(1) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن

(2) حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی

(3) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی

(4) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

(5)حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری

(6) حضرت مولانا حکیم محمد حسن (برادر حضرت شیخ الہند)

(7)حضرت مولانا قدرت اللہ مراد آبادی

(8)حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی (برادر علامہ شبیر احمد عثمانی)

(9)حضرت مولانا محمد احمد (حضرت نانوتوی کے فرزند)

(10)حضرت مولانا غلام رسول مدرس دار العلوم دیوبند

(11)حضرت مولانا محمد سہول

(12) حضرت مولانا عبد الصمد

(13)حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق نہوڑی دہلی

(14)حضرت مولانا ریاض الدین مدرسہ عالیہ میرٹھ

(15)حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی

(16)حضرت مولانا ضیاء الحق دہلی

(17)حضرت مولانا محمد قاسم دہلی

(18)حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

(19)حضرت مولانا سراج احمد سردھنہ میرٹھ

(20)مولانا قاری محمد اسحاق مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

(21)مولانا حکیم محمد مصطفٰی بجنوری

(22)حضرت مولانا محمد مسعود احمد گنگوہی (فرزند مولانا رشید احمد گنگوہی)

(23)حضرت مولانا محمد یحیٰ سہارنپوری

(24)حضرت مولانا کفایت اللہ گنگوہی مدرس مظاہر العلوم سہارنپور

ہندوستان کے ان چوبیس اکابر علماء کے علاوہ المہند پر مکہ مکرمہ مدینہ منورّہ،

مصر، شام وغیرہ کے کئی مشہور علماء نے تصدیق فرمائی۔ اس وقت سے لے کر سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے انکار تک (یعنی 1958ء تک) اس کتاب کے خلاف کسی دیوبندی عالم نے کوئی بات نہیں کی، اس کے تمام مسائل پر اعتبار فرمایا گیا۔ المہند میں کل سوالات 26 ہیں جن میں سے سوال نمبر 5 مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ ہم یہاں سوال وجواب دونوں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ الشریف ھل ذلك امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیھم حیٰوۃ برزخیۃ

ترجمہ: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیٰوتہ صلی اللہ علیہ و سلم دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیھم و الشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیٰوۃ الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیٰوتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلٰوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلٰوۃ تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیٰوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ الماخذ بدیعۃ المسلك لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس و

اسمھا (آب حیات) ای ماء الحیوۃ۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔ جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ ”انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء“ میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سُبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام ”آبِ حیات“ ہے۔ (المہند علی المفند ص 31،30)

اتنا صاف اور واضح مسئلہ بھی شاہ صاحب کو قرآن کے خلاف نظر آیا شاہ صاحب کے نزدیک اور موجودہ مماتی کے نزدیک یہ تمام اکابر علماء قرآن کے خلاف تھے۔ معاذ اللہ

2: عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

اس سلسلہ کی دوسری اہم کتاب عقائد ” اہل السنۃ والجماعۃ یعنی خلاصہ عقائد علماء دیوبند مع تصدیقات جدیدہ “ ہے اس کے مرتب حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی ہیں۔ یہ اصل میں المہند ہی کی تلخیص ہے۔ المہند کے مسائل کو مختصر اور آسان زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب پر بھی ملک کے تمام اہلسنت علماء کی تصدیقات موجود

ہیں۔ اس کتاب میں عقیدہ نمبر 7 کے تحت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تصدیق کرنے والے علماء کرام

(1) قاری محمد طیب

(2) مفتی محمد شفیع

(3) مولانا ظفر احمد عثمانی

(4) مولانا محمد یوسف بنوری

(5) مولانا خیر محمد جالندھری

(6) مفتی جمیل احمد تھانوی

(7) مفتی محمود

(8) مفتی عبد اللہ

(9) مفتی عبد الستار

(10) مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک

(11) مولانا محمد احمد تھانوی

(12) مولانا عبد الحق نافع

(13) مولانا عبد اللہ بہلوی صاحب

(14) مولانا محمد انوری صاحب

(15) علامہ شمس الحق افغانی

(16) مولانا سید حامد میاں

(17) مفتی رشید احمد لدھیانوی

(18) مفتی محمد فرید صاحب

(19) مفتی احمد سعید صاحب

(20) مفتی محمد وجیہ صاحب

(21) مولانا علی محمد صاحب

(22) مفتی عبد القادر صاحب

(23) مولانا محمد شریف کشمیری

(24) مولانا سید صادق حسین صاحب

(25) مولانا عبد الحی صاحب شجاع آبادی

(26) مولانا محمد عبد اللہ رائے پوری

(27) مناظر اسلام حضرت مولانا عبد الستار تونسوی

(28) مولانا محمد شریف جالندھری

(29) مولانا نذیر احمد صاحب

(30) مولانا محمد ادریس میرٹھی

(31) مولانا محمد علی جالندھری

(32) مولانا محمد ایوب بنوری

(33) مولانا فضل غنی صاحب بنوں

(34) شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب

(35) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

(36) حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب

3: تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور:

یہ کتاب امام اہل السنت استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔

اس کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ جب منکرین حیاۃ الانبیاء علیہم السلام جن میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب پیش پیش تھے، نے حدود سے تجاوز کیا، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا اور اس کے قائلین کے بارے میں ناروا فتوؤں کا ایک سیلاب بہا دیا اور اس پر مزید یہ کہ قرآن و سنت کے واضح دلائل اور اکابر علماء دیوبند کی تحریرات میں دجل و فریب سے کام لیا اور خود کو اہل السنت والجماعت باور کرایا تو جمعیت علماء اسلام کی قیادت نے اس فرقہ کی شر انگیزی اور فتنہ پروری کو دیکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اس فتنہ کے خلاف علمی کام ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس وقت جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے یہ مشورہ کیا کہ اس بارے میں ایک علمی کاوش سامنے لائی جائے۔ تو یہ کام امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگایا گیا اور انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ خود اس کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

2 ربیع الاول 1382ھ مطابق 4 اگست 1962ء میں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا اور جس میں ملک بھر کے سینکڑوں ذمہ دار علمائے کرام تشریف فرما تھے اور ان مسائل پر بھی خوب گرما گرم بحث ہوئی بالآخر بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ان مسائل کی ترتیب اور تدوین اور ان کو باحوالہ مدلل ومبرہن کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ ان مسائل پر علمی مواد جمع کرے اور اس کے بعد ذمہ دار حضرات کی رائے سے ان کو شائع کیا جائے چنانچہ اس کمیٹی کے لیے پانچ حضرات منتخب ہوئے۔

1: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

2: حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

3: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ

4: حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)

5: راقم راثیم [مولانا محمد سرفراز خان صفدر]

اور اس کمیٹی کا ناظم راقم کو منتخب کیا گیا۔ باوجو نااہلی، عدیم الفرصتی اور علالت کے ناچار الامر فوق الادب کے قاعدہ کے تحت اکابر کا حکم اور فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔ آخر مشہور مقولہ ہے حکم حاکم مرگ مفاجاۃ۔ ان جملہ اکابر کی ہدایات اور حکم کے مطابق راقم نے ان مسائل کو جمع کیا اور ان کو اطلاع دی کہ مجموعہ مرتب ہو چکا ہے اس پر اظہار رائے کے لیے کوئی جگہ اور وقت متعین کریں۔ بالآخر 27-28 نومبر 1967ء کی تاریخیں منتخب ہوئیں اور ملتان خیر المدارس جگہ متعین ہوئی۔

(تسکین الصدور: ص77، ص78)

مزید لکھتے ہیں: ملتان کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اول سے آخر تک راقم کتاب سناتا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں۔

1: حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

2: حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

3: حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ رحمہ اللہ ملتان

4: حضرت مولانا محمد عبد اللہ دام مجدھم جامعہ رشیدیہ ساہیوال

5: حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

6: حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

7: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ چکوال

8: حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان دام مجدھم گجرات

9: راقم رشیم [مولانا سرفراز خان صفدر]

10: اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی اس میں حصہ لیتے رہے۔

(تسکین الصدور: ص80)

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کے ناظم عمومی تھے، اس کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زیر نظر کتاب تسکین الصدور مصنفہ مخدوم محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی کا بغور مطالعہ کیا۔ مولانا موصوف نے جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی اور مسودہ کی تکمیل کے بعد ملتان کے مجلس علماء کے ایک اجتماع میں اس مسودہ کو پڑھ کر سنایا۔ میں خود اس مجلس میں شریک تھا۔۔۔ آخری منظوری کے بعد حضرت مولانا نے اسے پھر سے مرتب کر کے کتابت و طباعت کی زینت سے آراستہ فرمایا۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

(تسکین الصدور: ص36)

تسکین الصدور کے آٹھ ابواب ہیں:

(1) قبر کی راحت و عذاب حق ہے

(2) اعادہ روح کی بحث

(3) حدیث اعادہ روح کے شواہد

(4) علماء اُمت اور اعادہ روح کا نظریہ

(5) وفات انبیاء کرام علیہم السلام ایک قطعی امر ہے

(6) قبر میں حیات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ایک قطعی امر ہے

(7) عند القبر سماع کے بارے میں علماء اسلام کا نظریہ

(8) مسئلہ توسّل اور دُعا کا مسنون طریقہ

اس کتاب میں ان مضامین کے علاوہ آپ کو بے شمار معلومات اس موضوع پر ملیں گی۔ یہ کتاب انتہائی ٹھوس اور عملی حقائق پر مبنی ہے۔ علماء طلبہ اور عوام الناس کے لیے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ اس کتاب پر جن علماء نے تصدیقات فرمائیں وہ یہ ہیں:

(1) حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند شاگرد حضرت شیخ الہند و علامہ انور شاہ کشمیری

(2) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند استاذ سید عنایت اللہ شاہ بخاری

(3) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

(4) محدّث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

(5) حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

(6) علامہ شمس الحق افغانی

(7) علامہ محمد یوسف بنوری

(8) مفتی جمیل احمد تھانوی

(9) مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی

(10) مولانا ظفر احمد عثمانی

(11) مولانا عبد الحق صاحب (اکوڑہ خٹک)

(12) مولانا عبد الخالق صاحب مظفر گڑھی

(13)مولانا خان محمد صاحب

(14)مفتی محمد شفیع صاحب کراچی

(15)مولانا سید گل بادشاہ صاحب

(16)مولانا دوست محمد صاحب قریشی

(17)مفتی احمد سعید صاحب (سرگودھا)

(18)مولانا نذیر اللہ صاحب گجرات

(19)مفتی محمود صاحب

4:خوشبو والا عقیدہ

اس سلسلہ کی چوتھی کتاب جس پر کثرت سے تقاریظ ہیں وہ ”خوشبو والا عقیدہ یعنی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ۔ ترتیب حافظ محمد اقبال صاحب کی ہے۔ اس کتاب پر جن لوگوں نے تقریظات فرمائیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1)حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب

(2)حضرت مولانا فیروز خان ثاقب صاحب

(3) شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

(4) شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی سرور صاحب

(5) شیخ الحدیث ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر صاحب

(6)فضیلۃ الشیخ مولانا عبد الحفیظ مکّی صاحب

(7)حضرت مولانا محمد عبید اللہ المفتی صاحب

(8) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید صاحب

(9)سید جاوید حسین شاہ صاحب

(10) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب
(11) شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب
(12) حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
(13) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب
(14) صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب
(15) حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب
(16) حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب
(17) حضرت مولانا خلیفہ عبد القیوم صاحب
(18) حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب
(19) شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منوّر صاحب
(20) حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب
(21) حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
(22) شیخ الحدیث مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی صاحب
(23) حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب
(24) حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مسعودی صاحب
(25) حضرت مولانا یسین صاحب
(26) شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب
(27) حضرت مولانا مفتی عبد الجبار صاحب
(28) سید سولت حسین شاہ صاحب
(29) راقم الحروف (محمد الیاس گھمن عفی عنہ)
(30) حضرت مولانا مفتی محمود ذکاء اللہ صاحب

(31)حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب

(32)حضرت مولانا عبد الکریم صاحب

(33)حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب

(34)حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

(35)حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب

(36)حضرت مولانا عالم طارق صاحب

(37)حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب

(38)حضرت مولانا سید عدنان کاکاخیل صاحب

(39)حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب کا مضمون "میرا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس کتاب کے ص55 تا61 پر موجود ہے۔ اس پر حضرت مولانا عبد الحمید نیشاپوری شاگرد حضرت مدنی، مولانا محمد کریم اللہ، مولانا ظہور الحق صاحب اور مولانا قاری عبد الرشید صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

متکلم اسلام ایک نظر میں

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت : 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم : حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ و تفسیر القرآن: امام اھل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

تدریس: معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب : سرپرست اعلیٰ: مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

امیر: عالمی اتحاد اہل السنّت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروس

سرپرست: احناف ٹرسٹ

تبلیغی اسفار: ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زمبیا، کینیا، سنگاپور، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، بحرین

تصانیف : عقائد اھل السنۃ والجماعۃ، دروس القرآن، نماز اہل السنّت والجماعت، صراط مستقیم کورس (مرد و خواتین)، اعتکاف کورس، خطبات متکلم اسلام، مضامین متکلم اسلام، مجالس متکلم اسلام، مواعظ متکلم اسلام، شہید کربلا اور ماہ محرم، قربانی کے فضائل و مسائل، بیس رکعات تراویح، القواعد فی العقائد، اصول مناظرہ، فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ، فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، دعوت اسلامی کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، الہدیٰ انٹرنیشنل کا تحقیقی جائزہ، فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ، المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، خطباتِ برما، کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ۔

بیعت وخلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ

قطب العصر حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اصلاح وارشاد

خانقاہ اشرفیہ اختریہ، 87 جنوبی، سرگودھا

www.ahnafmedia.com

05102013

فرقہ مماتیت کا

تحقیقی جائزہ